شعبدہ گر بھی پہنتے ہیں خطیبوں کا لباس
کچھ نہ کہنے سے بھی چھن جاتا ہے اعزاز سخن

بولتا جہل ہے بدنام خرد ہوتی ہے
ظلم سہنے سے بھی ظالم کی مدد ہوتی ہے

فتنۂ بردرس

تقریظ
فضیلۃ الدکتور آر کے نور محمد عمری مدنی حفظہ اللہ

نظر ثانی
فضیلۃ الشیخ ابو اُبی عبد الوکیل محمدی مدنی حفظہ اللہ

از قلم
ضیاء الرحمٰن عبد العزیز محمدی نذیری

ڈیزائننگ

شائع کردہ
ہدیٰ والنور ریسرچ فاؤنڈیشن
شیندورجنا گھاٹ امراؤتی

شعبدہ گر بھی پہنتے ہیں خطیبوں کا لباس
کچھ نہ کہنے سے بھی چھن جاتا ہے اعزاز سخن

بولتا جہل ہے بدنام خرد ہوتی ہے
ظلم سہنے سے بھی ظالم کی مدد ہوتی ہے

فتنۂ بردرس

تقریظ
فضیلۃ الدکتور آر کے نور محمد عمری مدنی حفظہ اللہ

نظر ثانی
فضیلۃ الشیخ ابو اُبی عبد الوکیل محمدی مدنی حفظہ اللہ

از قلم
ضیاء الرحمن عبد العزیز محمدی نذیری

ڈیزائننگ

©جملہ حق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب :   ـــــــــــــــــــــــفتنۂ بردرس

مؤلف :ـــــــــــــــــــــــــــضیاء الرحمٰن عبدالعزیز محمدی نذیری

اشراف:ـــــــــــــــــــــــــــد/آر کے نور محمد عمری مدنی حفظہ اللہ

مراجعہ:ـــــــــــــــــــــــــــشیخ عبدالوکیل محمدی مدنی حفظہ اللہ

کمپوزنگ:ـــــــــــــــــــــــــــمدثر رحمانی

اشاعت:ـــــــــــــــــــــــــــاول/نومبر 2017ء بمطابق 1439ھ

تعداد:ـــــــــــــــــــــــــــ

قیمت:ـــــــــــــــــــــــــــ

شائع کردہ:ـــــــــــــــــــــــــــہدی والنور ریسرچ فاؤنڈیشن

ملنے کا پتہ:

1۔ہدی والنور ریسرچ فاؤنڈیشن، شیندور جنا گھاٹ، امراوتی مہاراشٹرا، انڈیا

ای میل:

abunabeelziya@gmail.com

ubaidaziz511@gmail.com

اهـــداء

میرے مشفق والدین، محترم

و بزرگ اساتذہ اور تمام ہی

اسلامی بھائیوں ،بہنوں

کے لئے۔۔۔۔۔۔۔۔

رب اغفرلی و لوالدی

ولأساتذتی وللمؤمنین و

المومنات أجمعین۔آمین

بسم الله الرحمن الرحيم

"اللہم رب جبریل ومیکائیل وإسرافیل فاطر السموات والأرض عالم الغیب والشہادۃ أنت تحکم بین عبادک فیما کانوا فیہ یختلفون، اهدني لما اختلف فیہ من الحق بإذنک إنک تہدي من تشاء إلی صراط مستقیم"

آمین

شکر و امتنان

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین و الصلاۃ و السلام علی رسولہ الکریم و بعد!

اس کتاب کو منصۂ شہود پر لاتے ہوئے خوشی سے آنکھیں اشکبار ہیں زباں پر رب کریم کی تعریف کے یہ کلمات ہیں ﴿ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ٱلَّذِي هَدَىٰنَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهۡتَدِيَ لَوۡلَآ أَنۡ هَدَىٰنَا ٱللَّهُۖ﴾

اللهم ربنا لك الحمد، حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه ملء السماوات وملء الأرض، وملء ما بينهما وملء ما شئت من شيء بعد، أهل الثناء والمجد، احق ما قال العبد و كلنا لك عبد اللهم لا مانع لما أعطيت، ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد، يارب لك الحمد كما ينبغي لجلال وجهك وعظيم سلطانك، اللهم لا أحصي ثناء عليك، أنت كما أثنيت على نفسك۔

اللہ کی تعریف کے بعد رسول اللہ ﷺ کے فرمان "**لا یشکر اللہ من لا یشکر الناس**" کے مطابق سب سے پہلے استاد محترم فضیلۃ الشیخ الدکتور آر کے نور محمد عمری مدنی حفظہ اللہ کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ آپ حفظہ اللہ نے تالیف کتاب کے مشکل مرحلے میں قدم قدم پر ناچیز کی رہنمائی کرکے اشراف کا حق ادا کردیا، مختلف غلطیوں کی نشاندہی فرمائی، جملوں کی نوک پلک سنواری، کتاب کو عناوین جانبیہ سے مزین کرنے کے مفید مشورے سے نوازا اس پر مستزاد اپنے قیمتی کلمات اور مفید مشوروں پر مشتمل انتہائی جامع تقریظ عطاء فرمائی غرض کہ آپ کے اشراف میں اس علمی کام کو انجام دیتے ہوئے قدم قدم پر کبار علماء سے جڑ کر کام کرنے کے فوائد کا اندازہ اور (آنحضرات) کی ماتحتی میں خدمت دین کی اہمیت کا تازندگی نہ بھولنے والا حسین تجربہ ہوا، آپ کے شکریے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ "**اللھم اجزہ عنی و عن المسلمین الجنۃ الفردوس الاعلیٰ بلا حساب ولا سابق عذاب**" آمین

ساتھ ہی سید نذیر حسین الدھلوی کلیۃ الحدیث الشریف والدراسات الاسلامیۃ بنگلور کے ناظم اعلی معزز و مکرم استاد محترم شیخ عبدالوکیل المدنی حفظہ اللہ کا بھی بہت شکر گزار ہوں کہ آپ حفظہ اللہ نے گاہے بگاہے اپنے مفید مشوروں سے نوازا، نہ صرف کتاب پر نظر ثانی کی بلکہ دکتور آر کے نور مدنی حفظہ اللہ کو بڑی کاوشوں سے اس پر تقریظ لکھنے کے لئے آمادہ کرنے کا احسان آپ حفظہ اللہ ہی نے فرمایا ہے اللہ رب العالمین آپ کو اس احسان کے لئے جزائے خیر عطاء فرمائے، آپ کی دنیا و آخرت کی ساری پریشانیاں دور فرمائے اور آپ سے اپنے دین کی خدمت کا مزید کام لے۔ آمین۔

اس موقع پر اپنے دیرینہ اور گہرے ساتھی، معاون و منسق، ڈیزائنر و کمپوزر، شیخ عبدالرحیم رحمانی عرف "مدثر رحمانی" کا بھی بے انتہاء شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی مصروف تعلیمی، دینی اور دعوتی زندگی سے اس کتاب کے لئے قیمتی وقت نکالا، اللہ رب العالمین آپ کو اس خدمت کا بہترین صلہ عطاء فرمائے اور آپ کو دونوں جہان میں دن دوگنی رات چوگنی ترقی عطاء فرمائے، آمین

نیز اپنے بھائی شیخ عبید الرحمٰن عبدالعزیز سنابلی نذیری اور قریبی دوست مولانا عبدالرحمٰن محمد امین محمدی کا بھی انتہائی شکر گزار ہوں کہ آپ دونوں حضرات نے انتہائی دقت و باریکی سے کتاب کی پروف ریڈنگ کا فریضہ انجام دیا اس کے علاوہ کتاب سے متعلق مختلف علمی کاموں میں ید تعاون بڑھایا اللہ رب العالمین انہیں اس کا بہترین بدلہ عطاء فرمائے۔ آمین۔

اخیر میں اس کتاب کے لکھنے کا سبب بننے والے ہمارے انتہائی جگری اور گہرے ساتھی شیخ شاکر متیٰ جعفر عمری (متعلّم جامعہ اسلامیہ مدینہ منورۃ) شیخ کلیم الدین مدنی حفظہ اللہ (طالب دراسات علیا جامعہ اسلامیہ مدینہ منورۃ) اور شیخ ابوالکلام رحمانی حفظہم اللہ کا دل کی گہرائیوں سے مشکور ہوں کہ آپ لوگوں کی تحریض اور تشجیع ہی سے یہ کام ابتداء اور انتہاء پذیر ہو سکا، اللہ آپ سبھی کو اجر جزیل سے نوازے اور دنیا و آخرت میں سرخرو فرمائے۔ آمین۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر چلتے چلتے کاتب سدد اللہ خطاہ کے قلم کو اللہ کے فضل کے بعد مہمیز دینے والے استاد محترم الشیخ مصطفیٰ بشیر مدنی کا شکریہ نہ ادا کروں جزاہ اللہ خیرا واحسن الجزاء فی الدارین۔

بہر حال اس کتاب میں جو بھی خیر ہے وہ اللہ رب العالمین کے فضل و کرم اور خالص توفیق کا نتیجہ ہے جس پر میں اللہ کا شکر گزار ہوں اور مزید ہدایت و توفیق کا طالب بھی (آمین) اور اس میں جو بھی کمی، کوتاہی، نقص اور دانستہ یا نادانستہ منہج سلف کی معمولی وادنی مخالفت ہو وہ میری نااہلی، کم علمی جہالت اور شیطان کی طرف سے ہے ،اللہ اور اس کے رسول اس سے بری ہیں، جن سے زندگی اور موت بہر صورت میں رجوع، توبہ اور برات کا اظہار کرتا ہوں، اللہ سے معافی کا خواستگار ہوں اللہ مجھے معاف کرے اور اس کی طرف رہنمائی کرنے والے کو جزائے خیر عطا کرے، آمین

تقریظ

(بقلم : فضیلۃ الشیخ دکتور آر کے نور محمد عمری مدنی حفظہ اللہ)

ڈائرکٹر الأذان عربی کالج چنائی۔ انڈیا

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ومن تبعہم باحسان إلی یوم الدین۔

دعوت الی اللہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا وظیفہ ہے، جنہیں اللہ تعالی نے بندوں تک اپنا پیغام پہنچانے کے لئے خصوصی انتخاب سے مشرف فرمایا ہے، انبیاء علیہم السلام کے بعد اس وظیفہ کے حقیقی وارث علماء کرام ہیں، جن کے بارے میں رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (**العلماء ورثۃ الأنبیاء**) کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

نیز نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے خطاب کرتے ہوئے تنبیہ کی (آج تم ایک ایسے زمانہ میں ہو جس کے علماء زیادہ اور خطباء کم ہیں،۔۔۔۔اور بعد میں ایک زمانہ آئیگا جس کے خطباء زیادہ ہونگے اور علماء کم ہونگے۔۔۔)[1] ۔

گویا نبی کریم ﷺ نے یہ اندیشہ ظاہر کر دیا کہ فتنوں کا زمانہ آئیگا، جس میں اسپیکروں کی بہتات ہوگی، لوگ عالم سے زیادہ خطیب (اسپیکر) بننے کی کوشش کریں گے، اور یہ زمانہ عصر نبوت کے بالکل برخلاف ہوگا، جس میں علماء زیادہ اور خطباء کم تھے۔

آج ہم میں کا ہر شخص نبی کریم ﷺ کی اس پیشین گوئی کو حقیقت اور واقعہ کی شکل میں دیکھ سکتا ہے، دعوت اور داعی کے نام سے ہر شخص میدان دین میں کود پڑا ہے، اور جو عربی زبان کی ابجدیات سے کورا ہے، علم شریعت سے ناواقف ہے، وقت کا علامہ بننے کی کوشش کرتا ہے۔

1۔ سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ للشیخ الألبانی رحمہ اللہ: ح: 2510

افسوس اس بات پر ہے کہ جلسہ جلوس منعقد کرنے والے ذمہ داروں کا مطمح نظر عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ جلسوں اور اجتماعات میں ایسے افراد کو لایا جائے جن کو سننے کے عوام مشتاق ہوں، اور سامعین کی قلّت یا کثرت کو پروگراموں کی کامیابی یا ناکامی کا معیار سمجھ لیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے عوام الناس کا دینی مزاج بگڑ جاتا ہے، خاص قسم کے مقررین کو سننے کے عادی ہو جاتے ہیں، اور انکی نظر میں علماء کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی، اور نوجوان ان نام نہاد داعیانِ اسلام ،مدعیانِ علم کی شہرت اور ناموری کو دیکھا دیکھی خود بھی انکے نقش قدم پر چلنے لگتے ہیں، عوام الناس انہی کو علماء سمجھ بیٹھتے ہیں، انہیں سے فتوی پوچھنے لگتے ہیں، اور اپنا امام مان کر انکی اندھی تقلید کرنے لگتے ہیں۔

عوام کی واہ واہ سے متاثر یہ اسپیکر اپنے آپ کو علمائے حق سے بے نیاز سمجھنے لگتے ہیں، علماء اور ان مدعیان علم میں بڑی دوری پیدا ہو جاتی ہے، انکی نظر میں علماء کی اہمیت جاتی رہتی ہے، بلکہ بعض اوقات کبار علماء پر طنزیہ جملے کسنے میں بھی عار نہیں سمجھتے۔

اگر کبھی عالم کو ساتھ رکھا بھی تو ایسے ناقص اور ناتجربہ کار کو رکھتے ہیں جو ان کے ماتحت رہیں، انکی ہاں میں ہاں ملائیں، اور انکے ہر نظریہ کی تائید کریں قطع نظر اس سے کہ وہ صحیح ہے کہ غلط، یا صرف اس حد تک کہ ان علماء کے نام سے ان کی دوکان چمکتی رہے،اور عملی طور پر انکا کوئی کردار نہ ہو، بس یہ علماء انکی کرتوتوں پر مہر تصدیق ثبت کریں، تاکہ عوام الناس کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کا موقعہ انہیں ملتا رہے، بس آج اکثر دعوہ سنٹروں کا یہی حال ہے الا ماشاء اللہ۔

دینی جلسوں اوراجتماعات کا مقصد علم نبوت کی روشنی میں عوام الناس کی تعلیم وتربیت ، انہیں اللہ سے قریب کرنا، ان کے دلوں میں اللہ کی عظمت ، محبت اور رحمت کی امید ، خشیت وخوف راسخ کرنا، انہیں صراط مستقیم پر گامزن رکھنا ہے، ناکہ مداریوں کو لاکر سامعین کو ہنسانا اور عوام کی شاباشی وصول کرنا ہے، اور نہ ہی عوام کو

اپنی ذات سے جوڑنا ہے بلکہ (کونوا ربانیین) کی تلقین کرتے ہوئے رب العالمین سے جوڑنا ہے۔

منتظمین کی نظر سے اجلاس کے اہداف ومقاصد روپوش ہونے کی وجہ سے ان اجلاسوں کے فائدے کم اور نقصانات زیادہ ہیں، عوام میں علم کی اہمیت ختم ہو گئی، علماء کا مقام جاتا رہا، لوگ سنجیدہ اور علمی دروس سننے کی طاقت نہیں رکھتے، ان کے نزدیک "مزے مزے کی کہانیاں، وقتاً فوقتاً چٹکلے، جھوٹے اور منگھڑت واقعات، مخالفین پر نازیبا جملے، تقریر میں انداز ترنم" جب تک یہ سب باتیں تقریر کا حصہ نہیں بن جاتیں تقریر بے سود اور بدمزہ سمجھی جاتی ہے۔

اور ایسے پروگراموں میں علماء کے ساتھ جو ظلم اور گستاخیاں کی جاتی ہیں اللہ کی پناہ! پوسٹر اور اعلانات میں اسپیکروں کا نام بڑے حروف میں اور مہمانِ خصوصی کے اعزازی لقب کے ساتھ، جبکہ علماء کا نام کہیں حاشیہ میں! اسپیکر کے لئے پروگرام کا اہم وقت (prime time)، اور انکے لئے غیر محدود طویل وقت، اور بزرگ علماء کے لئے بچا کچا مختصر سا وقت، اسپیکروں کا خصوصی استقبال، اور علماء کا نہ کوئی پرسانِ حال، گویا محفل سجی ہے صرف اسپیکروں کے لئے اور علماء صرف برکت کے لئے!

یہاں ایک بات اور بتادوں جو اسپیکروں کی دین ہے کہ وہ یہ کہ دعوت کے نام پر خود نمائی اور نفس فروغی (self promotion) ان کا شیوہ بن گیا ہے، تواضع اور منکسر المزاجی جو ایک عالم دین کی خصوصیت ہے آج کے اسپیکر کی نظر میں ترقی کی راہ کا روڑا ہے! اسپیکر کے لئے ضروری ہیکہ مجمع ہزاروں کا ہو، مایک آڈیو سسٹم اور اسٹیج شایان شان ہو، آفس میں فارغ بیٹھے رہیں گے لیکن یہ تاثر دیں گے کہ کافی مصروف ہیں اور ان کے پاس وقت نہیں، بغیر سابقہ موعد اپوئنٹ منٹ (Prior Appointment) کے اگر اپنا عزیز بھی آگیا تو اسکو انتظار کروائیں گے، یا واپس بھیجیں گے کہ آپ نے سابقہ موعد نہیں لیا، لہٰذا آپ آنجناب سے ملاقات نہیں کر سکتے! ان کا اپنا پرسنل سکریٹری ہوتا ہے جو ان کے مشترکہ پروگراموں میں بھی انکی انفرادی حیثیت کو نمایاں کرتے ہوئے اعلان

نشر کریگا، اور تقریر سے قبل ان کا باقاعدہ لمبا چوڑا تعارف کرائیگا، بلکہ بعض اسپیکروں کا تو یہ حال ہیکہ عوام میں اپنے کچھ لوگوں کو اس لئے بٹھاتے ہیں تاکہ وقتا فوقتا انکی تقریر پر تالیاں بجانا شروع کریں، تاکہ دوسرے بھی انکی تقلید میں تالیاں بجائیں اور اسطرح سستی شہرت اور مختصر وقت میں اونچا مقام حاصل ہو جائے! جبکہ ائمۂ اسلام شہرت سے بھاگتے تھے اور انکی پوری کوشش ہوتی تھی کہ انکے نیک عمل سے کوئی واقف نہ ہو۔

ایسے فتنوں کے زمانہ میں کبار علماء کی صحبت، ان سے استفادہ، انکے نقش قدم پر چلنا ہی نجات کا واحد راستہ ہے، اور طلبہء علم کے لئے ہرگز روا نہیں کہ کبار علماء کی مخالفت کریں خصوصا ایسے مسائل میں جن کا تعلق افراد سے نہیں، بلکہ امت اور ملک سے ہو، ایسے مسائل میں طلبہ اپنی رائے نہ دیں، آدمی سنت میں کبار علماء کے تابع رہے بہتر ہے اس بات سے کہ وہ بدعت میں امام بن جائے۔

اس اہم مسئلہ کی وضاحت کے لئے برادر محترم مولانا ضیاء الرحمٰن عبد العزیز محمدی نذیری ۔حفظہ اللہ۔ طالب جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے بڑی عرق ریزی سے (فتنۂ بردرس) نامی کتاب لکھی، جو اس اہم موضوع پر قرآن وسنت سے مدلل، آثار سلف صالح سے مزین، اور اقوال علماء سے مرصع ایک بیش بہا نادر تحفہ ہے، کتاب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس موضوع کی مکمل وضاحت کے لئے جو کد وکاوش علوم وفنون کے دریا میں غوطہ زنی کرکے انہوں نے کی، اور جواہر ولآلی ڈھونڈ ڈھونڈ کر لائے وہ اپنی مثال آپ ہے، اللہ تعالی آپ کی اس خدمت کو شرف قبولیت عطا فرمائے، اور خدمتِ دین وملت کی مزید توفیق عنایت فرمائے آمین۔

اس کتاب کا مقصد دعوت کے میدان میں کام کرنے والے نوجوانوں کو پست ہمت کرنا نہیں ہے، بلکہ انکی صحیح رہنمائی کرنا ہے، اس کا ہدفِ حقیقی انہیں یہ بتانا ہے کہ کہیں انکی محنت روزِ قیامت اکارت نہ جائے، کہیں انکی اصلاح کا کام امت میں فتنہ اور فساد کا سبب نہ بن جائے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آج دعوت اور خدمتِ دین کے لئے نوجوانوں کی اشد ضرورت ہے، بلکہ معاشرہ کا ہر فرد اگر اسکو اپنا فریضہ سمجھ لے تو یقینا ملک میں امن پھیلے گا، خوشحالی آئیگی، نفرت وعداوت کی جگہ محبت اور اخوت عام ہوگی، لیکن یہاں ایک ضروری بات یہ عرض کرنی ہے کہ دعوت کا کام کرنے والے حضرات کو چاہئے کہ وہ قابل علماء کی نگرانی میں کام کریں، ان سے مشورہ لیں، ان سے علم وادب سیکھیں، کسی بھی اہم فیصلہ سے پہلے علماء سے ضرور رجوع کریں، ان سے جتنا سیکھا ہے اتنا ہی سکھائیں، بغیر علم کے دین میں کلام نہ کریں، تواضع اور عاجزی اختیار کریں، انکو اپنا حریف نہ بنائیں، جتنا قد اتنی ہی بات کریں، ملک اور ملت کے عام مسائل کو علماء اور عمائدین ملت کے لئے چھوڑدیں، شہرت کے نشہ میں ،ٹی وی چینلوں کی زینت بننے کے خواب میں امت کی غلط نمائندگی نہ کریں، اور نہ ہی دشمنان اسلام کو جگ ہنسائی کا موقعہ دیں۔

جلسہ وجلوس منعقد کرنے والے خیرخواہان ملت سے گذارش کروں گا کہ جیسے مریض کی خواہشات کا خیال کرتے ہوئے اگر اسکی حسب خواہش غذا دی جائے اور مضر اشیاء سے اجتناب نہ ہو تو مرض ضرور بڑھیگا اور مریض کی ہلاکت یقینی ہو جائیگی، ایسے ہی عوام الناس کے دلوں کا علاج ، انکی اصلاح اور کامیابی علمائے کرام سے استفادہ میں ہے، نا کہ انکی حسب خواہش جاہل تیز طرار مقرروں کی تقریر میں ، لہٰذا اپنے اجلاسوں کی زینت علماء کو بنائیں نا کہ بولنے کا فن جاننے والے جاہلوں کو۔

آخر میں معمارانِ قوم علماء و اساتذہ اور ذمہ دارانِ مدارس اسلامیہ سے میرا عاجزانہ سوال ہے کہ یہ فتنۂ بردرس کا اصل سبب کیا ہے؟ اور اس کے تدارک کی مناسب سبیل کیا ہے؟

موجودہ زمانہ میں ہندوستان کے علماء کی اکثریت اردو دان طبقہ سے تعلق رکھتی ہے، اور مدارس عربیہ میں آج کی عام بولی جانیوالی انگریزی زبان کی معیاری تعلیم نہیں دی جاتی، جس کی وجہ سے فارغینِ مدارس انگریزی زبان میں اپنے مافی الضمیر کو

ادا کرنے سے قاصر ہیں، اور چونکہ ہندوستان کا پڑھا لکھا طبقہ اور خصوصا غیر مسلم حضرات انگریزی زبان ہی سے واقف ہیں، اس لئے دعوت کے میدان میں ایک زبردست خلا پیدا ہو گیا، اور غیروں تک دین کی دعوت پھیلانے اور اسلام پر آئے دن اعتراضات کا جواب دینے کے لئے ،اور میڈیا میں اسلام کی صحیح نمائندگی کرنے کے لئے مدارس عربیہ مناسب افراد تیار نہیں کرسکے، اس خلا کو دیکھ کر ڈاکٹر ،انجینئر ، اڈوکیٹ (وکیل)، ہر کوئی میدانِ دعوت میں کود پڑا، اور اس نے یہ محسوس کیا کہ وظیفۂ دعوت اسکے اپنے پیشہ سے کہیں زیادہ فائدہ مند ہے،اور اپنی چرب زبانی کی وجہ سے مختصر مدت میں سستی شہرت کا موجب بھی، جس کے نتیجہ میں یہ بردرس آج ایک فتنہ بن چکے ہیں، جن سے فائدہ سے زیادہ امت کا نقصان ہو رہا ہے۔

لہٰذا میری نظر میں خیر خواہان ملت پر فرض ہے کہ ایک طرف علماء کو جدید ٹکنالوجی سے لیس کریں، انکو علوم شرعیہ میں تخصص کے ساتھ ساتھ ملک میں رائج عالمی زبان میں ماہر بنائیں، میڈیا اور ذرائع ابلاغ میں کام کا سلیقہ سکھائیں، باصلاحیت طلبہ پر خصوصی توجہ مبذول کریں، اور انہیں زندگی کے مختلف مجالات میں تعلیم وعمل کی ترغیب دلائیں جہاں اسلام اور مسلمانوں کی صحیح نمائندگی کی بہت سخت ضرورت ہے۔

دوسری طرف اپنے مدارس میں عربی زبان کو تدریسی زبان (teaching language) بنا کر امت کے ہر فرد کو دین سیکھنے کا موقعہ دیں، تاکہ علمِ نبوت صرف اردوداں طبقہ تک محدود ہو کر نہ رہ جائے، بلکہ امت کے ہر طبقہ سے علماء بنیں، اور دینِ رحمت کی نشرواشاعت ہر زبان میں ممکن ہو، آخر میں اللہ تعالی سے دعا ہے کہ مصنف کو اس کار خیر پر اجر عظیم عطا فرمائے، اسلام اور مسلمانوں کو سربلندی عطا ہو آمین۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کتبہ : ڈاکٹر/آرکے نور محمد عمری مدنی

ڈائرکٹر الأذان عربی کالج، چنائی۔انڈیا

مقدمہ
سنت تمیز!

تمیز اللہ کی سنتوں میں سے ایک سنت ہے، جس کے ذریعہ اللہ رب العالمین حق و باطل میں فرق فرماتا ہے، تاکہ کم علم اور جاہل کو اشتباہ نہ ہو اور اہل علم کو اپنے حق پر ہونے کا یقین و اطمینان ہو۔ اللہ نے اپنے کلام میں جگہ جگہ اس سنت و قانون کی وضاحت کی ہے چنانچہ کہیں پر فرمایا :

﴿ لِيَمِيزَ ٱللَّهُ ٱلْخَبِيثَ مِنَ ٱلطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ ٱلْخَبِيثَ بَعْضَهُۥ عَلَىٰ بَعْضٍ ﴾[1] تاکہ خبیث کو طیب اور پاکیزہ سے الگ اور جدا کرکے اسی جیسے خبیث سے ملادے۔ کہیں فرمایا کہ ﴿ وَلَمَّا يَعْلَمِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ جَٰهَدُوا۟ مِنكُمْ وَيَعْلَمَ ٱلصَّٰبِرِينَ ﴾[2]

تاکہ تم میں سے جہاد کرنے والے اور صبر کرنے والوں کی پہچان اور وضاحت ہوجائے کہیں فرمایا کہ ﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى ٱلَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴾[3] کہدیجئے کہ کیا اہل علم اور جہلاء برابر ہوسکتے ہیں؟

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سنت تمیز سے متعلق بڑی پیاری بات کہی ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العالمین نے اپنی کتاب میں عالم اور جاہل کے بیچ برابری کی نفی کی ہے، ایسے ہی خبیث اور طیب، بینا اور نابینا، روشنی اور تاریکی، تیز دھوپ اور ٹھنڈے سایے، جنتیوں اور جہنمیوں، گونگے لاچار جو کسی لائق نہ ہو اور سیدھی راہ پر گامزن، عدل وانصاف کا حکم کرنے والے، مومنوں اور کافروں، عمل صالح کرنے والوں اور فساد مچانے والوں نیز متقیوں اور فساق و فجار کے درمیان برابری اور مساوات کی نفی کی ہے، چنانچہ ان دس مقامات پر مذکورہ اصناف میں ہونے والی تفریق

1۔ الانفال: 37

2۔ آل عمران: 142

3۔ الزمر: 9

اس بات پر دلیل ہے کہ عالم کو جاہل کے مقابلے میں وہی مقام حاصل ہے جو روشنی کو تاریکی، ٹھنڈے سایے کو تیز اور گرم دھوپ، پاکیزگی کو خبائث و گندگی اور دیگر اچھی اصناف کو بری اصناف پر حاصل ہے، اور یہی بات علم واہل علم کی فضیلت کے لئے کافی ہے۔[1]

جی ہاں ! اسی تمیز کی وجہ سے قرآن کے ناموں میں سے ایک نام الفرقان بھی ہے، رسول اللہ ﷺ کے اوصاف میں سے ایک وصف آپ کا "فارق" ہونا بھی ہے، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو بھی اسی وجہ سے "فاروق" کے لقب سے یاد کیا گیا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دروازے کو چھوڑ کر اپنی مسجد میں کھلنے والے سارے ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دروازوں کو بند کروادیا تھا[2]، تاکہ ان کے فضل و مکانت کی تمیز ہوسکے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا "**ان اللہ حرم علي الصدقة وعلى أهل بيتي**" کہ رب العالمین نے مجھ اور میرے اہل وعیال پر صدقہ حرام قرار دیا ہے۔[3] تاکہ اہل بیت کی غیر اہل بیت سے تمیز ہوسکے، آپ نے فرمایا تھا کہ "**لا تسبوا أصحابي فو الذي نفسي بيده لو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا ما أدرك مد أحدهم ولا نصيفه**"[4] "کہ میرے صحابہ کو گالی نہ دو اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرکے بھی ان کے ایک بلکہ آدھے مد صدقہ کے ثواب کو بھی نہیں پہنچ سکتا" تاکہ صحابہ کی غیر صحابہ سے تمیز ہوسکے۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے اپنے بعد آنے والوں کو "اخوان" اور اپنے صحابہ کو "اصحاب" فرمایا تھا[5]۔ اسی وجہ سے باطل فرقوں کی وضاحت ہوئی چنانچہ

1۔ العلم فضلہ وشرفہ: ص236-337

2۔ متفق علیہ (بخاری، ح:3904، مسلم، ح:2382)

3۔ الطبقات الکبری: ابن سعد: 297/1، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے، صحیح الجامع الصغیر: ح:1750

4۔ صحیح بخاری، ح: 3673۔ صحیح مسلم، ح: 2540

5۔ سنن النسائی: 93/1، ح:150، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: احکام الجنائز، ح: 190، الارواء، ح: 776۔

قرآن کریم کی تقریباً 13 سورتوں میں تقریباً 650 آیتیں منافقین کی خصلتوں، اور اوصاف کے بیان میں نازل ہوئی، تاکہ لوگوں کو کسی طرح کا اشتباہ نہ رہے، حتی کہ سلف میں سے کسی نے کہا کہ "کاد ان ینزل القرآن فی المنافقین کله"۔ اسی وجہ سے آپ نے قدریہ کو "مجوس هذه الامة"[1] "قرار دیا، ان کی عیادت و تیمار داری اور جنازے میں شرکت سے منع فرمایا، خوارج کو "کلاب النار"[2] کہا، جھوٹے مدعیان نبوت سے بھی آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میری امت میں تیس جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہوں گے، آگاہ رہو کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا[3]۔ دجال جو کہ خدائی کا دعوہ کرے گا اور بہت سارے لوگ اس کے فتنہ کا شکار ہونگے اس کے بھی رب کریم کے ساتھ ہونے والے اشتباہ کو نبی کریم ﷺ نے دور کرتے ہوئے فرمایا کہ "یقول: أنا ربکم ولا ترون ربکم حتی تموتوا، وإنه أعور، وإن ربکم لیس بأعور"[4] وہ خدائی کا دعوی کرے گا، آگاہ رہنا کہ تم مرنے سے پہلے اپنے رب کو نہیں دیکھ سکتے، اس کی داھنی آنکھ کانی ہوگی جبکہ تمہارا رب کانا نہیں ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے فرمان ﴿ إِنَّهُۥ لَقَوۡلُ رَسُولٖ كَرِيمٖ ۝٤٠ وَمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَاعِرٖۚ قَلِيلٗا مَّا تُؤۡمِنُونَ ۝٤١ وَلَا بِقَوۡلِ كَاهِنٖۚ قَلِيلٗا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝٤٢ ﴾[5] کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ یہاں رسول سے رسولِ بشری مراد ہے اور چونکہ کاہن اور شاعر بھی بشر ہوتے ہیں جن کے کلام کا رسول کے کلام سے اشتباہ اور التباس ممکن ہے لہٰذا اللہ نے ان دونوں اصناف کی نفی کرکے اسے رسول کا کلام ہونا ثابت کیا اسی طرح اللہ کے فرمان ﴿

1۔ سنن ابی داؤد: 222/4، ح: 4691، سنن ابن ماجہ: 35/1، ح: 92، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے صحیح الجامع الصغیر: ح: 4442

2۔ سنن ابن ماجہ: 61/1، ح: 173، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الجامع الصغیر: ح: 3347

3۔ التعلیقات الحسان علی صحیح ابن حبان: 389/9، ح: 6679، شیخ البانی نے اسے صحیح کہا ہے، دیکھئے الصحیحہ: ح: 1957

4۔ سنن ابن ماجہ: 1359/2، ح: 4077 (اس کی اصل صحیحین میں موجود ہے)

5۔ الحاقۃ: 40-42

إِنَّهُۥ لَقَوۡلُ رَسُولٖ كَرِيمٖ ۝١٩ ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي ٱلۡعَرۡشِ مَكِينٖ ۝٢٠ مُّطَاعٖ ثَمَّ أَمِينٖ ۝٢١
وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجۡنُونٖ ۝٢٢ وَلَقَدۡ رَءَاهُ بِٱلۡأُفُقِ ٱلۡمُبِينِ ۝٢٣ وَمَا هُوَ عَلَى ٱلۡغَيۡبِ بِضَنِينٖ
۝٢٤ وَمَا هُوَ بِقَوۡلِ شَيۡطَٰنٖ رَّجِيمٖ ۝٢٥ ﴾[1] کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ "چونکہ نہ نظر آنے والی مخلوق میں شیطان کا ملک اور فرشتے سے اشتباہ ممکن ہے اسی لئے رب کریم نے وضاحت کردی کہ وہ شیطان کا نہیں فرشتے کا کلام ہے۔"[2]

اندازہ لگایئے کہ جب اللہ جیسی بے مثال ذات اور رسول اللہ ﷺ جیسی باکمال شخصیت کے بھی مدعیان پیدا ہوسکتے ہیں، اور ان سے اشتباہ کا خطرہ لاحق اور تمیز کی حاجت درکار ہوسکتی ہے، قران جیسی عظیم کتاب، صحابۂ کرام جیسی مکرم شخصیات، ملائکہ جیسی مبارک ہستیوں، اہل بیت جیسے اطہار کی تمیز کی حاجت پیش آسکتی ہے، تو کیا حاملین کتاب و سنت کی کروڑوں، تقویٰ شعاری و پرہیزگاری، خلوص و للّٰہیت کے لبادے اور جبہ و دستار میں چھپے جھوٹے مدعیان وراثت نبوت سے تمیز کی حاجت و ضرورت نہیں پیش آئیگی۔؟! جی ہاں! حاجت تھی اور ہے! اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اس تمیز کو بھی مشروع قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ "**فضل العالم علی العابد کفضلي علی ادناکم**"[3] کہ عالم کو عابد پر ایسے ہی فضیلت و برتری حاصل ہے جسطرح مجھے تم میں سے ادنی شخص پر۔!

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس سنت کو زندہ رکھا چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے کہ "**انکم فی زمان کثیر علماؤہ قلیل خطباؤہ وسیأتی علی الناس زمان کثیر خطباؤہ قلیل علماؤہ**"[4] "کہ تمہارے زمانے میں علماء زیادہ اور خطباء کم ہیں، ایک زمانہ ایسا آئیگا جس میں خطباء زیادہ اور علماء کم ہونگے"۔ حضرت

1۔ التکویر: 19-52
2۔ مجموع فتاوی: 2/1، ص: 38-39
3۔ سنن ترمذی: 347/4، ح: 2685۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے صحیح الجامع، ح: 4213
4۔ بخاری فی الادب۔ ح: 789، طبرانی: 108/9، ح: 8566

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے "للعلماء درجات فوق المومنین بسبع مائة درجة مابین الدرجتین مسیرة خمسمائة عام"[1] کہ علماء عام مومنوں سے کئی درجہ بلند ہیں جن میں سے محض ایک درجے سے دوسرے درجے کا فاصلہ پانچ سو سال ہے۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ "ذھب العلماء فلم یبق الا المتکلمون وما المجتھد فیکم الا کاللاعب فیمن کان قبلکم"[2] کہ علماء تو چلے گئے اب صرف باتیں کرنے والوں کے علاوہ اور کون بچا ہے؟ اور تمہارے محنت کرنے والے بھی سلف کے کھیل کرنے والوں کی طرح ہے۔!!

انہی کے نہج پر چلتے ہوئے سلف نے بھی طبقۂ علماء و محدثین اور فقہاء سے خلط ملط ہونے والے گھس پیٹیوں کے دجل و فریب کی وضاحت میں کتابیں لکھیں، چنانچہ علی بن زید البیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "تنبیہ العلماء علی تمویہ المتشبہین بالعلماء" تالیف کی، امام نابلسی رحمۃ اللہ علیہ نے "زیادۃ البسطة فی بیان العلم نقطة" لکھی، احمد الجزائری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح لکھی، قریاتی المغربی رحمۃ اللہ علیہ نے "تحفة النبہاء فی التفرقة بین الفقہاء و السفہاء" لکھی، ابن بطہ رحمۃ اللہ علیہ نے "اجماع العلماء علی التحذیر من اھل الاھواء" تصنیف کی، خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "الفقیہ والمتفقہ" لکھی، ابن فکون الجزائری رحمۃ اللہ علیہ نے "منشور الہدایة فی کشف حال من ادعی العلم والولایة" لکھی، جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "تحذیر الخواص من اکاذیب القصاص" تالیف کی، امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے "القصاص و المذکرین" لکھی، بکر بن عبداللہ ابو زید رحمۃ اللہ علیہ نے "التعالم واثرہ علی الفکر والکتاب" لکھی، عراقی حامد نے "المجددون و الرویبضة" لکھی، شیخ سعید رسلان حفظہ اللہ نے "تمییز العلماء من الخطباء و المفکرین" تالیف کی۔ اس کے علاوہ محدثین پر اللہ رحم کرے کہ انہوں نے جھوٹوں سچوں، سنیوں اور بدعتیوں کی تفریق میں فن رجال کی ایسی ایسی کتابیں تالیف کی جن کی

1۔ مختصر منہاج القاصدین: 13/1

2۔ کتاب العلم: ابوخثیمہ زہیر بن حرب 19/1 ح: 69

مثال پیش کرنے کے بارے میں کائنات ارضی کے جھوٹے اور باطل مذاہب سوچ بھی نہیں سکتے۔

حالاتِ حاضرہ میں تمیز کی حاجت و ضرورت

ادھر جب سے ہندوستان میں انگریزی تہذیب سے متاثرہ اسکولوں، کالجوں، اور یونیورسٹیوں کی بھرمار ہوئی، تعلیم کا دور دورہ ہوا، ہندسہ، طب، کیمیاء، فیزیا، بائیلوجی، حساب، آرٹ اور سائنس جیسے علمی تخصصات وجود میں آئے، لوگوں کی ثقافتی سطح بلند ہوئی، مکتبات کی کثرت کے ساتھ ہی حدیث و تفسیر و تاریخ وغیرہ کی ان کتابوں کی فراوانی ہوئی جن تک ماضی قریب میں سوائے طلبۂ مدارس کے بہت کم لوگوں کے ہاتھ پہنچتے تھے۔ ٹی وی، موبائل اور انٹرنیٹ، نے اس میں اور بھی سہولت پیدا کردی تب سے لوگ شرعی اصولوں، استنباط واستخراج کے قواعد، نظر و فکر کے پیمانوں، عوارض ادلۃ اور ان کے دفاع کے اسلوبوں، ترجیح و توقف کے قواعد، ناسخ و منسوخ، محکم و متشابہ، نحو و صرف، لغۃ عرب کے اصولوں کی معرفت کے بغیر ہی ان کتابوں پر صماو عمیانا گرنے لگے ہیں پھر اسی پر بس کرتے تو شر و برائی کا اندیشہ کم تھا، پر افسوس یہ ہے کہ ان میں سے بعض متثقفین۔ جنہوں نے سائنس، طب، ہندسہ وغیرہ کسی فن میں تخصص کر رکھا تھا، جنہیں اسلام کا عام فہم تصور تھا، اسلام اور دیگر مذاہب کے مابین بعض فروقِ ظاہرہ (جیسے نری مادہ پرستانہ سوچ، دین و دنیا کی تفریق، شخصی ملکیت کا کلی تصور) کی اطلاع تھی اور دیگر اجتماعی، اقتصادی، امور کی معرفت تھی، مغربی تہذیب سے بھی وہ واقف تھے، سوقِ وقت کی رائج زبان پر دسترس رکھتے تھے، اور جو کچھ بھی تھے پر عالم نہ تھے۔ وہ بھی اس میدان کی شہسواری کی جستجو کرنے لگے، پھر شریعت سے جہالت کے ناطے، امت کی اصلاح اور تبلیغ دین کے بہانے شیطان کی سازش کا وہ شکار ہوئے کہ اچانک "رویبضہ" بن کر میدان دعوت پر بارش کی مینڈکوں کی طرح ظاہر ہوگئے؟ پھر تو

ہندوستان کے ساتھ دنیائے انٹرنیٹ کی ہر وادی ان کی ٹیاوں ٹیاوں سے جہالت کی ظلمتِ شب کا سناٹا چیرنے اور اس کی ہیبت میں اضافہ کرنے لگی، ان کی مثال اس طرح تھی کہ:

"برز الثعالب يوما　　في صورة الواعظينا
فمشى في الأرض يهذي　　ويسب الماكرينا
ويقول الحمد لله　　إله العالمينا
يا عباد الله توبوا　　فهو كهف التائبينا
وازهدوا في الطير إن　　العيش عيش الزاهدينا
واطلبوا الديك يؤذن　　لصلاة الصبح فينا
فأتى الديك رسولا　　من إمام الناسكينا
عرض الأمر عليه　　وهو يرجو أن يلينا
فأجاب الديك عذرا　　يا أضل المهتدينا
بلغ الثعالب عني　　عن جدودي الصالحينا
عن ذوي التيجان ممن　　دخل البطن اللعينا
أنهم قالوا وخير　　القول قول العارفينا
مخطئ من ظن يوما　　إن للثعلب دينا" (1)

کہ ایک دن بھیڑیا واعظ و ناصح کے لباس میں آیا، زمین پر ہذیان بکتے اور مکاری میں بڑے بڑے مکاروں کو بھی منہ چڑاتا اور گالیاں بکتے پھرا، پھر کہنے لگا کہ ساری تعریفیں اس اللہ کے لئے ہے جو دونوں جہاں کا پالنہار ہے، اے اللہ کے بندو اللہ سے توبہ کرو کہ توبہ ہی تائبین کا غار ہے، اور پرندے کھانے میں زہد اختیار کرو یعنی پرندے کم کھایا کرو، بے شک زاھدوں کی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ اور مرغ کو بلاؤ کہ وہ ہم میں

1۔الرویبضۃ والمجددون: ص19-20

فجر کی اذان کہے، چنانچہ عبادت گزاروں کاامام مرغا، رسول بن کر تشریف لایا تو بھیڑیئے نے اسے ذمہ داری سونپی اور گذارش کی کہ وہ دوران اذان ذرا قریب ہی رہے اس پر مرغے نے جواب دیا کہ معاف کرنا ائے گمراہ رہنما۔!

بھیڑیوں کو میری اور میرے تاجوں والے ان صالح آباء واجداد کی طرف سے جنہیں لعنت زدوں نے کھالیا تھا، یہ بہترین بات پہنچا دینا کہ جو بھی یہ سمجھتا ہے کہ بھیڑیا دیندار ہے، وہ بڑی غلط فہمی کا شکار ہے۔

لیکن افسوس دنیا ان کی حقیت واصلیت اور فکر کو نہ سمجھ سکی اور سمجھتی بھی کیسے جبکہ ان کے پاس وسائلِ اعلام کی جادوئی چھڑی تھی جس میں بڑے بڑے رذیل کو شریف بنانے، اچھے سے اچھے شریف کو ذلیل کرنے، راتوں رات شہرت کے ساتوں آسمان طئے کرادینے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہیرو بنادینے کا گر تھا۔ پھر کیا تھا اس سحر سے مسحور عوام تو عوام بہت سارے علماء بھی ان کی مدح سرائی میں مشغول ہوگئے، دنیا انہیں سراہنے لگی، اپنی توجہ، وقت اور دل دینے لگی، مال، شہرت، عزت، اعلی مراتب، اور وہ وہ القاب دینے لگی جو کبھی کسی صحابی، تابعی، اور بڑے بڑے فاتحین کو بھی نہیں دیئے گئے ہوں، مجالس کے، ہوٹلوں، پارکوں، میدانوں، اسکولوں اور کالجوں سے بڑھ کر، مدارس کے دروازے ان کے لئے واکردیئے گئے۔ ان کی آمد کو غنیمت، صحبت کو کرامت، اور رؤیت ودیدار کو شرف بنالیا گیا، انکے علامہ ابن تیمیہ اور ابن القیم سے بھی گہرے علمی سمندر!! سے جہالت کے گوہر پارے، لؤلؤ اور موتی چرائے جانے لگے، میڈیا، T.V، انٹرنیٹ اور انگریزی واردو چینلز ان کے قیمتی اوقات سے سامان ضیاع کا سیل رواں منٹوں میں دنیا بھر میں کسی چائنز آیٹم کی طرح سپلائی کرنے لگے، غرض کہ انہیں مرجع بنالیا گیا ان کے پیچھے انہی کے طرز اور نقش قدم پر شیخ امان الجامی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی: "ہر جامعہ، کالج ویونیورسٹی سے فارغ ہو کر تلاشِ معاش میں ناکام ہونے والا اس مقدس میدان میں قسمت آزمائی کرنے لگا، کسی دعوہ سینٹر میں ایک، دو یا تین چار مہینہ لگا کر داعیہ ہونے کی شہادتِ زور لیکر باآسانی اسٹیج کی رونق بننے لگا، جبکہ اسے نہ

منہج واسلوبِ دعوت کا پتہ ہوتا، نہ مدعووین کے احوال و کوائف کا علم، آداب و سیاستِ دعوت کی سوجھ بوجھ ہوتی نہ مسولیتِ داعی کا شعور، نہ ذمہ داری کا احساس نہ امت کا حقیقی درد معلوم ہوتا "[1] یہی نہیں ہر نکڑ و چوراہے پر علماء کو نکمّے پن کا طعنہ اور انہیں (بردرس کو) خدمت دین کا تمغہ دیا جانے لگا، اس طرح لوگوں کو علماء سے دوسرے لفظوں میں قرآن وسنت اور اللہ سے دور کیا جانے لگا، تب ضرورت محسوس ہوئی کہ اللہ کی سنتِ تمیز کو زندہ کیا جائے، ان کے بہرج، دجل وفریب، اور مکاری وعیاری سے پردہ اٹھایا جائے، امت کو، فن اور رجالِ فن کو ان کے ذریعہ ہونے والے نقصان سے آگاہ کیا جائے، اور بتایا جائے کہ یہ گھس پیٹئے ہیں، جسطرح ہر فن، حرفت اور صنعت میں دخلاء درآتے اور اپنے کالے کرتوتوں سے فن اور اہل فن کو بدنام کرتے ہیں اسی طرح یہ بھی دخلاء ہیں جو فنِ دین میں گھس آئے ہیں، یہ مصیبت ہیں، حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی سچی بات کہی تھی کہ "**لا آفة على العلوم وأهلها أضر من الدخلاء فيها من غير أهلها فإنهم يجهلون ويظنون أنهم يعلمون ويفسدون ويقدرون أنهم يصلحون**" [2] کسی بھی علم اور اس کے حاملین پر دخلاء اور گھس پیٹیوں سے بڑھ کر کوئی آفت ضرر رساں نہیں، جو زبردستی اپنی تمام تر نااہلیوں کے باوجود فن میں گھس آتے ہیں، چنانچہ وہ جاہل ہو کر بھی خود کو عالم سمجھتے ہیں، فساد مچا کر بھی گمان کرتے ہیں کہ اصلاح کا کام کر رہے ہیں۔

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے نقصان کو بتاتے ہوئے فرمایا تھا کہ "**أن كل راسخ لا يبتدع أبدا وإنما يقع الإبتداع ممن لم يتمكن من العلم الذي ابتدع فيه ....فإنما يؤتى الناس من قبل جهالهم الذين يحسبون أنهم علماء**"[3] کہ دین میں علمی رسوخ رکھنے والے کبھی بدعت ایجاد نہیں کرتے بلکہ بدعت تو کسی فن میں در

1۔ مشاکل الدعوۃ والدعاۃ فی العصر الحدیث: 43

2۔ الاخلاق والسیر، ص: 91

3۔ الاعتصام: 145/1

آنے والے گھس بیٹھے جو اس فن سے ناواقف ہوتے ہیں وہ ایجاد کرتے ہیں۔۔۔جی ہاں ! لوگ ہمیشہ انہیں جہال کی وجہ سے گمراہ ہوئے ہیں جو خود کو علماء گردانتے رہے"۔اسی تعلق سے امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ بدر الطالع میں علی بن قاسم حفش رحمۃ اللہ علیہ کی بات نقل کرتے ہیں کہ "لوگوں کے تین درجات ہیں بلند اور عالی درجہ علماء کرام کا ہے، جو کہ حق و باطل کو پہنچانتے ہیں، وہ آپس میں گرچہ کتنا بھی اختلاف کریں ، امت میں ان کا اختلاف فتنہ کا سبب نہیں بنتا کیونکہ وہ ایک دوسرے کے علمی مرتبے کو جانتے ہیں، نچلا طبقہ عوام کا ہوتا ہے ، جو فطرتاً حق سے متنفر تو نہیں البتہ اپنے امام و مقتدی کے تابع ہوتے ہیں ، اگر وہ حق پر ہوا تو حق پر اور اگر وہ باطل پرست نکلا تو یہ سب باطل پرست ہو جاتے ہیں۔ درمیانہ طبقہ ان لوگوں کا ہے جنہوں نے نہ تو اس قدر علمی گہرائی حاصل کی ہوتی کہ پہلے درجے والوں سے جا ملتے اور نہ بالکلیہ حصولِ علم ترک ہی کیا ہوتا ہے کہ نچلے طبقے میں شمار ہوتے یہی طبقہ دراصل شر کا منبع اور دین میں پیدا شدہ سارے فتنوں کی جڑ ہے۔"(1)

امام اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ : "جب سے حکمت ، وعظ ، نصیحت اور اجتماعی دعوت و تبلیغ کے لئے داعی کے اختبار و امتحان کی سنت اور اہلیت کی جانچ کی رعایت ختم ہوئی تب سے جہلاء نے علمی قیادت کی باگ ڈور سنبھال لی ہے، چنانچہ فرطِ جہالت میں نئے نئے کام ایجاد کر کے ، نئے نئے طریقوں اور راستوں سے عوام کو گمراہ بھی کر رہے ہیں اور ریاست و عزت ،مال و دولت اور شہرت وواہ واہی بھی لوٹ رہے ہیں۔ پھر عوام بھی دل کھول کر ان کی مدد کر رہی ہے ، اور کرے بھی کیسے نہ جبکہ ان کے اور ان جاہل رؤساء کے چلنے، پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، بولنے ، چالنے اور رہنے سہنے کے طریقے ایک جیسے ہیں، آپس میں ان کی طبیعتوں اور فطرتوں کے جوہر ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں چنانچہ مشاکلت کی محبت میں ان کی طرف پروانوں کی طرح کھنچے چلے آتے ہیں ، یہی

1۔البدر الطالع: 473/1

نہیں وہ عوام کی صدارت لوٹنے کے بعد اپنی تمام تر شرارتوں، جہالتوں، سفاہتوں اور بے شرمیوں کے باوجود علماء کے منصب پر دست درازی بھی کر رہے ہیں، چنانچہ کبھی ان کی تحقیر کرتے ہیں، کبھی انہیں برا بھلا کہتے اور نکمّے پن سے منسوب کرتے ہیں حتی کہ اپنے تاجِ وقار و عزت اور مکانت و منزلت کی حفاظت کے لئے ان میں سے بعض کی تفسیق و تبدیع اور تکفیر تک کی حاجت پیش آجائے تو اس سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یہ دراصل اپنے چیلوں اور حواری مواریوں سے دھوکے میں ہیں، ان کی حرکتوں سے امت میں ظلم اور تباہی پھیل رہی ہے۔"[1]

سعد بن عبدالرحمٰن الحصین حفظہ اللہ فرماتے ہیں: "دین کیلئے سب سے زیادہ نقصاندہ وہ جاہل لوگ ہیں، جو جہالت کی بنیاد پر اللہ کی عبادت کرتے، رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو چھوڑ کر نئے نئے طریقے سے فریضۂ دعوت انجام دیتے ہیں، حالانکہ اللہ رب العالمین نے مومن بندوں کو نبی کی اتباع کرنے اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے کا حکم دیا ہے۔"[2]

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ: "موجودہ دور میں امت کے لئے سب سے خطرناک وہ جاہل اور کم علم لوگ ہیں جو داعی کے روپ میں سامنے آرہے ہیں، ان کے پاس مسائل کا پورا علم نہیں ہوتا پھر بھی لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اس طرح خود بھی گمراہ ہو رہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔"[3] انکے تصدر سے ہونے والے مزید نقصانات بتاتے ہوئے شیخ عبدالرحمان الحصین فرماتے ہیں کہ: "چودھویں صدی ہجری کی انتہاء اور پندرہویں صدی کی ابتداء میں دینی لہر کا فائدہ اٹھا کر بہت سارے حرکی، حزبی اور فرقہ پرستانہ سوچ رکھنے والے جاہل عوام نے دعوت اللہ کے مقدس فریضے پر غلبہ پالیا ہے، میرا ماننا ہے کہ یہ اپنے افکار، خیالات، مناہج و اہداف و

1۔الذریعہ الی مکارم الشریعہ۔ص:158-159

2۔ مہذب تحذیر الخواص، ص:20

3۔اعانۃ المستفید: 33/1

مقاصد میں مشرق و مغرب کی دوری اور اختلاف رکھنے کے باوجود یہ سمجھتے ہیں کہ اچھا کام کررہے ہیں، یہ اپنے ساتھ امت کو بھی معصوم منہجِ رسول ﷺ سے غیر معصوم انسانی اور بشری مناہج و افکار کی طرف، اللہ کی شریعت سے مبنی بر جہالت اختراعی شریعت کی طرف، وحدت و اجتماع سے افتراق و انتشار اور تفرقہ بازی کی طرف منتقل کررہے ہیں، جس کا نتیجہ ہدایت کے بعد گمراہی، اجتماع کے بعد افتراق اور یقین کے بعد جذباتیت و غوغایت اور ظن و گمان ہے، جبکہ ان سب باتوں سے پہلے ہی اللہ رب کریم نے ہمیں آگاہ فرمادیا تھا ﴿ ثُمَّ جَعَلْنَٰكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ ٱلْأَمْرِ فَٱتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَآءَ ٱلَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝١٨ إِنَّهُمْ لَن يُغْنُوا۟ عَنكَ مِنَ ٱللَّهِ شَيْـًٔا ۚ وَإِنَّ ٱلظَّٰلِمِينَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۖ وَٱللَّهُ وَلِىُّ ٱلْمُتَّقِينَ ۝١٩ ﴾"[1][2]

تخصصات کا دور

پھر تعجب ہے لوگوں پر کہ آج اس اسپشلائزیشن اور تخصصات کے دور میں کیسے انہوں نے ان گھس پیٹیوں کو قبول کرلیا، جبکہ وہ دنیوی معاملات میں اسے قبول کرنا تو دور اس کے بارے میں سوچتے بھی نہیں، چنانچہ دانت درد ہونے پر ہر کسی کی کوشش ہوتی ہے کہ دانت اسپیشلسٹ کا رخ کریں، غرض کہ کان، ناک، آنکھ، اور دل و دماغ وغیرہ کے سارے علاج متخصص سے کرواتے ہیں، یہی معاملہ دیگر حاجات اور ضروریات کا بھی ہے، عوام سے زیادہ تعجب علماء کرام پر ہے کہ اپنے فن کے تئیں ان کی غیرت کہاں گھاس چرنے چلی گئی جبکہ وہ جانتے ہیں کہ ہر حرفت و صنعت والا اور اپنے پیشے و صنعت کے تئیں اس قدر حساس اور غیرت مند ہوتا ہے کہ چند منٹوں کے لئے بھی گھس پیٹیوں کو برداشت نہیں کرتا، جی ہاں! ان کی اسی غیرت کا نتیجہ ہے کہ کوئی

1۔ الجاثیۃ: ۱۸–۱۹

2۔ مہذب تحذیر الخواص، ص: 21-22

طبیب بنے بغیر کسی ہاسپٹل میں عملی مشق کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا، پائلٹ کی ڈگری لئے بغیر ہوئی جہاز اڑانا تو دور ایئر پورٹ میں گھس بھی نہیں سکتا، ارے انسان تو انسان جانور بھی گھس پیٹیوں کو قبول نہیں کرتے چنانچہ کوئی کتا اگر کسی دوسرے کتے کے ایریئے میں بسیرا کرنا تو دور وہاں سے گذر بھی جائے تو وہ ساتوں آسمان سر پر اٹھالیتا ہے، دیگر کتوں کو جمع کرکے وہ طوفان مچاتا ہے کہ دنیا والے بھی کسی گھس پیٹیے کی آمد کو محسوس کر لیتے ہیں۔

بھلا بتایئے اگر دنیا کی دیگر صنعتیں اور فنون، جان، مال، عزت و آبرو وغیرہ کے معمولی خطروں کی وجہ سے گھس پیٹیوں کو قبول نہ کرتے ہوں تو وہ علم جو اس قدر لطیف ہو کہ نقطہ کا ہیر و پھیر گوارا نہ کرتا ہو، زیر و زبر کی جنبشوں سے جہاں معانی کا انقلاب واقع ہو جاتا ہو، ایک ایک لفظ جہاں کئی کئی معانی اپنے دامن میں رکھتا ہو اور ان معانی کا تعین بھی سیاق و سباق، قرائن و احوال، سامع و متکلم، زمان و مکان، لغات و لہجات، ارادے و مقاصد کی بنیاد پر ہوتا ہو، جو اس قدر غیور ہو کہ ایک مسئلے کی خاص دلیل دوسرے میں، ایک فن کا خاص قاعدہ دوسرے میں قبول نہ کرتا ہو، جس کا ہر باب اپنے دلائل و مسائل میں ممتاز ہو، جو بدنی طاقت و قوت سے زیادہ ذہنی طاقت و قوت پر، صلاحیت کے ساتھ صالحیت پر، کسب کے ساتھ وراثت و تتلمذ پر، کوشش و محنت سے زیادہ توفیق ربانی اور الہام سبحانی پر، علم کے ساتھ عمل پر مبنی ہو، جس کے آلات دنیاوی حِرَف و فنون کے آلات و اسلحہ میں سب سے مقدس، جس کے حاملین کا رتبہ لوگوں میں انبیاء و صحابہ کے بعد سب سے اعلی، جو بذات خود سب سے اشرف صنعت و حرفت ہو، اللہ کی رضاء و قرب کا ذریعہ ہو، جس پر لوگوں کی دنیا و آخرت کی ابدی صلاح و فلاح کا مدار ہو، جس سے اعراض پر دنیا کے ساتھ ہمیشہ کی اخروی تباہی و بربادی کا خدشہ ہو وہ کیسے اتنے بڑے ہیر پھیر کو گوارا کر سکتا ہے؟

سچ فرمایا تھا علامہ عبد الحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے: ”کہ اللہ رب العالمین نے ہر مقام کے مناسب مقال اور ہر فن کے لائق افراد و رجال پیدا فرمائے ہیں، چنانچہ سخت ترین

علوم میں غوطہ زنی کرنے والے کتنے فقہاء کوادلۂ اصلیہ کی گہرائی کا علم نہیں ہوتا، حدیث اور رجالِ اسناد سے بحث کرنے والے کتنے اشخاص، فقہی فروعات، قواعدِ فقہیہ اور اصولِ فقہ کی باریکیوں سے نابلد ہوتے ہیں، تفسیرِ قرآن سے شغف رکھنے والے کتنے لوگ ایسے ہیں جو صحیح وضعیف احادیث کی پرکھ کے اصولوں سے ناواقف ہوتے ہیں، مشہور و موضوع میں امتیاز نہیں کرپاتے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم لوگوں کو ان کی قدر و منزلت کے مناسب مقام دیں، ادنی کو اعلی اور اعلی کو ادنی نہ بنادیں اور ہر فن کو اس کے ماہرین سے سیکھیں نہ کہ دوسرے فن کے ماہرین سے لیں، کیونکہ گھر والا اپنے گھر کے بارے میں زیادہ جانتا ہے، اور ہر فن کا ماہر اپنے فن کا دوسروں سے زیادہ جانکار ہوتا ہے۔"[1]

اللہ رب العالمین کا فرمان ﴿ وَمَا كَانَ ٱلۡمُؤۡمِنُونَ لِيَنفِرُواْ كَآفَّةٗۚ فَلَوۡلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرۡقَةٖ مِّنۡهُمۡ طَآئِفَةٞ لِّيَتَفَقَّهُواْ فِي ٱلدِّينِ وَلِيُنذِرُواْ قَوۡمَهُمۡ إِذَا رَجَعُوٓاْ إِلَيۡهِمۡ لَعَلَّهُمۡ يَحۡذَرُونَ ﴾[2] خود بتاتا ہے کہ سارے مسلمانوں کا مجاہد بننا مناسب ہے، نہ ساروں کا داعی بننا، نہ سب کا کسان بننا ممکن ہے، نہ سائنسداں اور طبیب بننا، بلکہ ہر فیلڈ کے افراد مختص ہونے چاہئیں۔ تخصص کی اسی اہمیت کے پیش نظر جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ: **"أقرؤهم لكتاب الله أبي بن كعب، وأفرضهم زيد بن ثابت، وأعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل"**[3]

اور خود رب العالمین کا نظام اس بات کی تائید کرتا ہے کہ ہر شخص کو اپنی فیلڈ اور اپنے عمل سے لگاؤ رکھنا چاہئے کیونکہ اللہ رب العالمین نے ہر انسان کو دوسرے انسان سے مختلف صلاحیت دیکر پیدا فرمایا ہے، اور اردو میں مثل بھی مشہور ہے کہ جس کی

1۔ الآثار المصنوعة في الأخبار الموضوعة، ص: 8-9

2۔ توبہ: 122

3۔ سنن الترمذی، ج: 5، ج: 665، ح: 3791۔ حکم الشیخ البانی: صحیح

"بندر یا وہی نچاویں"، چنانچہ جب ہر فن میں تخصص کا لحاظ ہوگا تو امت مختلف جہات اور جوانب میں ترقی کرے گی، ہر فیلڈ کو نہ صرف ماہر افراد میسر آئیں گے بلکہ اس میدان کی ترقی بھی ہو گی، اس میں اختراع، ایجاد اور اتقان کا دور دورا ہوگا، دوسری طرف یہ فائدہ ہوگا کہ امت اور مختلف فنون میں فوضیٰ اور بے ترتیبی نہ ہو گی، کسی بھی فن اور صاحب فن پر غیر متخصص اشخاص بچکانہ اور بڑ بولا پن اختیار نہ کر سکیں گے۔ ورنہ کوئی ہمیں بتائے کہ مختلف فنون میں غیر متخصصین کی خرد برد کو اللہ کے نبی ﷺ کے فرمان "اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة"[1] کے مطابق امانتوں کا ضیاع اور قیامت کی علامت نہ کہا جائے تو پھر کیا نام دیا جائے؟! اسلئے ہر فن اور صاحبِ فن کو اس کا مقام دیا جانا چاہیے، اس کا ادب واحترام ہونا چاہیے، اس کی موجودگی میں دوسرے کو آگے نہیں بڑھنا چاہیے، اسی سلسلے میں شیخ علی بن فراج کہتے ہیں کہ "أن يقوم نوع من الإحترام للتخصص العلمي فمن أفنى عمره في مجال معين لا يجوز أن يشغب عليه من لا يخطر هذا التخصص ببال "[2] کہ آدابِ حوار میں سے یہ بھی ہے کہ علمی تخصص کا احترام ہو چنانچہ جس نے کسی فن میں عمر لگائی ہو اس پر دوسرے کسی ایسے شخص کو جسے اس فن کے سیکھنے کا تصور بھی نہ پیدا ہوا ہو شور و شغب کرنے، آواز بلند کرنے اور اسکے مقابلے میں اپنی علمیت جھاڑنے کا کوئی حق نہیں۔

شبہ: اللہ کا دین سب کیلئے۔۔۔

بہتوں کو یہ شبہ ہوگیا ہے کہ جب دین سب کیلئے ہے تو ہم کیوں پیچھے رہیں اللہ کے دین میں کلام سے۔۔۔؟؟!! اللہ کے بندو: اللہ کا دین سب کیلئے ضرور ہے لیکن عملی اور تطبیقی اعتبار سے، نہ کہ علمی اور توجیہی اعتبار سے۔ اگر معاملہ اسی طرح ہوتا جس

1۔ بخاری: ج: 1، ص: 21، ح: 59

2۔ الخلاف وتأصیل ادابه فی التربیة الاسلامیة

طرح عوام سمجھ رہی ہے توسارے کے سارے صحابہ ہم سے زیادہ اور ہم سے پہلے اس دعوے اور کام کے حقدار تھے "**لو كان خيرا ما سبقونا إليه**" لیکن کبھی صحابہ نے نہ اس قسم کا دعوہ کیا اور نہ اسے شریعت کا منشاء سمجھا ،اسی لئے فقہاء اور مفتیان صحابہ کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے،اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اللہ نے ساری امت پر عالم بننا ضروری نہیں رکھا ہے ،اللہ کا فرمان ہے: "**فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين**" اور واقعتاً، عملا و تطبیقا بھی ایسا ہونا ناممکن ہے،اور اگر بفرض محال ہو بھی جائے تو پوری دنیاکے مصالح معطل ہو جائیں گے،اور اگر اس کے بعد بھی کچھ نادان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: "**طلب العلم فريضة على كل مسلم**" [1] سے اشتباہ کا شکار ہوں تو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہاں پر عام بندوں کیلئے انہیں امور کا سیکھنا ضروری قرار دیا گیا ہے جو ان کے واجبات ،فرائض اور حقوق کا حصہ ہیں ، اس سے بڑھ کر مزید امور کی جانکاری ان کیلئے مستحب ہے فرض نہیں ، اس پر بھی غور کیجئے کہ ہر اہم چیز کی طرح علم کے بھی متطلبات اور تقاضے ہیں جن کا پورا کرنا حصولِ علم کیلئے انتہائی ضروری ہے اور یہ محال بات کہ امت کے سارے افراد اس میں برابر ہو سکیں،شاعر نے کہا تھا کہ ع:

"**أخي لن تنال العلم إلا بستة سأنبأك عن تفصيلها ببيان،**

ذكاء وحرص واجتهاد وبلغة، وإرشاد الأستاذ وطول زمان۔"

بھلا بتایئے مذکورہ بالا امور میں کیا امت کا اشتراک ممکن ہے؟ کوئی جاہل ہی ہوگا جو اس سوال کا اثبات میں جوب دے کر اللہ کی صنعتِ تقسیم۔ عقلمندی اور غباوت ، حرص و عدمِ حرص ،کوشش و سستی کاہلی ،مال وفقر اور استاد سے حاصل شدہ استنادیت اور جہل سے ملی ہوئی جہالت ۔کے انکار کی جرأت کرسکے، سچ کہا تھا کسی شاعر نے کہ ع:

"**لو كان العلم يدرك بالمنى ما كان يبقى في البرية جاهل**"

1۔ سنن ابن ماجہ: 81/1ح: 224 شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح ابن ماجہ میں صحیح قرار دیا ہے۔دیکھیئے صحیح و ضعیف ابن ماجہ: 296/1

بلکہ یہ تو رب کریم کی سنت اور قانونِ خلقت کے بھی خلاف بات ہے اس لئے کہ اللہ نے خود ہی دنیا میں لوگوں کو علماء، جہلاء، امراء غرباء، گنہ گاران و اتقیاء وغیرہ درجات میں تقسیم کیا ہے، اللہ فرماتا ہے کہ "**انظر کیف فضلنا بعضہم علی بعض وللآخرۃ أکبر درجات وأکبر تفضیلا**"[1] ایک اور مقام پر فرماتا ہے کہ: "**ورفعنا بعضہم فوق بعض لیتخذ بعضہم بعضا سخریا**"[2] اور اگر واقعی میں دین سبھی مسلمانوں کے لئے جہلاء کی مراد کے مطابق ہوتا تو علماء اور جہال کی تفریق کی ضرورت کیا تھی ؟! وارثینِ انبیاء کو غیر وارثین سے ممتاز کرنے کی حاجت کیا تھی ؟! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبداللہ بن عباس کو: "**اللہم فقہہ فی الدین وعلمہ التاویل**"[3] کی دعاء دینے کا فائدہ کیا تھا ؟! اگر آپ کو اللہ کے فرمان: "**کنتم خیر امۃ أخرجت للناس**" سے شبہ ہے تو جان لینا چاہئیے کہ اس سے انفرادی دعوت مراد ہے، اجتماعی دعوت کے حقدار اللہ کے فرمان: "**ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر**" کے مطابق علماء کرام ہیں۔

مقامِ امتیاز

ارے بھئی! کوئی شخص اچھے انداز سے تقریر وخطاب جانتا ہو، لوگوں کو متأثر کرتا ہو اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ عالم بھی ہو، اس لئے کہ علم صرف قدرت کلام کا نام نہیں اور نہ لوگوں کے جذبات سے کھیلنے کا نام ہے، بلکہ ہو سکتا ہے کہ عالم خطیب نہ ہو، اچھی طرح بولنا نہ جانتا ہو اور ویسے بھی علماء قلیل الکلام ہی ہوتے ہیں، اور نہ کسی کا جبے ودستار، کرتے وپائجامے اور ٹوپی وعمامے میں ہونا اسکے عالم ہونے کی دلیل ہو سکتا ہے، بلکہ علم تو ایک نور ہے جو اللہ رب العالمین اپنے چنندہ بندوں کے دلوں میں

1۔ الإسراء: 21

2۔ الزخرف: 32

3۔ مسند الامام احمد: 215/5ح: 3102 شیخ البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الصحیحۃ میں اسے صحیح کہا ہے دیکھئے ح: 2589

ڈالتا ہے، لیکن براہو سطحیت پرستی کا کہ اب ظاہریت ہی کو باطنیت ، وہم کو حقیقت اور خطابت کو علمیت اور خطباء ہی کو علماء سمجھ لیا گیا ہے، حالانکہ یہ علماء ہونا تو دور ان کا عوض وبدل بھی نہیں ہو سکتے، شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ نے کہا تھا کہ : پڑھے لکھے ، مثقفین اور جذباتی مقررین و خطباء اور دعاۃ، امت کے علماء کا عوض وبدل کبھی نہیں ہو سکتے۔اس لئے کہ وہ قراء اور پڑھے لکھے تو ہیں پر فقہاء اور شریعت کے جانکار نہیں ، چنانچہ انہیں علماء کہنا نہ صرف لفظ علماء کا بے جا استعمال ہے بلکہ معاشرۂ علماء کے ساتھ ناانصافی بھی ہے ، اور ویسے بھی اعتبار حقائق کا ہوتا ہے، القابات کا نہیں، ان میں سے کتنے ایسے ہیں جنہیں علماء سمجھا جاتا ہے ، اور وہ اچھی خاصی خطابت بھی کر لیتے ہیں ، اپنی لچھے دار تقریروں سے عوام کا مجمع بھی اکٹھا کر لیتے ہیں، لیکن اس وقت ان کی حقیت کھل کر لوگوں کے سامنے آجاتی ہے جب امت پر کوئی نئی مصیبت یا پریشان کن مسئلہ آتا ہے۔ جس کے شرعی حکم کے استخراج کی ضرورت ہوتی ہے ، اس وقت ان سے کوئی جواب نہیں بن پاتا، تب علماء ہی کام آتے ہیں ، چنانچہ ہمیں اس حقیقت کو نہیں بھولنا چاہئے، اور علماء کو ان کی تعظیم و توقیر ، عزت واحترام کا حق دینا چاہئے اور ہر کسی کو اس کے لائق مقام و مرتبہ ہی دینا چاہئے۔ (1)

اللہ شیخ کو برکت عطافرمائے کتنی سچی بات کہی ہے آپ نے،اور وہ کیسے علماء کا بدل ہو سکتے ہیں ؟ بھلا بتایئے ! رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک ادا کو، سونے جاگنے، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے ، ہنسنے مسکرانے، خوشی غمی ، شادی بیاہ ، تجارت و کاروبار ، معاملات و اخلاقیات کو کس نے محفوظ کیا ؟ کون بندوں کو اللہ سے ، قرآن سے ، صحابہ وسلف سے جوڑتا ہے ؟ کس نے لوگوں ، لونڈیوں ،غلاموں ، بیوی ، بچوں ، جوان ، بوڑھوں ، کافروں ،مشرکوں ،ذمیوں ،معاہدوں ، یہود ،نصاری ،ملائکہ ، شیاطین، جنوں، حیوانوں ، چرندوں ،پرندوں اور درندوں سے متعلق احکامات کو رسول اللہ ﷺ سے سیکھا اور

1۔ وجوب التثبت فی الاخبار واحترام العلماء، ص: 50

محفوظ کیا ہے ؟ کس نے سلسلۂ اسناد کے رجالوں کی زندگیاں محفوظ کرکے ،ان کے اقوال و افعال، طور طریقوں اوراپنے پرایوں کے ساتھ ان کے اندازِ تعامل کو پوری امانتداری سے نقل کرکے خلف کواپنے سلف سے اس طرح جوڑا گویا کہ وہ مرے نہیں آج بھی زندہ اپنے جانشیوں کی مجلس میں براجمان جواہرِ علم پھیلا رہے ہوں ؟! کس نے قواعد و ضوابط اور مصطلحات حدیث ایجاد کرکے ، فنِ جرح و تعدیل کورواج دیکر، اجزاء و متون حدیث کو جمع کرکے ، ان کے صحیح، حسن، ضعیف و موضوع کی تفریق کرکے رسول اللہ ﷺ کے شعائر عبادات کوایسے نقل کردیا گویا کہ آپ رسول ﷺ کواپنی نگاہوں سے نماز پڑھتے ، روزہ رکھتے ، حج و عمرہ کرتے ، دجال کے فتنے کی وضاحت کرتے ، قیامت کی علامتوں اور نشانیوں کو بیان کرتے دیکھ رہے ہوں؟ کس نے لوگوں کے عقیدے کی حفاظت کی ہے ؟ کون ہے جس نے اللہ کے اسماء و صفات اور افعال کو کھول کھول کر بیان کیا ہے ؟ اللہ کے حق وجناب میں کی جانے والی جائزو ناجائز باتوں کی اس طرح تفریق کردی ہے کہ اللہ کی توحید، شرک کی غلاظتوں،اوہام وخرافات کی گندگیوں اور تقصیر وغلو کی دست درازیوں سے مبراوآزاد ہوکر رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شکل میں واضح ہو گئی ہے، جسے پڑھ کر اہل توحید کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل نرم پڑ جاتے ہیں، بصیرت کو روشنی اور ایمان کو تازگی نصیب ہوتی ہے ، جن کافروں اور منافقوں کے مقدر میں ہدایت لکھی ہے ان کے شکوک و شبہات دور ہوتے ہیں،ان پر معبودان باطلہ کا بھرج کھل جاتا ہے، حقیقتِ حال جان کران کے دل لرز جاتے ،رونگٹے کھڑے ہو جاتے،اور آنکھیں بہہ پڑتی ہیں، کون ہے جو آج بھی علمِ توحید سنبھالے ہوئے ہیں ؟ قدریہ سے کون نبردآزما ہوئے ؟ جہمیہ اور معتزلہ کی غلطیوں کی وضاحت کس نے کی ہے ؟ اشاعرہ، ماتریدیہ اور کلابیہ کے باطل کو کس نے بے نقاب کیا ہے ؟ کس نے اہل کلام وفلسفہ اور عقلانیوں کی دھجیاں اڑائی ہیں ؟ کون ہے جو رافضہ ، باطنیوں، بہائیوں، بابیوں، قادیانیوں، دیوبندیوں، بریلیوں، اخوانیوں اور شیعوں سے آج تک برسرپیکار ہے ؟ کس نے ملحدین اور شیوعیین کے فسادانگیز افکار سے امت کی حفاظت کی ہے ؟ کون ہے جو فتنۂ

ردت ، فتنۂ خلقِ قرآن ، فتنۂ صوفیہ اور فتنۂ تتار میں کام آیا ہے؟ کون ہے جن کے سینوں کو قرآن کریم کی محفوظ پناہ گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے؟ ابن عباس ، مجاہد و قتادہ ، ثوری و مقاتل وغیرہم اصحابِ تفاسیر رضوان اللہ علیھم اجمعین کی تفسیریں نقل کرنے کی توفیق بخش کر اللہ نے اپنے کلام کی ظاہری و معنوی حفاظت کا شرف کسے بخشا ہے ؟ کس نے کلامِ الٰہی اور فرمانِ نبوی کی فقاہت کو مسائل ، فتاووں ، احکامات ، اور قواعد و اصول کی صورت میں محفوظ کیا ہے؟ کس نے امت کی تاریخ مدون کی ہے ؟ کس نے رسول اللہ ﷺ خلفاء راشدین، ائمۂ ہدی ، بنو امیہ ، بنو عباسیہ، فاطمیوں، خوارزموں ، مما لکوں، سلاجقہ ، تاتاریوں ، ایوبیوں اور عثمانیوں کے احوال قلمبند کیئے ہیں، کس نے مکہ و مدینہ ، شام و عراق ، مصر و فلسطین ،اندلس وغرناطہ ، بغداد و اسپین ، ہند و سندھ کی تاریخ لکھی ؟ کس نے قدیم و حدیث عربوں ، بابلیوں ، کنعانیوں ، یہود و نصاری ، فرعونیوں ، رومیوں ، یونانیوں ، ہندوؤں و پارسیوں اور فارسیوں کی تہذیبیں محفوظ کی ہیں ؟ بھلا بتائیے ان بھگوڑوں سے پہلے صدیوں تک کس نے دعوت کا کام کیا ہے؟ کس نے پورے ہند میں دعوتی پرچم لہرایا ہے ؟ کس نے بخاری و مسلم اور صحاح ستہ وغیرہ کی صدیوں تدریس کرکے امت کو قال اللہ اور قال الرسول کی صداء آفریں سے روشناس کرایا ہے؟ کس نے امت کو تقلیدِ مذموم کی دلدل سے باہر نکالا ہے ؟ کس نے جامعہ رحمانیہ (دہلی) کی خون جگر سے سینچائی کی ہے ؟ کس نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی بنیاد رکھی ہے ؟ کس نے جامعہ سراج العلوم بونڈیہار، جامعہ سلفیہ بنارس، جامعہ محمدیہ منصورہ مالیگاوں، جامعہ سید نذیر حسین دہلوی بنگلور، جامعہ سنابل دہلی، جامعہ ریاض العلوم دہلی، جامعہ دار السلام عمرآباد ، جامعہ عالیہ عربیہ مئو، جامعہ سلفیہ دربھنگہ ، جامعہ امام بخاری بہار، جامعہ امام ابن تیمیہ بہار، جامعہ محمدیہ رائے درگ ، جامعہ رحمانیہ کاندیولی اور جامعہ اسلامیہ نور باغ کوسہ وغیرہ جیسے بڑے بڑے اور دیگر چھوٹے موٹے ہزاروں مدارس کا جال بچھایا ؟ جن سے ہر سال علماء کرام کی کھیپ در کھیپ نکل کر امت کی علمی تشنگی بجھا رہی ہے، کون ہے جو آج بھی مکاتب میں ، ہر صبح کو مسجدوں میں مسلمانوں

کے بچوں کو ناظرہ قرآن پڑھاتےاور اسے یاد کراتے ہیں؟کون ہے جو صدیوں سے مسلمانوں کے اذان و نماز، سحر و افطار، روزے و عید، حج و عمرے، زکاۃ کے اوقات اور دیگر امورِ حلال حرام میں محافظ چلے آرہے ہیں؟ کون ہیں جو آج بھی آپ کے نکاح پڑھاتے، ولادت میں اچھے نام چنتے، موت ووفات میں جنازہ پڑھاتے، کفناتے اور شرعی طریقے سے دفناتے ہیں؟ کون ہیں جو آج بھی ہر علمی و دینی مجلس کی رونق، معضلات و مشکلات میں مرجع، معاشرے، خاندان و قبیلے کی عزت اور ضلالت و گمراہی کی شب دیجور میں منارۂ نور ہیں؟ کون ہیں جن کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین ہر نماز، جمعہ، رمضان، تراویح، عید الفطر و عید الاضحیٰ، جنازہ و استسقاء، کسوف و خسوف اور حج وعمرہ میں مسلمانوں کو جمع فرما کر وحدت کا عظیم درس دیتا ہے؟ کون ہیں جنکی کتابیں پڑھ کر، جن سے کچھ سیکھ کر تم بولنا سیکھتے ہو؟ سچ کہا تھا کسی نے کہ "کیسے کوئی طالب علم یا عامی شخص علماء کرام سے بے نیاز ہو سکتا ہے جبکہ ان کے فقہاء اس کی عقل سنوارتے ہیں، محدثین اس کے لئے حدیثیں چھانٹ کر صحیح کو ضعیف سے الگ کرتے ہیں، مفسر اسے قرآن میں فقاہت عطا کرتے ہیں، مؤرخین اسے قوموں کے عروج وزوال بتا کر عبرت دیتے ہیں، اصولی اسے قرآن و سنت سے احکام کے استنباط واستخراج کا طریقہ سکھاتے ہیں، اہلِ لغت اس کی ٹیڑھی زبان کو سیدھا کرتے ہیں، اور اہلِ زھد وورع اور ربانی علماء اس کے دل اور روح کو ملاء اعلیٰ سے جاملاتے ہیں، پھر کیسے کوئی علماء سے بے نیاز ہو سکتا ہے؟؟؟؟"[1]

شبہ اور اس کا ازالہ

پھر بھی عوام کو لگتا ہے کہ علماء کرام نے نہ کچھ کیا ہےاور نہ کر رہے ہیں! اس غلط فہمی کی وجہ دراصل یہ ہے کہ آج عوام کا تعلق TV، انٹرنیٹ، موبائل اور اجتماعی تواصل

1۔ اشواک فی الحقل الاسلامی، ص: 54

کے دیگر الیکٹرانک ذرائع سے اس قدر مضبوط، گہرااور شدید ہوچکاہے کہ اس میں پھیلنے والی خبروں کو خبریں، نشر ہونے والے کاموں کو کام اور حرکت و عمل کرتی شخصیات ہی کو شخصیات سمجھتے ہیں ، اور ظاہر ہے کہ اس رنگین دنیاسے بردرس کا تعلق علماء کرام کے مقابلے میں زیادہ گہراہے، چنانچہ اس میدان میں عوام کو وہی ہر طرف دندناتے نظر آتے ہیں، انہیں کاسکہ چلتا اور ڈنکابجتا نظر آتاہے، لیکن افسوس کہ کیمرے کی خیالی، بناوٹی، جھوٹی اور غیر حقیقی دنیاکی چمک دمک سے ان کی چکاچوند آنکھیں اس حقیقت کاادراک نہیں کرپاتی کہ ان بردرس کی چلت پھرت علماء کرام ہی کے مرہونِ منت ہے، سووہ سمجھنے لگتے ہیں کہ علماء کچھ نہیں کررہے ہیں۔

غلط فہمی اور اس کاازالہ

پریشانی یہ ہے کہ پھر اسی مفروضہ پر ایک اور غلط فہمی کی بنیاد رکھ دیتے ہیں وہ یہ کہ علماء کرام امت ، دعوتی میدان اور جوانوں سے دور ہوگئے ہیں، جب کہ حقیقت میں ان کی عوام سے دوری یہود ونصاری کی منظّم سازش کانتیجہ ہے۔لارنس براؤن، گلیڈاسٹون ، بن گوریان، منٹگمری واٹ ،آرب گب ، سالازار، وغیرہ مغربی مفکرین، مستشرقین، اور یہودی پروٹوکولزکے ماہرین نے صدیوں پہلے علماء اسلام کو مضبوطیٔ اسلام کاسبب بتاکر عوام کوان سے دور کرنے کی بات کہی تھی ، اور دنیاجانتی ہے کہ اس منصوبے کی تطبیق کس پس منظر میں عمل لائی گئ؟

چنانچہ کون نہیں جانتاکہ دوسری جنگ عظیم سے قبل یورپ کس قسم کے پاپائی جبر واستبداد سے گذر رہاتھا، زندگی کے ہر میدان میں پوپوں کی اجارہ داری کاعالم یہ تھاکہ بادشاہ بھی ان کی تاجپوشی کے بناتخت نشین نہ ہوسکتا تھا، حتی کہ جب مذہبی رہنماؤں کے تسلط نے عوامی رائے، حقوق، اور شخصی ملکیت کے تصور کو بالکلیہ ختم کردیا، توغلامی کی زنجیروں سے آزادخیالی کی وہ لہر پیداہوئی جس نے سیاست و جہاں بانی رخ کو ڈکٹیٹر شپ سے جمہوریت کی طرف موڑدیا، جسمیں شخصی ملکیت کاکلی تصور پیش کیاگیا،

سیکولرزم کے نام پر دین ودنیا کی تفریق کردی گئی ،پوپوں کے اختیارات کوچرچ کی چہار دیواری تک محدود کردیا گیا، یورپی اور برطانوی استعمار کا سلسلہ دراز ہوا، چنانچہ جب برطانوی ہند پر قابض ہوئے توسب سے پہلے جن سپوتوں نے ان کے استعمار واستبداد کی مخالفت کی وہ یہی بوریہ نشین ،بے تاج بادشاہ، علماء کرام اور دینی قائدین تھے، چنانچہ یہاں پر بھی ان مذھبی رھنماؤں سے چھٹکارے کیلیئے وہی یورپی نسخہ آزمایا گیاجو پوپوں کو میدانِ سیاست ،سیادت اور قیادت بے دخل کرنے کیلیئے استعمال کیا گیا تھا، چنانچہ جمہوریت کی بدولت راستہ آسان کیا گیا، سیکولرزم کے راستے دین ودنیا کی تفریق کانعرہ دیا گیا، نہ جانے کتنے ازم، نظام اور فکری مناہج کی یلغار کے ذریعہ "ملا کی دوڑ مسجد تک" کی فکر بنائی گئی۔

ساتھ ہی انگریزوں کی سرپرستی میں یورپین طرز کے ایسے تعلیمی اداروں کا جال بچھایا گیاجو نہ صرف لادینی اصولِ تعلیم پر مبنی تھے بلکہ دین مخالف افکار کے حامل بھی تھے، دیکھتے ہی دیکھتے ان اسکول وکالجز سے انہی کی زبان میں ،انہی کے مفکرین جالینوس، فیثاغورث ،ارسطو، سقراط، بقراط ،مارٹن لوتھر کنگ وغیرہ کے افکار وخیالات اور فلسفے انہی کے اساتذہ سے پڑھ کر ایسی نسل نکلنے لگی جو مغربی تہذیب کی دلدادہ، دین برگشتہ، دینی تعلیم کی ابجدیت سے بھی نابلد، فکرِ دہریت سے آلودہ ، اللہ ،اسکے مبارک اسماء و صفات کی معرفت ،قرآن ، رسول ﷺ ،حدیث اور سلف کی روشن تاریخ کی جانکاری سے تہی دامن تھی ، مصادرِ اسلام سے ان کی یہ دوری وارثینِ انبیاء سے اس دوری پر منتھی ہوئی جسکا بہانہ بنا کر آج کے کم ظرف دعاۃ سیدھی سادھی عوام کی علمی قیادت سنبھالتے اور انہیں علماء سے مزید دور کرتے ہیں۔

دوسری طرف TV کی بیماری پیدا کردی گئی ، جسمیں برائی، اسبابِ برائی ، اور برے لوگوں کو نہایت اچھوتے انداز سے پیش کیا گیا، اچھائی، اسکے اسباب اور اچھے لوگوں کو دہشت گردی، غنڈہ گردی ،چوری، چماری وغیرہ کے علاوہ قباحت کی ساری ہی صورتوں کے امام کے طور پر ٹوپی، کرتے اور پائجامے، داڑھی، صافے اور عمامے، جبے،

قبے اور سفید کپڑوں میں اس انداز، کثرت، تیزی اور تسلسل و شدت کے ساتھ پیش کیا گیا کہ انسانی فطرت میں موجود خیر و شر کے پیمانے الٹ گئے، لوگ بھلائی اور بھلے لوگوں سے نفرت جبکہ برائی اور برے لوگوں سے محبت کرنے لگے، جی ہاں! بردرس سے محبت اور علماء سے تنفر کا یہ ایک بڑا سبب ہے، چنانچہ علماء کی مجالس میں حاضر ہوتے وقت خاص طور پر کسی متحمس اور منہجی غیرت رکھنے والے عالمِ دین کے پروگرام میں شرکت کرتے وقت عوام خوفزدہ ہوتی ہے، بہت سارے لوگ تو عالم کو مارے خوف کے غیر مسلموں کے مقدسات کے ذکر سے کلی اعراض کا کہہ کر اپنے اس پوشیدہ خوف کا اظہار بھی کرتے ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں ان علماء کی وضع قطع، حالت و ہیئت پہلے ہی TV نے مشکوک بنا رکھی ہے، پھر اس پر کسی طرح کی سبقت لسانی (بزعم خویش) جلتی پر تیل کا کام نہ کرے۔ لیکن یہی لوگ بردرس کے پروگروم میں حاضر ہوتے وقت ہر قسم کے خوف سے عاری ہوتے ہیں، کیوں؟ سوچنے کی بات ہے بتانے کی نہیں۔

پھر موبائل کی آفت کھڑی کی گئ۔ اس پر طرفہ یہ کہ انٹرنیٹ ایجاد کرکے پوری امت کو مختلف انواع واقسام کے گیمس، گانوں، فلموں، سیریلوں، بچوں کے کارٹونوں، لائیو منتقل کئے جاتے دنیا بھر کے اولمپک اور غیر اولمپک کھیلوں، نیز انٹر ٹینمینٹ کے مختلف پروگراموں میں اس قدر مشغول کر دیا گیا کہ اب کسی کے پاس پرانے زمانے کی طرح دادا، دادی سے قصہ کہانیاں سننے کیلئے ٹائم نہیں تو آپ ہی بتائیں علماء کرام کو سننے کی جھنجھٹ کون پالے گا؟!

پھر آج سبھی پڑھے لکھے ہوگئے ہیں، کسی مسئلے میں عالم اگر دو باتیں کہتا ہے تو انہیں بھی لگتا ہے کہ اس پر تین چار بات کا اضافہ میں خود کر سکتا ہوں، ان سے بہتر انداز میں مسائل کو سمجھ اور سمجھا سکتا ہوں پھر عالمِ دین کی ضرورت کیا ہے؟

حقیقت حال:

یہ اور اس جیسے دوسرے اسباب کی وجہ سے علماء دور نظرآتے ہیں ورنہ درحقیقت تووہ آج عوام سے اتنے زیادہ قریب ہیں جتنے پھلے کبھی نہ تھے۔چنانچہ آپ علماء کرام سے زیادہ کسی کولوگوں سے حق کیلیے ملتاہوانہیں پائیں گے،وہ اپنی کتابوں ، جرائدو رسائل، مضامین وآرٹیکلس ،مسجدومدارس کی عام وخاص مجالس ،ٹی وی پروگراموں ،آڈیو تقاریر، علمی دروس ومحاضرات ، اپنے عام وخاص فون نمبروں ،واٹس اپ گروپوں ، فیس بوک اکاؤنٹوں ، مسینجر، ٹیلیگرام اورٹویٹر کی ملاقاتوں ،ہردن پانچ نمازوں، عشاء اور فجر بعدکے دروسوں، یومیہ عصر بعدکے دروس، ہفتہ واری خاص علمی مجلسوں، جمعہ کے خطبوں کی عام مجلسوں ، عیدکی بڑی وچھوٹی محفلوں، شادی بیاہ، عقیقہ ، ولیمہ ،موت مٹی اورجنازے کی مناسبتوں ،اوراپنے لائق تلامذہ وشاگردوں وغیرہ کے ذریعہ آپ سے ہمیشہ قریب رہتے ہیں، بلکہ اگریہ کہاجائے توبیجانہ ہوگاکہ ان کی زندگی کے وظیفی اورغیر وظیفی سارے ہی امورعام لوگوں کے مصالح کی حفاظت وادائیگی پر مبنی ہیں۔

شبہ اوراس کاازالہ

مشکل اس وقت اوربڑھ جاتی ہےجب عوام علماءکرام کی میدانِ دعوت سے دوری کےاس سراب نماشبہ پراس غلط فہمی کی بنیادرکھ دیتی ہے کہ بزعمِ خویش علماء کی یہی دوری فتنۂ بردرس کےخروج کاسبب ہے،ہم مانتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ کے فرمان :"**یقبض العلم ویکثر الجهل**" [(1)]کے مصداق علماء کی کمی ورحلت بڑھنے پر "**اتخذ الناس رؤوساجهالا** "[(2)]کے مصداق لوگوں نے انہیں اپناامام بنالیاہے،اور

1۔التعلیقات الحسان علی صحیح ابن حبان:392/9،ح:6683۔ شیخ البانی نےاسے صحیح قرار دیاہے۔

[2]۔ صحیح بخاری۔ح:100، صحیح مسلم۔ح:2673

آپ بھی اس بات کو نہیں جھٹلا سکتے کہ آپ ﷺ کے فرمان **"و ينطق فيه الرويبضة"**[1] کے مطابق ان کا منبر و محراب سنبھالنا لازمی و ضروری تھا، ایسے ہی **"اذاوسدالأمر الى غير اهله"** [2] کے تحت قربِ قیامت کی علامت انہیں بننا ہی تھا، فرمان نبوی **"يلتمس العلم عند الاصاغر "**[3] کے تحت ان علمی بونوں کو سامنے آنا ہی تھا، **"يكذب فيها الصادق ويصدق فيها الكاذب"** [4] کے تحت نظامِ دین و دنیا کے حقیقی پیمانوں کی الٹ پھیر کی نشانی انہیں بننا ہی تھا، لیکن علماء کے میدانِ دعوت سے غیاب کو اس کا سبب بتانا ہمیں قطعاً منظور نہیں کیونکہ یہ نہ صرف حقائق کے خلاف ہے جیسا کہ ہم نے گذشتہ سطور میں بیان کیا ہے بلکہ شرع کے بھی مخالف ہے وہ اس طرح کہ اللہ کے نبی ﷺ کے فرمان **"لا تزال طائفة من امتى ظاهرين على الحق ۔۔۔۔ وهى الجماعة "** اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے فرمان **"عليكم بالجماعة و اياكم و الفرقة "** اور اسکی تفسیر میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان **"تفسير الجماعة عند اهل العلم هم اهل الفقه و العلم و الحديث "**[5] کہ **"جماعت"** سے مراد علماء و فقہاء اور محدثین ہیں۔ کا تقاضا ہے کہ اہلِ حق باقی رہیں اور وہ بھی اپنے علماء کی تگ و دو اور کاوشوں کے نتیجے میں ! اس لئے درحقیقت علماء موجود ہیں وہ بھی کسی سورج کی طرح اپنی تمام تر علمی تابانیوں کے ساتھ یہ الگ بات ہے کہ کسی کی چشمِ کور اس کے مشاہدے سے قاصر اور حاسد طینت اس کے اعتراف سے عاجز ہو۔

اور اسلئے بھی انہیں فتنۂ بر درس کے وقوع کا ذمہ دار ٹھہرانہ صحیح نہیں ہے، کہ ہمیں بتایئے کیا تاریخ میں فتنۂ ردت صدیق و عمر رضی اللہ عنہم کے زمانے میں واقع

1۔ مسند احمد: ح: 7912، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے صحیح الجامع الصغیر: ح: 3647

2۔ صحیح بخاری: 21/1، ح: 59

3۔ الزھد لابن المبارک۔ ح: 61، المعجم الکبیر للطبرانی۔ ح: 1055 (شیخ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے سلسلہ الصحیحہ۔ ح: 695)

4۔ مسند احمد: ح: 7912، شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے صحیح الجامع الصغیر: ح: 3647

5۔ ترمذی، ح: 2165، ابن حبان: 4576

نہیں ہوا؟ کیا خوارج نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کے زمانے میں خروج نہیں کیا؟ کیا مختلف مدعیانِ نبوت کے فتنے صحابۂ کرام ضوان اللہ علیہم کے زمانے میں نہیں اٹھے؟ کیا صحابہ علماء نہ تھے؟! کیا فتنۂ قدر، رفض واعتزال سلف کے زمانے میں نہیں اٹھے؟ کیا فتنۂ خلقِ قرآن امام احمد بن حنبل اور امام یحی بن معین وغیرہم رحمہم اللہ کے زمانے میں نہیں پیدا ہوا؟ کیا وہ علماء نہ تھے؟ پھر یہ بھی بتایئے کہ اگر وہ صحابہ وتابعین اور سلف علماء تھے تو کیا مذکورہ فتنے ان ہی کی تقصیر و کوتاہی کا نتیجہ تھے یا ان فتنہ پروروں کے ابھرنے، متعالمین، ہوی پرستوں اور جہلاء کے ظہور میں آنے کے سبب پیدا ہوئے تھے؟ ؟؟ جنہوں نے لوگوں کو علماء صحابہ وتابعین تک پہنچنے ہی نہیں دیا تھا! راستے ہی میں ڈاکوؤں کی طرح اچک لے گئے تھے؟ جی ہاں! ٹھیک زمانۂ سلف کے فتنہ پروروں کی طرح آج کے یہ بردرس بھی جاہلوں، ہوی پرستوں اور متعالمین کی سرپرستی میں پیدا ہوئے ہیں، پھر فتنہ بن کر کسی دیوار کی طرح عوام اور علماء کے بیچ حائل ہو چکے ہیں، اور جانے انجانے میں علماء کو عوام سے دور کرنے کی رہی سہی یہودی ونصرانی کسر بھی پوری کر رہے ہیں۔

وجہِ امتیاز

پھر چلیئے علماء کرام میں ہزار عیب سہی، زیادہ سے زیادہ آپ کو اس بات کا حق ہے کہ آپ "**المسلم مرءاۃ المسلم**" کے تحت ان کی غلطیوں کی طرف توجہ دلا سکتے ہیں، لیکن یہ اختیار آپ کو کس نے دے دیا کہ آپ انہیں کرسئ علمیت سے معزول کر کے خود ان کی جگہ سنبھال لیں؟ بغیر علم کے عالم بن بیٹھیں! بھئی! غلطی کس سے نہیں ہوتی؟ کونسے فن اور صنعت والا خطاء نہیں کرتا، کیا ڈاکٹر غلطی نہیں کرتے؟ انجینئرس غلطیوں سے پاک ہوتے ہیں؟ کیا پولیس والے ظلم وزیادتی اور بدامنی نہیں پھیلاتے؟ پھر ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ اگر ڈاکٹر غلطی کریں اور پولیس والے اپنے فرائض انجام نہ دیں تو آپ خود کوئی کلینک کھول کر لوگوں کا علاج کرنے لگیں، اور پولیس کی وردیاں پہن کر

پولیس اسٹیشن کھول لیں ، پولیسوں کو ان کے عہدوں سے معزول کردیں، چوروں کو سزائیں دینے لگیں، ظالموں اور مجرموں کو بے نقاب کرنے لگیں، ہے آپ میں اتنی جراِت و عقلمندی!!!

بھلا بتایئے کوئی شخص کسی قیمتی شئے کی دکان میں مالک کی اجازت کے بغیر گھس کر یا قیمتی شئے کی قیمت ادا کئے بنا اس کا حقدار بن سکتا ہے؟!۔اور اگر قیمت دیئے بغیر حقدار بننے کی کوشش کرے تو کیا اس وقت مالکِ دکان ہی نہیں اس کے ادنی نوکر کو بھی اس بات کا ادھیکار نہیں ہوتا کہ نہ صرف اس سے وہ چیز چھین لے بلکہ اگر زیادہ تین پانچ کرے تو ڈنڈے لاٹھی اور بھونگے سے اس کی خبر گیری بھی کرے؟!اسی مثال کر دین میں فٹ کرکے سوچیے کہ جب دنیوی امور میں بغیر استحقاق کے کوئی کسی ادنی چیز کا حقدار نہیں بن سکتا تو کیسے کوئی شخص بازارِ دین اور میدانِ علم میں داخل ہوتا ہے،اس کی مختلف علوم وفنون کی دکانوں سے قیمتی چیزیں قیمت کی ادا ئیگی ،اثارِ علم اور شرفِ تلمذ کے حصول، محبتِ علم کے ثبوت، مجالسِ علم کی حاضری اور دردِ امت میں خود کو گھلائے بغیر پورے میدان علم کا امام ، علوم وفنون کی ساری دکانوں کا مالک ، عوام وخواص کا مرجع اور اس منصب کا حقدار بن سکتا ہے جس کے لئے علماء اپنی عمرِ حیات کے ایک لمحہ کی قیمت ادا کرتے ہیں؟!امت کی خبر گیری، قرآن و تفسیر ، حدیث وسنت کی حفاظت میں راتوں کو جاگتے، صبح کو بھوکا رہتے، سوکھا پھیکا کھاتے ، بوریوں پر سوتے ہیں ،اور تو اور اس راہ میں اپنی جان مال اور بیوی بچوں کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔اور اگر کوئی ایسا کرے بھی تو ہم جیسے بوریہ نشین جنہیں اس فن کے رجال کے قدموں کی گرد ہونے کا شرف حاصل ہے انہیں پورا حق ہے کہ اس دین اور فن کی حفاظت میں ایسے گھس پیٹیوں کے دجل وفریب کی وضاحت کریں۔

اپیل

اس لئے عوام سے اپیل و گذارش ہے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ نہ رہیں "**الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعا**" جنہوں نے اللہ کے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور خود بھی بٹ گئے، بلکہ وہ جماعت کے ساتھ میں رہیں، دوسروں لفظوں میں علماء کرام کے ساتھ رہیں، تفرقہ ڈالنے والے ،امت کو باٹنے والے ،اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت اور منہج سلف سے اپنی جہالت کی بنیاد پر کھیلنے والوں کے ساتھ نہ رہے، اور علماء کرام میں جو بھی کمیاں اور خامیاں ہیں اس کی اصلاح کی کوشش کے ساتھ ان کی صحبت پر صبر کریں اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "**وان ما تکرھون فی الجماعۃ خیر مما تحبون فی الفرقۃ**"[1] "کہ جماعت میں ہونے والی ناپسندیدہ باتیں فرقت واختلاف کی پسندیدہ باتوں سے بہتر ہے"۔دوسروں لفظوں میں علماء کرام اپنی بشری کمیوں اور خامیوں کے ساتھ ان مجدد نظر آنے والے علمی بونوں سے بہتر ہیں۔ علماء کی خشک اور بے رونق نظر آنے والی مجلسیں ان جہلاء کی چمکتی دمکتی اور کھچا کھچ بھری مجالس سے بہتر ہے۔ اللہ کے واسطے انہیں لازم پکڑیں، کہ یہ مہمان ہیں،آئے دن ایک ایک کرکے اٹھتے چلے جارہے ہیں، اگر ہم ان ارادر برادر کے چکر میں پڑ کر ان سے کچھ نہ سیکھ سکے، ان کے علم سے فائدہ نہ اٹھاسکے تو کل کو ع :

ضیاء علم علماء کے سائے کی ناقدری نہ کر
دھوپ بہت کاٹے گی گر یہ شجر کٹ جائیں

یاد کیجئے بنی آدم کے سردار، امت کے سب سے بڑے خیر خواہ جناب محمد الرسول اللہ ﷺ کی نصیحت کو جو آپ نے ہمیں اور اپنے صحابہ کو آج سے چودہ سو سال پہلے فرمائی تھی کہ " : **خذوا العلم قبل أن يذهب». قالوا: وكيف يذهب العلم يا نبي الله، وفينا كتاب الله؟ قال: فغضب، ثم قال: «ثكلتكم أمهاتكم أولم تكن التوراة**

1۔ابن ابی شیبۃ۔ح: 38472

والإنجيل في بني إسرائيل، فلم يغنيا عنهم شيئا؟ إن ذهاب العلم أن يذهب حملته، إن ذهاب العلم أن يذهب حملته"[1] کہ علم اٹھائے جانے سے پہلے اسے (علماء سے) حاصل کرلو، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہمارے درمیان کتاب موجود ہے، پھر علم کیسے اٹھالیا جائے گا، تو آپ ﷺ ناراض ہوگئے اور فرمایا: کیا توراۃ اور انجیل کی موجودگی کے باجود یہود و نصاریٰ گمراہ نہیں ہوئے ؟! یقیناً علم کا اٹھایا جانا اس کے حاملین علماء کا اٹھالیا جانا ہی ہے۔"

بہر حال جو رسالہ بفضلہٖ تعالیٰ آپ اپنے ہاتھوں میں دیکھ رہے ہیں، وہ دراصل ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی ایک ایسے زمانے میں -: " جبکہ ننگے، بھوکے، بھیڑ بکریوں کے چرواہوں اور مال و منال کے حریصوں کے سردار بن جانے سے دین و دنیا کا نظام تبدیل ہو چکا ہے، احوال و کوائف کے رخ بدل گئے، اشیاء و خواص کے معیار چینج اور حقائق واوہام کے پیمانے الٹ چکے ہیں، جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا گردانا جارہا ہے، خائن کو امانتداری کا انعام اور امین کو خیانت کا الزام دیا جانے لگا ہے، جاہل بولنے لگے جبکہ علماء سکوت اختیار کرچکے ہیں، یا آئے دن معدوم ہورہے ہیں[2] "- باب دعوت سے متعلق بعض حقائق سے پردہ اٹھانے، بردرس کی بڑھتی مانگ اور علماء کی گھٹتی شان کے الٹتے معیار کو مستقیم کرنے، ظاہر پرستی کو چھوڑنے، حق پرستی اور امرِ عتیق وقدیم کو لازم پکڑنے، منہج کی لاج رکھنے اور سلفیت کو رواج دینے کی معمولی کوشش ہے، اور وہ بھی اپنے بزرگ علماء کرام کی موجودگی میں! تاکہ جو کچھ کمی، خامی، خلل اور نقص ہو اس کی اپنے اساتذہ علماء کرام کی رہنمائی میں تکمیل ہو جائے، جو غلطی ہو اس کی اصلاح ہو جائے، ان کے سایۂ وجود کے انعامِ ربانی کی شکر گزاری ہو، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تابعداری ہو "**عن مجاهد قال قال ابن عباس رضی اللہ عنہ لسعید بن جبیر**

1۔ سنن الدارمی: 68/1، ح: 246، محقق کتاب حسین سلیم اسد کہتے ہیں کہ: اس کی سند حجاج بن ارطاۃ کی وجہ سے ضعیف ہے البتہ یہ حدیث دیگر شواہد کی بنیاد پر "حسن" ہے۔

2۔ جامع العلوم والحکم: 139/1-140

رحمه اللّٰه حدث : فقال : احدث و انت هاهنا فقال : او ليس من نعمة اللّٰه عليك ان تتحدث وانا شاهد؟! فان اصبت فذاك وان اخطات علمتك"(1)

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ حدیث بیان کرو تو وہ کہنے لگے کہ میں بیان کروں جبکہ آپ موجود ہیں؟! تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا یہ تم پر اللہ کا انعام نہیں کہ تم میری موجودگی میں حدیثِ رسول بیان کرو؟ چنانچہ اگر تم نے صحیح بات کہی تو یہی مطلوب ہے اور اگر غلطی کرو تو میں اصلاح کردوں!!

ان اريد الا الاصلاح ما استطعت وما توفيقي الا بالله عليه توكلت واليه انيب۔۔۔

قراَتِ کتاب سے پہلے۔۔۔

ان امور کی رعایت ضرور کریں۔۔

- اس کتاب میں دعاۃ کی غلطیوں پر روشنی ڈالی گئی ہے چاہئے وہ غلطیاں مفاہیمِ دعوت سے متعلق ہوں یا اسالیب وو سائل سے ،اس لئے کہ داعی سے صادر ہونے والی غلطی عوام کی خطاؤں کی طرح نہیں ہوتی جس کا اثر فردِ واحد تک محدود ہو بلکہ متعدی الاثر ہوتی ہے اور بعید نہیں کہ اس کے برے بتائج پوری دعوت اور دعوتی برادری کو محیط ہوں، قدیم مثل مشہور ہے "**زلة العالِم زلة العالَم**" عالِم کی غلطی عالَم کی غلطی کا سبب ہوتی ہے ،اسی وجہ سے قرآن وسنت میں اسوہ اور قدوہ کی غلطیوں پر زبردست گرفت کی دھمکی وارد ہوئی ہے، چنانچہ اللہ کا فرمان ہے کہ "**يانساءالنبي من يأت منكن بفاحشة مبينة يضاعف لها العذاب ضعفين ....يانساءالنبي لستن كأحد من النساء**"(2)

1۔الطبقات الکبریٰ لابن سعد : 268/5

2۔الاحزاب:30-32

- ملاحظہ کیا جا سکتا ہے کہ ہر شخص اس بات کی اہلیت نہیں رکھتا کہ غلطیوں کا ادراک کر سکے ، یہ بھی واضح ہے کہ ہر شخص فردی واجتماعی دعوتی خطاؤں اور غلطیوں کا مشاہدہ ،دیکھ ریکھ اور احاطہ نہیں کر سکتا اور نہ ہر کوئی اس کے دراسے کی اہلیت اپنے اندر پاتا ہے یا اگر خطاؤں اور غلطیوں پر واقف بھی ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ اس کے علاج و معالجے اور دواکونہ جانتا ہو ،ایسے میں بھلا بتایئے اگر علمائے کرام بھی اس فیلڈ -جو دراصل انہیں کی فیلڈ ہے- کی غلطیوں -جن کا بتانا بھی انہی کا فریضہ ہے- کو نہ بتائیں ،توآخر ان کی اصلاح کیسے ہو گی ؟یا توآپ یہ کہئے کہ یہ "داعی حضرات "کامل پیدا ہوئے ہیں ،ان میں کچھ غلطیاں ہی نہیں !
- نقد بناء دوسرے لفظوں میں نقد برائے تعمیر تو ضرورت ہے اور اس سے کوئی پاک بھی نہیں ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک غزوہ میں فتح کی تاخیر پر اپنے اصحاب کی تنقید کرتے ہوئے فرمایا تھا"کہ سالوں سے لڑنے کے بعد اس غزوہ میں فتح کی تاخیر پر مجھے تعجب ہے اور اس کا سبب تمہارے گناہ ، دنیا کی محبت اور بدنیتی ہی ہے ، جبکہ اللہ رب العالمین سچی نیت ہی کی وجہ سے قوموں کی مدد فرماتا ہے " بھلا بتایئے جب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اصلاح کے لئے خود اور اپنے اصحاب پر نقد کے مجاز ہو سکتے ہیں تو ہم ،آپ اور موجودہ دعاۃ کس کھیت کی مولی ہیں ، کہ نقد برائے تعمیر سے بے نیاز ہونے لگیں ؟ !
- اور نقد برائے تعمیر سے بے نیازی کیسی؟ جبکہ اس سے دعوتی عمل نہ صرف مستمر رہ سکتا ہے ،بلکہ اس قسم کی تنقید عام طور پر عمل کی جودت وترقی کا سبب بنتی ہے ، اس میں اختراع وایجاد کا دور دورہ ہوتا ہے ، وسائل کی تنقیح و صفائی اسالیب کی شفافیت اور خطاؤں کی درستگی ہوتی ہے ، اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے "کل بني آدم خطاء وخير الخطائين التوابون"(1) .

1۔ سنن الترمذی 659/4 ح: 2499 شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

- دعوتی ہی نہیں کسی بھی باب کی غلطیوں کو نظر انداز کیا جانا دراصل بڑا ظلم ، تفریط و کوتاہی ہے ،اس سے چھوٹی اور معمولی نظر آنے والی غلطیاں آہستہ آہستہ ناسور بن جاتی ہیں ، تب اس کا ازالہ نہ صرف مشکل ہوتا ہے بلکہ دگنی محنت ،طاقت اور وقت کا طلبگار بھی ،اس لئے بندے کو نہ غلطیوں کو معمولی سمجھنا چاہئے اور نہ اس کے ازالے میں تاخیر کرنی چاہئے ،اور کیسے بندہ اس کو کم اور معمولی سمجھتا ہے جبکہ اس کی اصل ہی نقص ہے کمال تو پہ در پہ اصلاح ہی سے آتا ہے ، اللہ کا فرمان ہے "والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین"(1)
- واضح رہے کہ دعوتی غلطی ضروری نہیں کہ تمام یا اکثر دعاۃ میں پائی جائے تو ہی غلطی فتنہ ، مشکل اور خطرناک شمار ہوگی ، بلکہ اس کا دعوتی میدان میں کسی نہ کسی درجہ میں پایا جانا ہی کافی ہے ، اوراس کا ذکر فائدہ سے خالی نہیں لہٰذا کسی شخص کو مذکورہ غلطیوں کے کے انکار میں تکلف و تصنع سے کام نہیں لینا چاہئے اور ویسے بھی لوگوں کی گہرائی علم ، دقتِ فہم وجہتِ نظر اور سعتِ خبرات و تجارب یکساں ہو ایسا ضروری نہیں۔
- اور یہ بھی یاد رکھنے والی بات ہے کہ اعتبار صرف دعوت ہی پہنچانے کا نہیں ہے کہ جس طرح چاہا اللہ کا دین پہنچادیا ، جس وسیلے اور طریقے سے بن پایا بتادیا پھر چاہے وہ شرک وبدعت کے ذریعہ ہو یا اوہام و خرافات اور کشف و مواجید کے ذریعہ بلکہ شریعت کو شریعت کے انداز سے پہنچانا اور پیغامِ رسالت کو رسولوں کے طریقے پر ادا کرنا ہے، اسی لئے اللہ نے اپنے حبیب ﷺ سے فرمایا تھا کہ "فلذلک فادع واستقم کما امرت"
- وہ خطائیں اور غلطیاں جو توبہ ، مراجعت اور انابت الی اللہ چاہتی ہیں وہ صرف عقدی و شرعی احکام میں ہی محصور نہیں ، بلکہ دعوتی احکامات میں بھی اس

1۔العنکبوت:69

کا وجود عین ممکن ہے، اس لئے کہ اسلام کے کسی بھی معاملے میں اس کے مقررہ شرعی مفہوم، کیفیت اور طور طریقے سے خروج انحراف، شرعی مخالفت اور گناہ ہیں چنانچہ دعوتی اصولوں سے انحراف ضلال، اس کے حکیمانہ منہج سے زیغ خطا و گناہ اور مبارک و سلیم اسلوب سے دوری ایسی غلطی ہے جو توبہ و مراجعت کو واجب کرتی ہے بلکہ کسی بھی شعیرہ اور عبادت کی ادائیگی میں منہج کی غلطی عام مسائل کی غلطیوں سے جرم و گناہ میں بہت بڑھ کر ہوتی ہے اس لئے کہ کسی شرعی حکم اور مسئلے کی غلطی تھوڑے وقت میں ختم ہو سکتی ہے یا اس کا باآسانی تدارک کیا جاسکتا ہے، جبکہ منہج و اسلوب کی غلطی نہ صرف زمانوں اور متعدد افراد پر محیط ہوتی ہے بلکہ کئی غلطیوں کا سبب بھی بنتی ہے اور اس کے برے آثار لا تعداد و بے شمار ہو سکتے ہیں۔

➢ ہر فن کی اپنی حرمت ہوتی ہے، ہر فن کے اپنے واجبات ہوتے ہیں، اسی لئے آپ عموما اہل فن کو یہ کہتے ہوئے پائیں گے کہ "**ھذا واجب صناعی**" مطلب شرعی واجب نہیں، جس کے چھوڑنے پر بندہ گنہگار ہو بلکہ یہ فنی ضرورت ہوتی ہے جس کیلئے وجوب کا صیغہ استعمال کیا جاتا ہے، ایسے ہی بعض اہل علم کو یہ کہتے ہوئے پائیں گے کہ "**من لم یجود القرآن آثم**" حالاں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے تجوید کو کہیں بھی واجب نہیں کہا، جی ہاں یہاں علماء کے کہنے کا مقصود یہ ہے کہ وہ بندہ اللہ کا گنہگار ہونے سے پہلے اہل فن کے نزدیک فن سے بے اعتنائی یا اس پر اعتداء کے جرم کا مرتکب ہوتا ہے، ایسے ہی ہر فن کی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں، اسی لئے آپ ہر فن کے علماء کو ایک ہی چیز کی الگ الگ اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے پائیں گے، چنانچہ لفظ حدیث وسنت کی تعریف اصحاب الحدیث کے یہاں اہل فقہ سے مختلف ہے، اصول فقہ کے علماء اس کی الگ تعریف کرتے ہیں، اور علماء تاریخ و سیر کے یہاں اس کے اصطلاحی معانی جداگانہ ہیں، جی ہاں ہر فن کے اپنے قواعد ہوتے ہیں جو دوسرے فن میں جزئی

طور پر استعمال تو ہو سکتے ہیں پر کلی طور پر کام نہیں آ سکتے، جیسے علم مصطلح الحدیث کہ اگر ہم اس کے قواعد کا کلی انطباق فن تاریخ پر کرنے لگیں تو یہ علم ہی غیر معتبر قرار پائے گا، یا اگر فن لغۃ اور شعر پر اسے تطبیق دینے لگیں تو ہمیں علم لغۃ کے اساطین جاہلی شعراء نظر آتے ہیں، جن میں عدالت کی اولین شرط اسلام ہی نہیں پائی جاتی تو بقیہ شروط کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، ان سے علمی استفادے کیلئے اس قسم کی شروط تو ادب کی ساری محفل ہی سونی کردیگی۔ اسی طرح آپ دیکھیں گے ہر فن کے متخصص علماء کی فن میں موجود بعض مسائل سے متعلق خصوصی اصطلاح ہوتی ہیں، جن کی رعایت اس باب کی فہم کیلئے انتہائی ضروری ہوتی ہے، ورنہ نہ صرف اس امام پر اعتداء و ظلم ہوگا بلکہ پورے فن کی عزت پر چھینٹا کشی ہوگی، جیسے فن جرح و تعدیل کے کئی اماموں کی اصطلاحیں آپ کو ایک دوسرے سے متغایر نظر آئیں گی، بھلا بتایئے کہ جب فن کی اصطلاح، اصول اور قواعد کی عدم رعایت جنایت شمار ہوتی ہے تو اندازہ لگایئے کہ جن علماء کے ذریعہ فنون جانے پہچانے جاتے، وجود پذیر اور ترقی یافتہ ہوتے ہوں ان میں خلط ملط، گڈمڈ اور گھس پیٹ کتنی بڑی جنایت سمجھی جانی چاہئیے، ہماری ناقص فہم کے اعتبار سے اسے ام الجنایات علی الفن قرار دیا جائے تو قطعی بے جانہ ہوگا۔

➢ ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اسلام کے کمال و شمولیت کا عقیدہ رکھے، ساتھ ہی یہ بات بھی ذہن نشین رکھے کہ اسلام اپنے اصول و مبادیٔ اور احکام و عقائد میں جملۃ و تفصیلا کسی غیر شرعی مصدر کا نہ کبھی محتاج تھا، نہ ہے، نہ رہے گا اور نہ رہ سکتا ہے، اور نہ اسے اپنی تحسین وبقاء اور حفاظت کے لئے بشری اجتہادات پر مبنی اصول و ضوابط، اور طرق و مناہج کی ضرورت ہے، اور نہ اسے اپنی پہچان کیلئے رجال کی ضرورت ہے بلکہ درحقیقت رجال اس کے ذریعہ پہچانے جاتے ہیں، اور یہ بھی جان لیناچاہئے کہ "**لایصلح آخر ھذہ الأمۃ الامأاصلح أولہا**" امت کے آخری عہد کی اصلاح منہجِ قرن اول ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین والصلاۃ والسلام علی اشرف الانبیاء المرسلین وعلی آلہ وصحبہ اجمعین امابعد:

ہر قسم کی تعریف اس اللہ کے لئے سزاوار ہے جس نے اسلام کو ہمارے لئے بطورِ دین پسند فرمایا، ہم پر اس کی تکمیل فرما کر اپنی نعمت تمام کی، چنانچہ اب باطل اس کامل و مکمل دین کے آگے سے آسکتا ہے نہ پیچھے سے، یہ شفا، ہدایت، رحمت و برکت اور امن عافیت کی اول و آخر پناہ گاہ ہے۔ رب کی معرفت اور محبت و رضا کے حصول کا اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں۔ اسی سے کافروں، مشرکوں اور منافقوں پر حجت تمام ہوئی ہے اور یہ ربانی وعدہ کے مطابق اپنے نبی و رسول اور ماننے والوں کے ساتھ غالب آکر رہے گا۔

اور درود سلام ہوں آقائے نامدار جناب محمد ﷺ پر جنہیں رب العالمین نے اشرف حسب و نسب، قبیلہ و خاندان سے چن کر، اشرف ترین بستی مکۂ مکرمہ سے اٹھا کر، اعلی اخلاق سے متصف فرما کر، معلم و مربی، رؤف و رحیم، شافع محشر، ساقی کوثر، خاتم الانبیا و المرسلین، سید الاولین و الآخرین اور اپنا خلیل بنا کر خیر الامم میں مبعوث فرمایا چنانچہ آپ نے بخیر وخوبی پیغام رسالت پہنچادیا، حقِ امانت کو ادا کردیا۔ امت کی نصیحت کے فریضے کو پورا کردیا۔ اور اللہ کے راستے میں کما حقہ جہاد کرتے دنیا سے رخصت ہوئے۔

وراثتِ نبوت

جس طرح اللہ رب العالمین انبیاء کرام علیھم الصلاۃ والسلام کے لئے حواری اور اصحاب اختیار فرماتا رہا، جو نبی کے بعد اس کی سنتوں کو اختیار کرتے اور اسکے نقشِ قدم کی پیروی کرتے اسی طرح رب کریم نے جناب محمد ﷺ کی صحبت کے لئے بھی انبیاء کرام کی جماعت کے بعد سب سے بزرگ ہستیوں کو اختیار کیا جو دل کے بڑے صاف و

شفاف، گہرے و عمیق علم والے،، خشیت وللّٰہیت سے معمور، تکلف و تصنع سے پاک اور باتوں میں صدق گوئی اختیار کرنے والے تھے۔ چنانچہ انہوں نے رسول ﷺ کی غایت درجہ تکریم کی ، آپ کے مقام و مرتبہ کو کماحقہ پہچانا، اور آپ سے حقوق اللہ، حقوق العباد، معاملات ، نکاح و طلاق، رق و عتاق، بیع و شراء، عطیہ وھبہ، جنایات واخلاقیات، غیر مسلموں سے معاملات و تعلقات ، سری وجہری، انفرادی و اجتماعی دعوت، اسکے طرق ووسائل ، تقریر و تحریر، خط وکتابت، وعظ ونصیحت، مجاہدہ ومجادلہ حسنۃ ،وغیرہ امور دین کی ساری باتیں سیکھیں ، حتی کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : "**لقد ترکنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وما يتقلب في السماء طائر إلا ذكر لنا منه علما**"[1] کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں ہر چیز سکھائے گئے حتی کہ آسمان میں اڑنے والے پرندے سے متعلق معلومات بھی فراہم کیں۔ اسی روایت میں امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ کا بھی اضافہ کیا ہے کہ "**مابقي شيئ يقرب من الجنة ويباعد من النار إلا وقد بين لكم**"[2] اللہ کے نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمہیں جنت سے قریب کرنے اور جہنم سے دور کرنے والی ساری چیزیں بیان کردی گئی ہیں۔

جس کا غیروں کو بھی اقرار تھا جیسا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مشرکین نے کہا تھا کہ "**قد علمكم نبيكم كل شيئ حتى الخراءة فقال اجل**"[3] "کہ تمہارے نبی تم کو سب کچھ سکھاتے ہیں حتی کہ قضائے حاجت کا طریقہ بھی آپ نے کہا کہ ہاں ! "

1۔ مسند احمد : 346/35، ح: 21493

2۔ المعجم الکبیر : 155/2، ح: 1647، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے سلسلۃ الصحیحۃ: ح، 1803

3۔ صحیح مسلم : 223/1، ح: 262

وارثین نبوت

غرض کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے آپ کی ساری باتوں کو عبرت کے کھلے کانوں سنا،انہیں دل کی گہرائیوں میں پناہ دی ،اور اعضاء و جوارح سے اس پر عمل پیرا ہو کر درسگاہِ نبوت سے علم و عمل کی ایک ساتھ ٹریننگ لیکر امت تک آپ کی لائی شریعت آپ کے قول عمل اور اقرار کی صورت میں جوں کی توں پہنچادی اور اپنے طلبۃ العلم تابعین کو ان الفاظ میں بشارتیں سناتے اپناخلف و جانشین بناگئے کہ "**مرحبا بطلبة العلم انتم خلفنا و اهل الحديث بعدنا**"(1) چنانچہ علماء و طلبۃ العلم اس میراث نبوت کے۔ جس کو انہوں نے پیڑھی در پیڑھی صحابہ کرام سے حاصل تھا۔ حقیقی وارث اور محافظ وامین ٹھہرے،اور انہیں سے اللہ رب العالمین زمانے میں تجدیدِ دین کاکام لیتا رہا ، سچ فرمایا تھا اللہ کے نبی ﷺ نے کہ "**ان الله يبعث فى هذه الامة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها**"(2) اللہ رب العالمین اس امت میں ہر صدی کے کنارے کسی دین کی تجدید کرنے والے کو ضرور پیدا فرمائے گا۔علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"**ولولا ضمان الله بحفظ دينه وتكفله بأن يقيم له من يجدد أعلامه ويحيي منه ما أماته المبطلون وينعش ما أخمله الجاهلون لهدمت أركانه وتداعى بنيانه ولكن الله ذو فضل على العالمين**"(3) کہ اگر اللہ رب العالمین اپنے دین کی حفاظت کی ذمہ داری نہ لیتا، مبطلین کے ذریعہ اس کی مٹائی جاتی سنتوں ، جاہلوں کو ذریعے چھپائے اور دبائے جاتے امور کو تازگی اور پژمردہ اعلام و مراسم کو زندگی بخشنے والوں کو پیدا نہ فرماتا تو اس کے ارکان و قوائم منہدم اور عمارت زمیں بوس ہو جاتی ہے، لیکن اللہ رب العالمین دونوں جہانوں پر بڑے فضل والا ہے۔

1۔ شعب الایمان: 429/3،ح: 1610

2۔ابوداؤد، ح: 4291، شیخ البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الصحیحۃ(ح: 559) میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

3۔مدارج السالکین: 79/3

اس کے علاوہ بھی نبی کریم ﷺ کے فرمان " **لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق، لا يضرهم من خذلهم، حتى يأتي أمر الله وهم كذلك** "[1] کہ میری امت کا ایک گروہ برابر حق پر قائم رہے گا کوئی اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا حتیٰ کہ اللہ کا امر یعنی قیامت آ جائے۔ اور فرمانِ نبوی: "**يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله**"[2] کے مطابق ہر لمحہ ان میں علماء کی ایک جماعت ایسی موجود رہی جو غلو پرستوں کی بیجا زیادتیوں، باطل تحریفوں، مبطلین کی دست درازیوں اور جاہلوں کی خرد وبرد کا صفایا کرتی رہی، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "**الرد على الزنادقة و الجهمية**" کے ابتدائیہ میں کہا تھا کہ: تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہے جس نے انقطاعِ رسل کے ہر عرصے و زمانے میں اہل علم حضرات کی ایک ایسی جماعت برقرار رکھی جو گمراہوں کو ہدایت کی راہ دکھاتے، تکلیفوں پر صبر کرتے، اللہ کی کتاب سے مردہ دلوں کو زندگی بخشتے، اور اندھوں کو اللہ کے نور سے بینا کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ ابلیس کے ذریعہ قتل کئے گئے کتنے ہی افراد کو انہوں نے جِلایا اور کتنے ہی گمراہوں کو ہدایت سے سرفراز کیا ہے، دیکھئے لوگوں کے ساتھ ان کا سلوک کس قدر بہتر ہے جبکہ لوگوں کا رویہ ان کے ساتھ کتنا ہی برا ہے، پھر بھی وہ اللہ کی کتاب سے ان محرفین کی تحریفات، مبطلین کی دست درازیوں اور جاہلوں کی بے جا تاویلات کو دور کرتے رہتے ہیں جنہوں نے بدعتوں کے عَلَم بلند اور فتنہ کو بے لگام کیا ہے، ہویٰ پرستی کے مطابق اتباعِ کتاب جن کی عادت، مخالفت کتاب جن کا شعار اور حق سے انحراف پر جن کا اتفاق ہے، جو اللہ کے دین میں بغیر علم کے کلام کرنے والے، متشابہات سے بولنے والے اور اسکے ذریعہ

1۔ صحیح بخاری: 3641، صحیح مسلم: 1920

2۔ مسند البزار 247/16، ح: 9423، الشریعۃ الآجری: 268/1، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے مشکاۃ المصابیح: 82/1، ح: 248

عوام کے ذہن و عقول سے کھیلنے والے ہیں، ہم ان فتنہ پروروں اور گمراہ کن لوگوں سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ (1)

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ : مخلوق کے منازل میں اللہ کے نزدیک نبوت و رسالت کا مقام و مرتبہ سب سے افضل و اشرف ہے کیونکہ اللہ رب العالمین بذات خود رسولوں کو چنتا ہے۔ پھر کیسے نہ وہ چنندہ شخصیت اللہ کے نزدیک افضل ہو جبکہ اللہ نے اسے اپنے بندوں کے درمیان پیغام رسانی کا ذریعہ بنایا، اس پر اپنے اسماء و صفات، پسندیدہ و ناپسندیدہ باتوں، ثواب و عقاب اور احکامات کی تعلیم کی ذمہ داری ڈالی اور اسے اپنی وحی سے مشرف فرمایا ہو، جو پاکیزہ ترین نفس کا حامل، بہترین اخلاق کا معلم، علم و عمل میں کامل، لوگوں میں محبوب ترین، اور ہر ادنی اخلاق سے مبرا ہو، پھر لوگوں کے مراتب میں انبیاء کے بعد ان کی خلافت، نیابت اور وراثت کا مقام سب سے اعلیٰ ہے، اس لئے کہ وہ انبیاء کے منہج و طریقے کے جانشین ہوتے ہیں چنانچہ امت کی نصیحت و خیر خواہی کرتے ہیں، گمراہ کی رہنمائی، جاہل کی تعلیم مظلوم کی مدد اور ظالم کو ظلم سے باز رکھتے ہیں۔ بھلائی کا حکم دیتے اور اسے انجام دیتے ہیں جبکہ برائی سے روکتے اور خود بھی اس سے باز رہتے ہیں، اعراض کرنے والوں اور غافلوں کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ معاندین اور معارضین کے ساتھ احسن طریقے سے جدال کرتے ہیں، جی ہاں یہی حال فضل و شرف اور علم و عمل اور مقام و مرتبے میں انبیاء و رسل کے سچے پیروکاروں اور انبیاء کے وارثین علماء کرام کا ہے اللہ کا فرمان ہے:

"قل هذه سبيلي أدعو إلى الله على بصيرة أنا ومن اتبعني." (2)(3)

1۔ اعلام الموقعین "7/1

2۔ یوسف: 108

3۔ مفتاح دار السعادۃ، ص: 292-293

علماء ہی دعاۃ ہیں

یہیں اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے حقیقی جانشین علماء کرام ہی ہیں۔ بالخصوص نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کے ابدی و دائمی پیغام کے مبلغ و داعی انہی کی جماعت اور گروہ ہے۔ شیخ ابی عبداللہ محمد بن سعید رسلان حفظہ اللہ کہتے ہیں "کہ انبیاء کرام بنی اسرائیل کی قیادت کرتے تھے اور بنی اسرائیل نبی ﷺ کی بعثت سے قبل دیگر امتوں کی قیادت کیا کرتی تھی حتی کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی، اب جبکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا تو امت کی قیادت کون کرے گا؟ یقیناً اس منصب کے حقیقی حقدار علماء کرام ہی ہیں اسلئے کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کی امت کے بیچ اللہ کے پیغام پہنچانے کا اسی طرح واسطہ ہیں جس طرح آپ ﷺ امت اور اس کے رب کے درمیان پیغام رسانی کا ذریعہ ہیں"۔[1]

یہیں اس شبہ کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے کہ علماء و دعاۃ میں فرق ہے۔ اور کیسے ایسے ہو سکتا ہے جبکہ علماء کی تعریف ہی میں ان کا داعی ہونا شامل ہے، اور دعاۃ کی ڈفنیشن علم و علماء کے بغیر ادھوری ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ دونوں کے بیچ تلازم کی نسبت اور روح و جسد کا رشتہ ہے تو قطعی بے جا نہ ہوگا۔ کہ دعوت علم کے بغیر ضلالت اور علم بغیر دعوت کے اپنے سیکھنے والے پر وبال و حجت ہے۔ چنانچہ "علماء": اللہ کی شریعت کے جانکاروں، اس کے دین کی فقاہت رکھنے والوں، علم پر ہدایت و بصیرت کے ساتھ سنت رسول ﷺ کے مطابق، سلفِ صالح کے منہج پر عمل پیرا ہونے والوں، اور اس حکمت کے ساتھ جو اللہ نے انہیں عطاء کی ہے موعظت و نصیحت کے جذبہ واسلوب میں اللہ کی طرف بلانے والوں کو کہتے ہیں۔ اور "دعاۃ": اللہ کی طرف حکمت و بصیرت سے بلانے والوں کو کہتے ہیں، اور حکمت رسول ﷺ کے لائے ہوئے طریقے و منہج سلف کو کہتے

1۔ تمییز العلماء من المفکرین والخطباء، ص: 26

ہیں بصیرت اللہ کی کتاب اور اس کے دین کے حتی الامکان علمی احاطہ کو کہتے ہیں۔ اور ان دونوں چیزوں کا حصول علم کے بغیر ممکن نہیں، پتہ چلا کہ علماء ہی دراصل دعاۃ ہیں۔

علماء ہی دعوت کے حقدار کیوں؟

جی ہاں ! وہ اس لئے دعوۃ کے اصل حقدار ہیں کہ :

(1) اللہ نے انہیں اپنے نبی کا وارث بنایا ہے اور انبیاء درھم و دینار کا نہیں، علم کا وارث بناتے ہیں۔ اور دعوت تو علم ہی کی بنیاد پر ہوتی ہے۔

(2) اس لئے بھی وہی دعاۃ ہیں کہ ان کے ذریعہ اللہ نے انبیاء کے بعد خلق پر حجت تمام کی ہے اور حجت کا اتمام ایسے داعی کی زبانی ہو سکتا ہے جو دین کا جانکار، فقیہ اور قدوہ ہو۔

(3) اس لئے بھی کہ وہی امت میں اہل حل و عقد ہیں، وہی اولوا الامر ہیں، جن کی اطاعت کو اللہ نے واجب قرار دیا ہے، چنانچہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے فرمان ﴿وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡ﴾[1] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "**ھم اولو العلم و الفقه**" کہ وہ علماء و فقہاء حضرات ہیں جن کی اطاعت کو اللہ نے واجب قرار دیا ہے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "**وھم اولی الفقه اھل الخیر**" کہ وہ فقہاء اور اصحاب خیر ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "**وھم اھل العلم**" کہ وہ اہل علم ہیں ، ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ اہل علم ہیں[2]

(4) اسلئے بھی کہ وہی دراصل امت کے دینی و دنیوی مصالح کے سچے امین ہیں بھلا بتائیے کیا ترویجِ اسلام سے بڑھ کر بھی امت کی کوئی اور مصلحت ہو سکتی ہے ؟ !

1۔ النساء: 59

2۔ تفسیر ابن جریر الطبری (جامع البیان عن تاویل آی القرآن) 500/8

(5) اس لئے بھی کہ وہی اہل شوریٰ ہیں جن کی طرف اپنے معاملات کی اصلاح کے لئے امت رجوع کرتی ہے۔

(6) اس لئے بھی کہ یہی اہل ذکر ہیں جن کی طرف رجوع کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

(7) اس لئے بھی کہ وہ لوگوں میں انبیاء وصحابہ کے بعد افضل ترین لوگ ہیں، جن کے درجات اللہ نے بلند کئے ہیں جبکہ جہل، جہلاء اور دنیاپرستوں کی مذمت کی ہے۔

(8) اس لئے بھی کہ وہ سب سے پاکباز، اللہ کی سب سے زیادہ معرفت رکھنے والے اور اس سے سب سے زیادہ ڈرنے والے ہوتے ہیں۔

(9) اسلئے بھی کہ اللہ نے انہیں زمین پر گواہ بنایا ہے، انکی توحید کی گواہی اپنی اور فرشتوں کی گواہی کے ساتھ ذکر کی ہے۔

(10) اسلئے بھی کہ انبیاء کے منہج دعوت کو اولویات اور الاھم فالاھم کے طرز پر ان سے اچھا کوئی اور نہیں جانتا۔

(11) اس لئے بھی کہ حکمت و موعظتِ حسنہ، دین وشریعت، حلال و حرام، حدیث و سنت، بدعت و انحراف، باطل افکار و مناھج، اللہ، اسکے اسماء و صفات، اس کی پسند و ناپسند، رسول، ان کے حقوق، سیرت و فضائل، شیطان، اس کے مکر وفریب، گمراہ کن ہتھکنڈوں، بندوں، ان کی حوائج وضروریاتِ دین، ان کے درجات و مراتب، جہلاء، علماء، امراء وسلاطین، عورتوں بوڑھوں، بچوں وغیرہ کے خصوصی حقوق ومراعات کو ان سے بہتر طریقے سے کوئی اور نہیں جانتا اور نہ لوگوں کے احوال وکوائف اور مراتب ودرجات کے مطابق تطبیق شریعت کر سکتا ہے، نہ ان جیسا فصیح اللسان صریح البیان کوئی ہوتا ہے، نہ امت کا سچا خیر خواہ و بہی خواہ ہی الا ماشاء اللہ۔

اسی لئے امام آجری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے وصف میں کہا تھا کہ: علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں، مچھلیاں سمندر میں جن کے لئے دعا گو ہوتی ہیں، فرشتے جن کے لئے پر بچھاتے ہیں، جو انبیاء کے بعد بروز قیامت شفاعت کریں گے، جن کی مجلسیں حکمت سے معمور ہوتی ہیں جن کے کاموں سے اہل غفلت بیدار ہوتے ہیں، جو عابدوں سے افضل

اور زاهدوں سے برتر ہیں، جن کی زندگی نعمت وغنیمت اور موت مصیبت ہے، وہ غافل کو نصیحت کرتے اور جاہل کو سکھاتے ہیں، جن سے نہ مصیبت کی توقع ہوتی ہے اور نہ گمراہی کا خوف۔ان کے حسنِ ادب ہی کی وجہ سے طاعت گزار طاعت میں مسابقت کرتے ہیں، غفلت و سستی اور تقصیر کے شکار اللہ کی طرف رجوع ہوتے ہیں، ساری انسانیت جن کے علم کی محتاج ہے، جو مخالفین پر حجت ہیں، جن کی اطاعت تمام انسانیت پر واجب جبکہ ان کی نافرمانی حرام ہے، چنانچہ جس نے ان کی اطاعت کی وہ ہدایت یاب ہوا جس نے نافرمانی کی وہ شقاوت سے دوچار ہوا، ولیٔ امر اور مسلمانوں کے امام بھی مشتبہ و مجہول مسائل میں جن کی پیروی کرتے ہیں،، اسی طرح مسلمانوں کے قضاۃاور جج بھی مشکل مسائل میں علما ہی کے فیصلے قبول کرتے ہیں، اسی پر اعتبار و اعتماد کرتے ہیں، چنانچہ وہ انسانوں کے نور اور شہروں کی رونق ہیں۔ امت کی بقاء کا سبب، اور حکمت کے سرچشمے ہیں، شیطان کے گلے کی ہڈی اور پریشانی و غضب کا باعث ہیں، انہیں سے اہل حق کے دل جیتے، اور اہل باطل کے دل مرتے ہیں، زمین میں ان سے اسی طرح ہدایت ورہنمائی حاصل کی جاتی ہے جس طرح آسمان کے ستاروں سے خشکی وتری میں، وہ بے نور ہو جائیں تو مسافر حیران و پریشان ٹھہر جائے اور روشن ہوں تو چل پڑے۔[1]

(12)اور اس لئے بھی علماء ہی دعاۃ ہیں کہ انہوں نے اپنی متاع حیات کے لمحے لمحے کو خدمت دین کے لئے، لوگوں کی رہنمائی کے لئے، افتاء درس وتدریس، نصیحت و توجیہ، تعلیم و تعلم، اور دعوت و تبلیغ کے لئے وقف کردیا ہوتا ہے۔

(13) اوراس لئے بھی کہ اللہ رب العالمین نے انہیں ائمہ ہدی بنا کر امامتِ شریعت کا شرف عطا فرمایا ہے اللہ کا فرمان ہے ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ﴾[2] چنانچہ دین میں امامت کا تقاضا ہے کہ وہ

1۔اخلاق العلماء: الامام الآجری، ص: 147

2۔السجدہ: 24

دعوت کے بھی امام ہوں، اس لئے کہ دین کا قیام دعوت کے بغیر ممکن نہیں اور دعوت، دین کے بغیر بے سود ہے۔

اقسام دعوت اور ان کے حاملین

انفرادی دعوت اور اس کے حاملین:

واضح ہو کہ اجتماعی اور انفرادی دعوت میں فرق ہے، انفرادی دعوت کو رب العالمین نے اپنے فرمان "**کنتم خیر أمة أخرجت للناس**" کے تحت ہر فرد پر اس کی علمی صلاحیت و لیاقت کے حساب سے واجب قرار دیا ہے۔

اجتماعی دعوت اور اس کے حاملین:

البتہ اجتماعی دعوت کو اپنے فرمان "**ولتکن منکم أمة یدعون إلی الخیر**" کے ذریعہ علماء کرام کے ساتھ خاص فرمایا ہے، چنانچہ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "**والمقصود من هذه الآیة ان تکون فرقة من هذه الأمة متصدیة لهذا الشأن وإن کان ذالك واجبا علی کل فرد من الأمة بحسبه**"[1] اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ اس فریضے کی ادائیگی کے لئے امت کی ایک جماعت مختص ہونی چاہیئے اگرچہ کہ یہ امت کے ہر فرد پر اسکی علمی اہلیت و لیاقت کے حساب سے فرض ہے۔"

د/عبدالرحمٰن بن معلا اللویحق اپنی کتاب "**الامن الفکری فی ضوء السنة النبویة**" میں فرماتے ہیں "کہ اس فرمان سے اہل علم خصوصی طور پر مراد ہیں، کیونکہ اجتماعی دعوت کے لئے خصوصی علمی مواصفات، اہلیت و صلاحیت کی ضرورت ہوتی ہے"[2]۔اور اسی آیت کی تفسیر میں امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "امر بالمعروف

1۔ تفسیر القرآن العظیم: ابن کثیر: 91/2

2۔ الامن الفکری فی ضوء السنۃ النبویۃ، ص: 455

و نہی عن المنکر امت پر فرض کفایہ ہے۔۔۔اس لئے کہ ہر کوئی اس فریضے کی ادائیگی کے لائق نہیں ہوتا کیونکہ اس کے تحمل کی شروط جیسے احکامِ دعوت کا علم،اس کے مراتب و درجات کی معرفت ، اس کے قیام کے وسائل و امکانیات کا حصول ، اس کی ادائیگی کی کیفیات اوراس کے نفاذ کی صلاحیت وغیرہ شروط امت کے تمام افراد میں پائی جائیں ایسا ممکن نہیں"۔[1] اسی بات کی وضاحت اللہ رب کریم نے اپنے اس فرمان میں کی ہے﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُواْ فِي ٱلدِّينِ وَلِيُنذِرُواْ قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوٓاْ إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾[2]

"کہ کیوں نہیں تم میں سے ایک جماعت نکل کر اللہ کا دین سیکھتی ہے پھر لوٹ کر اپنی قوم کو ڈراتی ہے شاید کہ وہ اللہ سے ڈر اختیار کریں"۔

غور کیجئے رب العالمین نے اپنے اس فرمان میں اجتماعی دعوت اور اس کے حاملین کے دو بنیادی اوصاف بیان فرمائے ہیں۔

1 ۔ ان کا اپنے وطن ، اعزاء واقرباء کو چھوڑ کر حصول علم کے لئے نکلنا اور اسی کے لئے خود کو خاص کرنا ہے۔

2۔ دین کا تفقہ حاصل کرنا،اس کے باریک باریک مسائل کی جانکاری لینا۔

پھر ان دونوں اوصاف کو قومی پیمانے کی بشارت و نذارت (جو کہ دعوت کے دو بنیادی پہلو ہیں) سے جوڑ کر بتایا کہ قومی پیمانے پر دعوت کا کام علماء کرام کی وہی جماعت کر سکتی ہے جس نے خود کو اللہ کے دین کی خدمت کے لئے وقف کر رکھا ہو اور تفقہ فی الدین کیا ہو۔

1۔انوار التنزیل: 75/2

2۔ توبہ: 122

دین کی علمی و عملی حفاظت کو اس کی اشاعت پر فوقیت:

اور یہی بات جناب محمد رسول ﷺ نے اپنے فرمان " **نضر اللہ امراء سمع مقالتی فحفظہا ووعاھا واداھا کما سمعہا**"[1] میں بیان فرمائی ہے، اس طور پر کہ آپ نے خدمت دین کے تین مراحل کا ذکر کیا۔

(1) سماع کا مرحلہ

(2) حفظ و ضبط کا مرحلہ

(3) پہنچانے اور تبلیغ و دعوت کا مرحلہ

ظاہر ہے جس نے پہلے دو مرحلے طئے نہ کئے ہوں وہ کیسے تیسرا مرحلہ طئے کر سکتا ہے ؟ یہیں یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ دین کی حفاظت اس کی اشاعت پر مقدم ہے، کیونکہ آپ ﷺ نے اپنے مذکورہ بالا فرمان میں حفاظت کو اشاعت پر مقدم کیا ہے، یہی نہیں حفاظت کے لئے دو الگ الگ معنی و مراحل کو بتانے والے صیغے استعمال کئے ہیں، وہ ہیں : "**حفظ اور وعی**" جس میں "**حفظ**" علمی و لفظی حفاظت کے ساتھ عملی و تطبیقی حفاظت کو، اور "**وعی**" معنی و مفہوم کی حفاظت کے ساتھ فقہی وفروعی حفاظت کو شامل ہے، جبکہ تبلیغ کو نہ صرف موخر کیا بلکہ اس کے لئے ایک ہی صیغہ استعمال کیا، وہ ہے "**اداء**" یعنی ادائیگی کا، لیکن اس کو بھی "**کما سمعہا**" سے مقید کیا ہے، یعنی کیسے بھی الٹے سیدھے، آڑے تیڑے، غلط سلط، بے لگام پہنچانے کی اجازت نہیں دی بلکہ صحیح اور حق کے ساتھ بغیر تحریف و تعطیل اور تاویلِ مذموم کے پہچانے کی ترغیب دی، جیسا کہ آپ کا فرمان ہے کہ "**من قال علی فلیقل حقا او صدقا**"[2] کہ مجھ پر سچی اور سیدھی ہی بات کہو۔اور اسی لئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صحیح میں باب باندھا ہے "**باب العلم قبل القول و العمل**" کہ ہر قول و عمل کی بنیاد علم پر ہونی چاہئے۔

1۔ سنن الترمذی: 331/4، ح:2658، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے مشکاۃ المصابیح، ح:228

2۔ سنن ابن ماجہ: 107/1، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے سلسلۃ الصحیحۃ: ح:1753

اسلئے دین سیکھنا اوراس میں تفقہ حاصل کرنا،اجتماعی دعوت کے لئے ضروری ہے اور یہ علماء کرام کی ذمہ داری ہے، جو اس ذمہ داری کے لئے مختص بھی ہوتے ہیں اور خصوصی تربیت کے اسلحے سے لیس بھی !

اجتماعی دعوت دینی منصب ہے

جی ہاں ! اسی وجہ سے جمہور علماء متقدمین و متاخرین نے خطابت، وعظ و نصیحت، تقریر اوراجتماعی دعوت کے فریضے کو دینی ولایت اور منصب قرار دیا ہے جس کے لئے اگراسلامی سلطنت ہوتو امام یا اس کے نائب کی اجازت اور اسلامی اسٹیٹ کی عدم موجودگی میں علماء حل و عقد کی اجازت ضروری ہے۔ صورت مسئلہ کچھ اس طرح ہے کہ اہل علم نے اختلاف کیا کہ کیا خطابت وعظ و نصیحت اور اجتماعی دعوت دینی مناصب میں سے ہے، جس کے لئے اذن امام یا علماء کی ضرورت ہو یا یہ کوئی دینی منصب نہیں ہے ؟اس مسئلے میں علماء کرام کے تین اقوال ہیں :

پہلاقول:

خطابت و عظ و نصیحت و تذکیر و اجتماعی دعوت دینی منصب ہے جسمیں امام و سلطان یاان کے نائب علماء کی اجازت شرط ہے۔ (یہ جمہور علماء کا موقف ہے۔)[1]

دلیلیں:

اس قول والوں نے مندرجہ ذیل ادلہ سے اپنے موقف پر استدلال کیا ہے:

1۔الباعث علی الخلاص من حوادث القصاص: ص: 71،70۔ عون المعبود: 72/10۔وغیرہ

دلیل(1):

"عن عوف بن مالك الأشجعي رضي الله عنه أن رسول ﷺ قال: لا يقص إلا امير أو مامورا أو مختالا [1] وفي رواية مراء [2] وفي رواية متكلف "[3] حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وعظ و نصیحت یا تو امیر کرے یا مامور یا وہ شخص جو بذات خود اس منصب کو اختیار کر لے اور بعض روایات میں وارد ہے کہ ایسا شخص جو ریاء و سمعۃ ایسا کرے۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ یا ایسا شخص جو اس منصب کا بالکل اہل نہ ہو۔

وجہ استدلال:

یہ حدیث وعظ و نصیحت خطابت و تقریر اور اجتماعی دعوت کے دینی منصب ہونے پر چند وجوہ سے دلالت کرتی ہے۔ (1) لفظ "قص" وعظ و نصیحت اور تبلیغ دین کے دیگر طرقِ مشروعۃ کو شامل ہے، چنانچہ امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ اس لفظ سے استدلال کرتے ہوئے شرح ابن ماجہ میں فرماتے ہیں کہ: واعظ و ناصح اور قاضی سبھی اس باب میں مشترک ہیں جن کا معاملہ امام کے حوالے کیا جائے گا۔[4]

(2) امام خطابی معالم السنن میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "**لا یقص**" سے نفی مراد ہے "نہی" نہیں، ورنہ مختال مراء اور متکلف بھی موعظت و نصیحت پر مامور شمار ہوں گے، مقصود اس شبہ کا ازالہ ہے کہ اللہ کے نبی کریم ﷺ نے ان تین قسم کے گھس پیٹیوں کو بھی تصدر کی اجازت دی ہے۔[5]

1۔ سنن ابی داؤد، ح: 3665 (شیخ البانی نے اسے مشکاۃ حدیث: 240 اور صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ حدیث: 7753 پر صحیح قرار دیا ہے)

2۔ سنن ابن ماجہ، ح: 1235، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے صحیح الجامع الصغیر: ح، 7754

3۔ مسند احمد، ح: 6661، شعیب الارنؤوط کہتے ہیں کہ یہ روایت مجموعی طرق و شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔

4۔ شرح سنن ابن ماجہ: 266/1

5 عون المعبود: 71/10

(3) چنانچہ (لا یقص) کا معنی یہ ہوا کہ "لا یصدر ھذا الفعل الا ھذین اثنین "کہ اس فعل کی ادائیگی انہیں دو قسم کے لوگوں کی ذمہ داری ہے امیر یا اس کے نائب علماء کی، جبکہ مختال و مراء اور متکلف کو اس عمل سے بالکلیہ اجتناب کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ امام ابن الاثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں :"کہ یہ بات امیر ہی کے لائق ہے کہ وہ لوگوں کو نصیحت کرے انہیں ماضی سے عبرت و غیرت دلائے، یا کوئی مامور شخص ایسا کرے چنانچہ وہ امیر ہی کے حکم میں ہوگا۔ اور نہ پیسہ کمانے کے لئے اسے پیشہ بنایا جائے اور نہ کوئی شخص خود کو اس منصب پر بغیر امام یا عالم کی تعیین کے فائز کرلے۔"(1)

(4) حدیث میں اجازت کے بغیر خود کو کو خطابت و وعظ، نصیحت و موعظت اور اجتماعی دعوت کے لئے طئے کرلینے کی مذمت وار ہوئی ہے چنانچہ امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ شرح ابن ماجہ میں ،امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ معالم السنن اور امام ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ غریب الحدیث میں مختال کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "ھو الذي نصب نفسه للوعظ والتذكير دون أن يؤمر به إنما الدافع له في الغالب التكبر على الناس وطلب الرئاسة ""کہ مختال سے مراد وہ شخص ہے جو وعظ و نصیحت کے منصب پر بغیر کسی کی تعیین کے خود کو فائز کرلیتا ہے، وہ ایسا لوگوں میں بڑا بننے اور ان کی چودھراہٹ لینے کے لئے کرتا ہے۔ اور "مراء" کا معنی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ "وھو الذي يرائي الناس بقوله وعمله ولا يكون وعظه وكلامه حقيقة" کہ مراء وہ شخص ہے جو اپنے قول عمل میں ریاکار اور لوگوں کی خوشنودی کا خواہاں ہو نیز اس کا کلام و وعظ بھی مبنی بر حقیقت نہ ہو۔ اور متکلف کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :"وھو المتعرض لما لا يعنيه ولما ليس أهلا له ."کہ متکلف وہ شخص ہے جو زبردستی اس منصب کو اختیار کرے جس کا وہ اہل نہ ہو۔(2)

1۔النہایۃ فی غریب الحدیث : 70/4

2۔شرح سنن ابن ماجہ :266/1،النہایۃ فی غریب الحدیث : 70/4، عون المعبود : 71/10

(5) پتہ چلا کہ وعظ و نصیحت خطابت و تذکیر اور اجتماعی دعوت وغیرہ مسلمانوں کے امام کی ذمہ داریوں میں سے ہے وہ چاہے تو خود اس کو سنبھالے یا اپنا نائب متعین کرے جو اس فریضے کو انجام دے، اگر امام اس منصب کے لائق شخص کو اختیار نہیں کرسکتا تو علماء اس فریضے کو سرانجام دیں، جیسا کہ امام عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ یہ اس بات پر صریح دلیل ہے کہ عام آدمیوں کو بغیر امامِ مسلمین کی اجازت کے وعظ ونصیحت کے منصب پر فائز نہیں ہونا چاہئے، ہاں اگر خلفاء راشدین اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسا خلیفۃ المسلمین اسے اہل جانے تو اجازت دے سکتا ہے اور اگر ولی المسلمین کو اس کا علم نہ ہو کہ کون اس منصب کے لائق ہے اور کون نہیں؟ تو اس کا اعتبار اس کے متعین کردہ حکام اور علماء کی تعیین سے ہوگا۔[1]

دلیل(2):

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کیا ہے جسمیں انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے قصہ اور وعظ کی اجازت طلب کی، جیسا کہ حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ قصہ گوئی اور وعظ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ہوتی تھی نہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے، حتی کہ سب سے پہلے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے وعظ کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت چاہی تو آپ نے انہیں اجازت مرحمت فرمائی۔[2]

دلیل(3):

حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کے لئے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے، چنانچہ ابو عامر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں "کہ ہم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کیا، چنانچہ جب ہم مکۂ مکرمہ پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ کو بی

1۔ الباعث علی الخلاص من حوادث القصاص: 70-71

2۔ مسند احمد، ح: 15715، المعجم الکبیر للطبرانی، ح: 6656

فروخ سے تعلق رکھنے والے ایک واعظ و ناصح کے بارے میں اطلاع دی گئی کہ وہ اہل مکہ کو وعظ و نصیحت کرتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے بلوایا اور کہا کہ تمہیں اس کام پر مامور کیا گیا ہے ؟اس نے کہا نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ! تو آپ نے جواباً فرمایا کہ : پھر کیسے بغیر اجازت کے وعظ و نصیحت کرنے لگے ؟اس نے کہا کہ اللہ نے ، جو علم مجھے عطا کیا ہے اسے پھیلا رہا ہوں اس پر آپ رضی اللہ عنہ گویا ہوئے کہ اچھا ہوا میں تمہارے پاس نہ آیا ورنہ تو تمہارے حواری مواریوں کے سامنے تمہیں وہ ادب سکھاتا کہ وہ کبھی تمہارے گرد حلقہ نہ لگاتے۔ پھر ظہر کی نماز ادا کرکے کھڑے ہوئے اور بلیغ خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "کہ اہل کتاب اپنے دین میں بہتر فرقوں میں بٹے جبکہ میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائیگی سارے کے سارے جہنم رسید ہونگے سوائے ایک کے اور وہ "جماعت" ہوگی۔ اور ضرور میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جنہیں ہوا پرستی اس طرح گھیرے ہوئے ہوگی جسطرح کَلَب بیماری کتے کو گھیرتی ہے حتی کہ اس کہ بدن کے سارے اعضاء میں داخل ہوجاتی ہے "۔ [1]امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت میں ان الفاظ کا مزید اضافہ کیا ہے **"واللہ یامعشر العرب لئن لم تقوموا بما جاء به محمد صلی الله علیه وسلم لغیر ذلك أحری أن لا تقوموا به"**[2] کہ اے اہلِ عرب اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے طریقے پر قائم نہ رہ سکے آپ کی شریعت کو عملی جامہ نہ پہنا سکے تو بدرجۂ اولی دوسری چیزوں اور امور کی رعایت و قیام نہیں کرسکتے۔

1۔ سنن ابی داؤد: 608/2، ح: 3981،
شیخ البانی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے دیکھئے: صحیح الترغیب والترھیب، ح: 15
2۔ المعجم الکبیر للطبرانی: 376/19، ح: 884

دوسرا قول:

وعظ ونصیحت، تذکیر وخطاب اور اجتماعی دعوت دینی مناصب نہیں ہیں اور ان کے لئے امیر یا علماء کی اجازت بھی شرط نہیں۔ (یہ سعد الدین الحارثی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔)[1]

دلیلیں:

تین چیزوں سے انہوں نے اپنے موقف پر استدلال کیا ہے۔

1۔ وعظ ونصیحت اور اجتماعی دعوت وغیرہ نیک کاموں میں سے ہے جو کسی امام کی اجازت پر موقوف نہیں۔

2۔ اگر ان نیک کاموں میں امیر کی اجازت کی شرط لگادی جائے تو دعوت وتبلیغ، وعظ ونصیحت، خطابت وتذکیر وغیرہ سارے مصالح معطل ہو کر رہ جائیں گے۔

3۔ سلف رحمہم اللہ بغیر امام کی اجازت کے وعظ ونصیحت اور تذکیر کا کام کیا کرتے تھے۔

تیسرا قول:

امیر کی اجازت یا علماء کی اجازت مسجد کی حالت وطبیعت کے تابع ہے چنانچہ اگر مسجد امیر یا سلطان کی ہو جسمیں فریضۂ امامت وخطابت امیر کی اجازت سے سونپی جاتی ہو یا اہلِ بلد کے عرف سے سونپی جاتی ہو تو امیر کی اجازت یا اہل بلد کے عرف کا اعتبار ہوگا لیکن اگر مسجد سلطان کی نہ ہو تو اسمیں وعظ ونصیحت کے لئے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ (یہ امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ابی یعلی الفراء رحمۃ اللہ علیہ کا موقف ہے۔)[2]

دلیل:

1۔ الآداب الشرعیۃ: 389/3

2۔ الأحکام السلطانیۃ: 214

ان کی دلیل یہ ہے "کہ اگر مسجد امام کی ہو تو ایسی صورت میں کسی دوسرے کے اس میں بغیر امام کی اجازت کے وعظ و نصیحت کرنے سے امام پر جھوٹی بات کہنا یا اس کے منصب پر دست درازی کرنا لازم آئیگا، اور یہ شرعاً ممنوع ہے۔"

دوسرے قول کا مناقشہ:

1۔ مطلق بغیر اجازت کے وعظ و نصیحت اور تبلیغ واجتماعی دعوت کے جواز کی بات محل نظر ہے اس لئے کہ یہ موقف اس باب میں وارد اجازت لینے کی دلیلوں کے صریح خلاف ہے۔

2۔ پھر یہ قول مجرد استحسان پر مبنی ہے جس کی کوئی شرعی دلیل اور مستند نہیں۔

3۔ جہاں تک ان کا یہ کہنا ہے کہ وعظ و نصیحت اور اجتماعی دعوت و تبلیغ من جملہ نیک کاموں میں سے جن کے لئے کسی امام کی اجازت کی ضرورت نہیں، تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ عمومی طور پر یہ بات کہنا درست و صحیح نہیں ہے کہ ساری ہی اطاعتوں اور نیک کاموں کے لئے امام کی اجازت شرط نہیں، دوسرے لفظوں میں وعظ و نصیحت اور اجتماعی دعوت کو ان نیک کاموں کے ضمن میں لانا جن کے لئے امام کی اجازت شرط نہیں ایک واضح غلطی ہے، کیونکہ مصالح عامہ سے متعلق بعض نیک کام ایسے بھی ہیں جن کے لئے امام کی اجازت ضروری ہے جیسے جہاد، قضاء کا منصب اور حدود کا نفاذ وغیرہ، اسی میں وعظ و نصیحت اور اجتماعی دعوت کا منصب بھی ہے۔ جس کے لئے اگر اذن امام یا علماء کی رعایت نہ کی جائے تو جہاں اس بات کا خطرہ ہوتا ہے کہ داعی لوگوں کے دین سے کھلواڑ کرے، انہیں اسلام کے نام پر سلف کے علاوہ کسی اور کے راستے پر چلا دے، وہیں اس بات کا قوی اندیشہ ہوتا ہے کہ اللہ کے دین میں خرد برد اور ہیر پھیر کر دے، اللہ اور رسول کی طرف وہ بات منسوب کرے جو انہوں نے نہیں کہی ہے، بلکہ دونوں فساد لازم و ملزوم ہے۔

4۔اور ان کا یہ کہنا کہ خطابت ،وعظ اور اجتماعی دعوت کے لئے امام یا علماء کی اجازت کی شرط لگانا ان مصالح کو معطل کرنا ہے ، دراصل یہ دلیل اس غلط فہمی پر مبنی ہے کہ اجازت سے مراد جمہور کے نزدیک ہر وعظ کے لئے مستقل اجازت ہے، حالانکہ جمہور نے اجازت کی شرط سے اہلیت و صلاحیت اور قابلیت کی وہ علمی شہادت مراد لی ہے جو مختلف شرعی علمی مراتب طئے کرنے پر علماء ومشائخ سے ملتی اور (اگر اسلامی حکومت ہو تو) امراء کے ذریعہ زندگی بھر کی خدمت دین کے لئے نافذ ہوتی ہے۔

اوران کی یہ دلیل اس وجہ سے بھی صحیح نہیں کہ کسی فریضے میں امام یا علماء کے اذن کی شرط اس کو معطل کرنے کے لئے نہیں لگائی جاتی بلکہ یا تو اس میں مزید استحکام و بہتری، پختگی اور ضابطگی لانے کے لئے لگائی جاتی ہے یا اس منصب کے شرف و مکانت کے اعتبار سے اہل اور قابل شخص کے اختیار کے تقاضے کو پورا کرنے کے لئے لگائی جاتی ہے۔اور یہاں یہ دونوں چیزیں مطلوب ہیں۔دین کی تبلیغ میں ضابطگی بھی مطلوب ہے اور اس کام کے لئے اہل اشخاص کی تعیین کا تقاضا بھی یہی ہے۔

پھر یہی ایک دینی فریضہ نہیں جس کے لئے اذن امام کی شرط ہو بلکہ اور بھی فرائض ہیں جن کے لئے یہ شرط مطلوب ہے چنانچہ جب وہ فرائض اس قید سے معطل نہ ہوئے، تو یہ فریضہ اس قید سے کیونکر معطل ہونے لگا؟؟

2۔اور جہاں تک ان کے فعلِ سلف سے عدمِ اجازت پر استدلال کی بات ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اس میں کہیں بھی اس بات کی صراحت نہیں کہ انہوں نے فلاں اور فلاں مرتبہ اجازت لی یا اتنی اور اتنی مرتبہ بغیر اجازت کے کلام کیا!۔بلکہ اسمیں اجازت اور عدم اجازت دونوں احتمال یکساں موجود ہے ، یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ سلف نے اجازت لی ہو لیکن لوگوں کو اس کی خبر نہ ہوئی ہو ، اور قاعدہ بھی ہے کہ **عدم الوجدان لا یدل علی عدم الوجود** کہ دلیل کی عدم معرفت اس کے عدم وجود کو مستلزم نہیں ہے۔

پھر عدم اجازت کے قائلین کے پاس اپنے احتمال کو راجح قرار دینے کے لئے کوئی قرینہ بھی موجود نہیں جبکہ جمہور کے پاس اجازت کی شرط کے لئے قرینہ سے بڑھ کر صریح دلیل موجود ہے اور وہ ہے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کا موعظت کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت لینا بلکہ اس سے بھی پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسی الاشعری رضی اللہ عنہ کو یمن داعی بنا کر بھیجنا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ داعی بنا کر بھیجنا، ستر اصحاب صفہ قراء صحابہ کرام کو اپنی اجازت سے ابو براء عامر بن مالک کی طلب پر اہل نجد کی طرف داعی بنا کر بھیجنا جنہیں بئر معونہ کے مقام پر شہید کر دیا گیا، حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو وفود کی آمد کے موقع پر خطاب کی اجازت دینا حتی کہ خطیبِ رسول کی حیثیت سے ان کا معروف ہونا وغیرہ دلیلیں اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ دعوت و تبلیغ اور خطبہ و وعظ کے لئے حسنِ اختیار اور اذنِ مسبق کی ضرورت ہے اور یہ معروف بات ہے کہ جب کسی باب میں اصل ثابت ہو جائے تو متعلقہ غیر منصوصہ فروعات کو بھی اسی اصل کی طرف لوٹایا جاتا ہے، پھر کیسے یہ کہا جاسکتا ہے کہ تبلیغ دین جیسے عظیم منصب کے لئے حسن اختیار اور اذنِ مسبق کی ضرورت ہی نہیں !

اور خاص طور پر اس وقت کیسے اس بات کو قبول کیا جاسکتا ہے جبکہ یہ تاریخی حقائق کے بھی خلاف ہو چنانچہ د/احمد الفرید اپنی کتاب "تحفة الواعظ" میں فرماتے ہیں کہ : جب تک منصبِ خطابت خلفائے راشدین اور رؤسائے عظام کے ہاتھوں میں تھا، نہ صرف اس کی حفاظت کی جاتی تھی بلکہ اسے عزت، شرافت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، اس وقت حاکم کھڑے ہو کر ہاتھ میں عصاء چھڑی، یا نیزہ وغیرہ لیکر خطبہ دیا کرتا لیکن جب مروانیوں کی حکومت آئی، لوگوں میں عیش وطرب عام ہوا۔ صدارتِ مملکت پر ولید بن عبدالملک بن مروان براجمان ہوا تو اس عظیم منصب کی ناقدری کرتے ہوئے بیٹھ کر خطبہ دینے لگا تبھی سے خطابت کی اہمیت کمزور پڑنے لگی حتی کہ مامون رشید، خلفاء بنی عباسیہ کا آخری بادشاہ گذرا، جس نے خطبہ کی اہمیت کو اجاگر کیا، جس کے

بعد بادشاہوں نے خطبہ ترک کرکے اس ذمہ داری کو بھی دیگر ذمہ داریوں کی طرح اوروں کو سونپ دیا ، پھر جب جاہل اس منصب کے حامل اور بار بردار ہوئے تو انھوں نے اس منصبِ جلیل کی عزت کو ذلت اور رفعت و بلندی کو کمتری اور پستی کے ہاتھوں نیلام کردیا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔[1]

تیسرے قول کا مناقشہ:

اولا : اجتماعی دعوت و تبلیغ ، تعلیم وتدریس کے لئے امیر یا اس کے نائبین علماء کی اجازت کے سلسلے میں مسجد کے سلطانیہ اور غیر سلطانیہ ہونے کی تفریق بے جا ہے اس لئے کہ اولا اس تفریق کی کوئی شرعی دلیل نہیں۔

ثانیا: یہ تفریق قواعد و اصول فقہ کے خلاف ہے کہ اس لئے کہ مسجد کا سلطانیہ یا غیر سلطانیہ ہونا نہ صرف علت غیر منصوصہ ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ مسجد کا سلطانیہ یا غیر سلطانیہ ہونا علت ہی نہیں ہے کیونکہ یہ وصف غیر مطرد ہے، جبکہ صحیح علت اس مسئلے میں مسجد کا مسجد ہونا ہے پھر چاہے وہ امام المسلمین کی ہو یا رعایا اور عوام کی ، کیونکہ مسجد چاہے امام کی ہو یا عوام کی، دونوں میں مصلحتِ شرعیہ ایک ہی ہے، اور وہ ہے اسمیں اللہ کے دین کی حفاظت ، تبلیغ ، نشر واشاعت اور لوگوں کی تعلیم وتربیت۔ اور چونکہ یہ مصلحت دونوں قسم کی مساجد میں یکساں موجود ہے اس لئے حکم اس کے مسجد ہونے پر لگے گا نہ کہ اس بات پر کہ وہ مسجد کس کی ہے۔

ثالثا: پھر یہ تفریق اس لئے بھی باطل ہے کہ عدمِ اذن کی صورت میں اللہ کے دین کے ساتھ نااہل کی خرد برد ، ہیر پھیر اور لوگوں کے ایمان و اسلام میں بگاڑ کی مفسدت دونوں قسم کی مساجد میں متوقع ہے ، چنانچہ نااہل جب بغیر اذن کے کلام کرے گا تو چاہے مسجد امام کی ہو یا عوام کی بہر صورت فساد وارد ہونا ہی ہے ، جس کا دفیعہ شرعا مطلوب ہے، اور تفریق کی صورت میں اس مفسدت سے امام المسلمین کی مسجد تو بچ

1۔ تحفۃ الواعظ فی الخطب والمواعظ ، ص: 38

جاتی ہے لیکن عوام کی مساجد جن کی تعداد زیادہ ہیں، جن میں مصلین کی فراوانی، جہلاء کی کثرت ،اور گمراہی پھیلنے کے امکانات بھی زیادہ ہیں وہ اس مفسدت سے نہیں بچ پائیں گی۔

ترجیح:

چنانچہ یہی بات راجح ہے کہ وعظ و نصیحت ، تذکیر و موعظت اور اجتماعی دعوت کافریضہ دینی منصب ہے جس کے لائق صرف علماء کرام ہیں، اس شرط کے ساتھ کہ امام المسلمین یا اس کے نائبین یا موجود علماء حل وعقد نے انہیں اس امر کی اجازت دی ہو یا اس کام کے لائق سمجھ کر مامور کیا ہو۔

وجوہِ ترجیح:

اس لئے کہ

(1) یہی نبی کریم ﷺ سے ثابت دلیلوں کا تقاضا ہے۔

(2) یہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طرزِ عمل ہے۔

(3) لوگوں کے ایمان واسلام کی حفاظت کا بھی یہی تقاضا ہے کہ اسے کھلواڑ کرنے والوں کے حوالے نہ کیا جائے۔

(4) دین کو تحریف، تعطیل اور بازیچہء اطفال بننے سے بچانے کا بھی یہی تقاضا ہے۔

(5) ایسا کرنے کے کئی فوائد ہیں۔(1) ایک بڑا فائدہ جو داعی ، دعاۃ اور مدعوین تینوں جہت کو شامل ہے، وہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کو دعوتی کام کے لئے امراء یا علماء کی طرف سے اتھارٹی کے ساتھ متعین کیا جاتا ہے تو وہ کام کے لئے کلی طور سے فارغ ہوتا ہے، پورا وقت اسے دے سکتا ہے،اس وقت اسے کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور جو برائی دیکھتا ہے اس پر رد کی پوری قوت اپنے اندر پاتا ہے، ساتھ ہی ہر موسم کے لحاظ سے عوام کو فائدہ پہنچاتا ہے۔. برخلاف ایسے شخص کے جو خود کو متعین کرلے کیونکہ وہ شخص اللہ کے دین کے لئے پورا وقت نہیں دے گا کبھی دل میں

آیا تو بیان کیا ورنہ نہیں، وہ لوگوں سے دب کر بھی کام کرے گا، وغیرہ وغیرہ۔ (2) اور ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ دینی اسٹیج اور منبر و محراب کا غلط استعمال ہونے سے بچ جائے گا کیونکہ عام طور پر ایسا دیکھا جاتا ہے کہ اوپری دباؤنہ ہونے کی وجہ سے لوگ اس منصب کا اپنے مفاد کے لئے استعمال کرتے ہیں، (3) ساتھ ہی یہ بھی فائدہ ہوگا کہ وہ دین میں کسی طرح خرد و برد نہیں کرسکے گا، بغیر تاویل و تحریف کے بیان کرے گا کیونکہ اسے معلوم ہوگا کہ اسکی نگرانی کی جارہی ہے اس سلسلے میں قاضی ابی یعلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ علماء و فقہاء کے مساجد و جوامع میں بیٹھنے، تدریس و افتاء کے منصب پر فائز ہونے میں جہاں اس منصب کی عظمت، مسؤلیت اور اپنے و دوسروں کے دین کے ساتھ انصاف کا تقاضا ہے کہ اس کے لئے اہل ہی تصدر کرے وہیں سلطان کی نظرِ مراقبت بھی کسی بات کے انکار یا اقرار میں احتیاط کو واجب کرتی ہے۔[1]

(6) پھر ایسا نہ کرنے کی صورت میں بہت سارے مفاسد متوقع ہیں جن کی طرف حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس واعظ کو منع کرنے بعد اپنے خطبہ میں اشارہ کیا ہے، امت کی تفریق، تمزیق، منہج میں ہیر پھیر، طریقۂ سلف کی مخالفت اور دین سے متعلق دیگر مصالح میں بگاڑ و فساد چنانچہ یہ اور اس جیسے بے شمار مفاسد سے امت کو بچانے کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس منصب کے لئے علم و صلاحیت، دینداری و تقویٰ شعاری، اصالت واستنادیت وغیرہ مواصفات کی خوب جانچ پڑتال کے بعد ہی علماء کی اجازت سے کسی کو اجتماعی دعوت کے لئے مامور کیا جائے۔ اسی لئے امام محمد اشرف شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ عون المعبود میں فرماتے ہیں کہ: "کہ امام مسلمین (اسی کے حکم میں اس کے نواب اور علماء بھی ہیں) خلق ورعیت کے مصالح کا زیادہ جانکار ہوتا ہے لہٰذا اسے ایسے ہی شخص کو اختیار کرنا چاہئے جس کا فائدہ نقصان سے زیادہ ہو اور اگر یہ امر امام یا اس کے نواب یا علماء کے ہاتھ سے لیکر ہر شخص کی صوابدید پر چھوڑ

1۔ الاحکام السلطانیۃ: ابو یعلی رحمہ اللہ، ص: 304

دیا جائے کہ اگر وہ خود کو اہل سمجھتا ہے تو اس منصب کو اختیار کرلے تو اس بات کی شدید توقع ہے کہ اسکے ذریعہ آنے والا نقصان فائدے سے زیادہ ہو پھر یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ایسا کبر وغرور کی وجہ سے کرے یا لوگوں میں چودھراہٹ اس کو مطلوب ہو"۔[1]

حاملینِ احتجاعی دعوت کے اوصاف

پتہ چلا کہ تبلیغ کے باب میں مصالح کا حصول اور مفاسد کا دفاع داعی، خطیب وواعظ اور ناصح کے عالم ہونے ہی پر موقوف ہے اسی لئے سلف نے اس منصب کے لئے علم کی حاجت پر شدید زور دیا ہے۔

علمی کمال:

چنانچہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ جب دعوت الی اللہ بندے کے اشرف وافضل اور اجل واعظم اور اعلی مراتب میں سے ہے تو اس کا حصول بھی اس علم و معرفت کے بغیر ممکن نہیں جس کے ذریعہ داعی فریضۂ دعوت انجام دیتا اور جس کی طرف بلاتا ہے بلکہ یہ کہا جائے تو بے جانہ ہوگا کہ دعوت کے کمال کے لئے داعی کا علمی کمال انتہائی ضروری ہے۔[2]

نیز اعلام الموقعین میں فرماتے ہیں کہ: جب اللہ کی طرف سے تبلیغ کی ذمہ داری کا مدار پہنچائی جانے والی چیز کی معرفت اور اس میں سچائی پر ہے تو افتاء اور روایت کی تبلیغ کے منصب کے لئے وہی شخص موزوں ہو سکتا ہے جو علم و صداقت سے متصف ہو، سیرت و کردار کی شفافیت، اقوال وافعال کی عدالت، ظاہر و باطن کی یکسانیت کا مالک ہو، بھلا بتایئے جب بادشاہوں کے ایلچیوں، مبلغوں اور نوابوں کے مقام و مرتبے اور فضل و شرف کا کوئی انکار نہیں کرسکتا تو آسمان و زمین کے رب کے مبلغ و مُوَقّع کے

1۔ عون المعبود: 72/10

2۔ مفتاح دار السعادۃ و منشور ولایۃ العلم والارادۃ: 154/1

فضل و مرتبے کی بلندی کا کون انکار کر سکتا ہے؟ چنانچہ جو بھی اس منصب کے لئے اختیار کیا جائے اسے اس کی قدر پہچاننی چاہئے اور اس کے شایان شان تیاری کرنی چاہئے۔[1]

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کہ تبلیغ کا فریضہ تو اہل علم ہی ادا کر سکتے ہیں اور یہی بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اپنے افاضل علماء و فقہاء صحابہ کو تبلیغِ دین اور لوگوں کو اسلام سکھانے کے لئے روانہ فرما کر سمجھائی ہے۔"[2]

ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "**کان وعاظ السلف من العلماء والفقہاء**"[3] کہ سلف میں وعظ و نصیحت کرنے والے علماء و فقہا ہی ہوا کرتے تھے۔

شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "**الدعوۃ الی اللہ**" میں فرماتے ہیں کہ: جہالت کی بنیاد پر دعوت نقصاندہ ہی ہے وہ کبھی نفع بخش نہیں ہو سکتی۔[4]

اور اسی کتاب کے ص 50 پر فرماتے ہیں: کہ تمہیں اپنی دعوت میں بینۃ اور دلیل پر ہونا چاہئے، عالم ہونا چاہئے جاہل نہیں، اس لئے کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى ۖ وَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ﴾[5] چنانچہ علم ضروری ہے، اس لئے کہ وہ فریضہ ہے، سو خبردار جہالت کی بنیاد پر نہ دعوت کا کام کرنا اور نہ اللہ کے دین میں کسی طرح کا کلام کرنا، اس لئے کہ جاہل بنیادوں کو ڈھاتا ہے بناتا نہیں، فساد مچاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اصلاح کر رہا ہے، چنانچہ اے اللہ کے بندے اللہ سے ڈر! اور بغیر علم کے اللہ پر باتیں کہنے والوں میں سے نہ ہو جا۔

1۔ اعلام الموقعین: 1/8-9

2۔ شریط: القول البلیغ فی الرد علی جماعۃ التبلیغ

3۔ تلبیس ابلیس، ص: 151، القصاص والمذکرین، ص: 182

4۔ الدعوۃ الی اللہ۔ ص: 32

5۔ یوسف: 108

شیخ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ جاہل کسی بھی طرح دعوت کے لائق نہیں، اور نہ دعوت کے لئے اس کا خروج لائق تعریف ہے، اس لئے کہ اس کا طریقہ کبھی بھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ نہیں ہوسکتا اور اس لئے بھی کہ جاہل اصلاح سے زیادہ فساد مچاتا ہے۔[1]

شیخ صالح الفوزان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: دعوتی حماس اور جذبہ اچھی بات ہے انسان کے اندر بھلائی کی رغبت اور اس کی طرف دعوت کا جذبہ پایا جانا چاہئے لیکن ایک جاہل مجرد اپنی حماس اور جذبے کی بنیاد پر دعوتی میدان میں قدم رکھے یہ ہرگز بھی جائز نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ جاہل دعوت کے لائق نہیں ہوتا، ظاہر ہے ایسی صورت میں وہ اصلاح سے زیادہ فساد مچائے گا، خود بھی پریشانی میں واقع ہوگا اور امت کے لوگوں کو بھی مشاکل سے دوچار کرے گا، اس لئے ضروری ہے کہ وہ دعوت سے پہلے علم حاصل کرے، لیکن اگر علم نہیں سیکھ سکا تو اسے لوگو کو خیر کی رغبت دلانے پر اکتفا کرنے چاہئے، اللہ اسکی نیک نیتی کا اجر اسے ضرور دے گا، چنانچہ نہ جاہل دعوت کے لائق ہے، اور نہ مجرد تحمس وجذبات ہی اس راہ کے لئے کافی ہے، بلکہ یہ جذبات تو جہالت کے ساتھ اور بھی نقصاندہ ہے۔[2]

علمی استناد و توثیق:

اسی طرح ہمارے سلف علم کے ساتھ توصیہ، علمی استناد و شہادۃ اور اہل علم کی توثیق بھی ضروری قرار دیتے تھے، چنانچہ عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "**لا یؤخذ العلم الا عمن شہد لہ بالطلب.**"[3] علم اس شخص سے حاصل کیا جائے جس کے متعلّم اور تدریس کے اہل ہونے کی اہل علم نے گواہی دی ہو۔

1۔ القول المفید: 127/1

2۔ الاجوبۃ المفیدۃ۔ ص: 79

3۔ الکفایۃ: خطیب بغدادی: 375/1

شیخ ابوزید سلیمان العربی اپنی کتاب "**منہج السلف فی الوعظ**" میں فرماتے ہیں کہ: "سلف کے نزدیک واعظ و ناصح کی اہم ترین صفت علم تھی، چنانچہ وہی نصیحت ووعظ کرتا تھا جو اللہ کے دین کا عالم، کتاب اللہ وسنت رسول ﷺ کا جانکار اور مقاصد شریعت کا ماہر ہوتا تھا، اسی لئے وعظ و نصیحت اور تبلیغ وبیان کی ذمہ داری ایسے راسخ علماء ہی کو دی جانی چاہیئے جن کے علم و تقویٰ، صلاح وورع اور رسوخ فی العلم کی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ، حسن بصری، عبید بن عمیر، فضیل بن عیاض، رحمہم اللہ جیسے جید علماء و فضلاء نے گواہی دی ہو"۔[1]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "**ما افتیت حتی شہد لی سبعون من علماء المدینۃ انی اھل لذلک**"[2]"کہ میں اس وقت تک مسندِ درس وافتاء پر نہ بیٹھا جب تک ستر مشائخ نے اس بات کی گواہی نہ دے دی کہ تم اس کے اہل ہو"

علماء و مشائخ سے علم کی شہادت کے حصول کی خاطر سلف سالوں تک مجالس علماء میں شرکت کرتے، طلبۂ علم کے ساتھ پڑھنے جاتے، دور دراز کا خطرناک سفر کرتے۔ بھوکے رہتے، وطن عزیز، اعزاء واقرباء کو خیر آباد کہتے، آرام، چین وسکون تج دیتے، تب جاکر علم کی شہادت انہیں ملتی تھی، اہل علم کی کتابیں اس باب میں ان کی قربانیوں کے قصوں سے بھری پڑی ہیں۔ چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "**کان الرجل یختلف الرجل ثلاثین سنۃ یتعلم منہ**"[3]کہ آدمی تیس تیس سال ایک ہی عالم سے حصول علم میں لگایا کرتا تھا۔

1۔ منہج السلف فی الوعظ لابی یزید سلیمان العربی: ص:613

2۔ الفقیہ والمتفقہ: 325/2

3۔ حلیۃ الاولیاء لابی نعیم: 320/6

اقسام علوم جن کا داعی کو حاصل ہونا چاہئے

یہی نہیں اس ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے داعی کو کن علوم سے لیس ہونا چاہئے اس کی بھی سلف تحدید کیا کرتے تھے چنانچہ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں فرماتے ہیں: کہ واعظ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح وضعیف، مقطوع ومعضل، روایت کا جانکار ہونا چاہئے، تاریخ اور سیرتِ سلف سے آگاہ ہونا چاہئے، زھاد اور عارفین کی خبریں اسے معلوم ہونی چاہئے، ساتھ ہی اسے اللہ کے دین کا فقیہ، عربی زبان کا عالم اور فصیح اللسان ہونا چاہئے،[1] حتی کہ امام سجزی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اسے چھ علوم کا تفصیلی جانکار ہونے کا اشارہ دیا ہے جن کا اجمالی خاکہ کچھ یوں ہے۔

(1) **قرآن**: اس کی قراءت، ناسخ ومنسوخ، محکم ومتشابہ اور اسبابِ نزول سے واقف ہو۔

(2) **حدیث**: صحیح وضعیف، ناسخ ومنسوخ، مشہور وغریب، متواتر وآحاد وغیرہ احادیث کی حتی الامکان معرفت رکھتا ہو۔

(3) **فقہ**: فقہ میں ان احکام کا جانکار ہو جس پر مسائلِ شریعت کے ضبط کا مدار ہے۔

(4) **عربی زبان**: کتاب وسنت کی صحیح فہم اور فقہ کی معرفت کے لئے اسے سیکھنا ضروری قرار دیا ہے۔

(5) **نحو**: کلامِ عرب کی خطاء کو صواب سے ممتاز کرنے کے لئے اس کا سیکھنا ضروری قرار دیا ہے۔

(6) **سیرت وتاریخ** اور گذشتہ اقوام کی خبریں جاننا واعظ وخطیب کے لئے مستحسن قرار دیا ہے۔[2]

1۔ القصاص والمذکرین، ص: 182

2۔ رسالۃ السجزی الی اہل زبید

شیخ ابویزید سلیمان العربی کہتے ہیں کہ: کہ سلف رحمھم اللہ نے بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والے کے لئے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ بھلائی اور برائی کا جانکار ہو، اسکے طرق، درجات، اسالیب اور وسائل کا بھی ادراک رکھتا ہو، ان تمام شرائط کا حصول اس علمِ شرعی کے بغیر ناممکن ہے جو کتاب وسنت اور ہمارے سلف سے ماخوذ ہو۔[1]

نصر بن محمد السمرقندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "**وينبغي للمذكر أن يكون عالما بتفسير القرآن والأخبار وأقاويل الفقهاء**"[2]"کہ مذکر (وعظ ونصیحت کرنے والے) کو تفسیرِ قرآن، تاریخِ اسلام، حدیثِ رسول اور اقوالِ فقہاء کا عالم ہونا چاہئے"۔

علمی رسوخ کے شرط کی وجہ:

(1) دعوت و تبلیغ و وعظ و نصیحت، تذکیر و تقریر میں بصیرت اور علم کی شرط اس لئے بھی لگائی جاتی ہے کہ رب العالمین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دعاۃ ہونے کو اسی شرط کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔

اللہ کا فرمان: ﴿قُلْ هَٰذِهِۦ سَبِيلِىٓ أَدْعُوٓا۟ إِلَى ٱللَّهِ ۚ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى ۖ وَسُبْحَٰنَ ٱللَّهِ وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلْمُشْرِكِينَ﴾[3] کہ میں اور میرے متبعین اللہ کی طرف علم وبصیرت کی بنیاد پر بلاتے ہیں۔

(2) نیز دیگر علوم و فنون سے داعی و مصلح اور واعظ و خطیب کو متصف ہونے کیلئے اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ امت کے بڑے طبقے اور جم غفیر کو بیک وقت مخاطب کرتا ہے جسمیں مختلف عمر، مختلف مستویاتِ علم، گوناگوں تجارب، بھانت بھانت کی تہذیب و ثقافت، متعدد ادیان و فرق کے لوگ ہوتے ہیں۔ داعی ان مختلف المراتب لوگوں کے سوالات، استفسارات اور اشکالات کی جوابدہی کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ چنانچہ

1۔ منہج السلف فی الوعظ: ابویزید سلیمان العربی: ص: 609،610

2۔ تنبیہ الغافلین، ص: 16

3۔ یوسف: 108

لوگ اس سے عبادات و معاملات، تجارت و کاروبار، نکاح و طلاق، دیات و جنایات، غرض کہ علمِ دین کے ہر باب سے متعلق سوالات کرتے ہیں، ظاہر بات ہے ایسا بندہ تو علم میں وثوق اور گہرائی و گیرائی کا حد درجہ حاجت مند ہوتا ہے۔ تاکہ سائل کو مطمئن کرسکے۔ (3) لیکن اگر اس کا علمی مستوی اس قدر اعلیٰ یا منصب کے لائق نہ ہو تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ اپنی جہالت کے ہاتھوں لوگوں کا دین برباد کردے، حق کی بجائے باطل کی ترویج و اشاعت کرنے لگے اور اسے اس کا ادراک بھی نہ ہو، یہ بھی ممکن ہے کہ وہ نبوی اسلوب دعوت ہی نہ استعمال کرسکے، یا اختیار کرے مگر اس میں فاش غلطیاں کرے یا اسے ناقص سمجھ کر، عصر حاضر کے لائق نہ جان کر اسمیں خرد برد کا شکار ہو جائے، اس کا بھی قوی امکان ہے کہ جذبۂ دعوت میں اندھا ہو کر جہالت کے ہاتھوں باطل افکار کی ترویج کا آلہ کار بن جائے، اسی لئے ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ وعظ و نصیحت اور تبلیغ و ارشاد کا کام ایسے ہی عالم کو کرنا چاہئے جسے مختلف فنون وعلوم پر عبور ہو اس لئے کہ اس سے ہر فن سے متعلق سوالات پوچھے جاتے ہیں جبکہ اگر فقیہ مسند نشین ہو تو بڑی مشکل سے اس سے حدیث سے متعلق پوچھا جاتا ہے، ایسے ہی محدث مسند نشین ہو تو اکا دکا کبھی کبھار اس سے فقہ سے متعلق سوالات ہوتے ہیں چنانچہ ضروری ہے کہ وہ علم و عمل میں کمال رکھتا ہو۔ [1]

(4) خاص کر یہ احتمال (یعنی ہر فن سے متعلق سوالات پوچھنے جانے کا احتمال) اس وقت اور قوی ہو جاتا ہے جبکہ عوام کو علم و علماء کی تمیز نہ ہو بلکہ ان کے یہاں جہالت کے سبب معیارِ علم ہی منبر و محراب اور اسٹیج و T.V کے پردے پر بحیثیت مقرر آنا ہو، چنانچہ جسے بھی منبر و محراب پر چڑھ کر خطبہ دیتے اور بہترین اسٹیج سجائے، عوام کا مجمع لگائے، تقریر کرتے، اور ٹیلی ویژن پر نشر ہوتے دیکھتے ہوں اسے ہی عالم سمجھ بیٹھتے ہوں چنانچہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ القصاص و المذکرین میں فرماتے ہیں: "**فالعالم عند**

1۔ القصاص والمذکرین۔ ص: 181

العوام من صعد المنبر "[1] کہ عالم عوام کی نظر میں ہر وہ بندہ ہے جسے اسٹیج پر تقریر کرنا آتا ہو۔

(5) اس احتمال کی قوت کے ساتھ ہی علم کی طرف واعظ و ناصح اور داعی کی حاجت انتہائی ناگزیر ہو جاتی ہے، اس شدید حاجت کے باوجود اگر اس کے پاس کافی علم نہ ہو تو نہ خود اسے اپنی دعوت و موعظت سے فائدہ ہوگا نہ غیروں کو، پھر کوئی بعید نہیں کہ سنت کو بدعت سے ملادے، اور تو اور وہ اپنی نیت بھی درست نہیں کرسکتا تو دوسروں کا کیا بھلا کریگا؟ !، ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ القصاص والمذکرین میں ایک مقام پر ایسے بندے کے بارے میں فرماتے ہیں : کہ جب واعظ و ناصح، مبلغ و مرشد تفسیر قرآن کا عارف ہوگا، حدیث اور سلف کے طریقے کی اسے معلومات ہوگی، فقہ پر اسے دسترس ہوگی، تب وہ جادۂ صواب کو پالے گا، سنت و بدعت کی تفریق کر پائے گا، اس کا یہ علم اسے نیک ارادہ اور سچی نیت دلائے گا، البتہ اگر وہ کم علم ہو، دنیاوی جاہ کا طالب ہو تو دوسروں کو اس سے فائدہ تو ہوگا نہیں البتہ خود اسکی ذات کو نقصان ضرور ہوگا۔[2]

(6) یہی نہیں ایسی صورت میں وہ نبوی منہج پر حکیمانہ وعظ و نصیحت بھی نہیں کرسکتا ہے چہ جائیکہ کہ اس کے خاطر خواہ اثرات برآمد کرے۔ حارث المحاسبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : "**من عدم الفهم عن الله فيما وعظ لم يحسن أن يستجلب وعظ حكيم**"[3] "کہ جو اپنے ہی وعظ میں پیش کی جانے والی اللہ اور رسول کی باتوں کی مکمل فہم و بصیرت سے محروم ہو وہ حکیمانہ وعظ و نصیحت کبھی نہیں کرسکتا"۔ (7) ایسی صورت میں گرچہ لوگوں کو نظر آئے کہ وہ اچھا کر رہا ہے لیکن حقیقت میں وہ فساد مچا رہا

1۔ مصدر سابق۔ ص: 318

2۔ مصدر سابق۔ ص: 207

3۔ حلیۃ الاولیاء: 85/10

ہوتا ہے ، چنانچہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے **"من عمل علی غیر علم کان یفسد أکثر مما یصلح۔"**(1)

"کہ جو بھی شخص کوئی بھی دینی و دنیوی کام بغیر علم کے انجام دیتا ہے وہ دراصل اصلاح سے زیادہ فساد برپا کرتا ہے"۔

پھر گرچہ اسے یہ لگتا ہو کہ وہ سلف کی اتباع کر رہا ہے جبکہ حقیقتِ امر میں وہ ان کی مخالفت کر رہا ہوتا ہے ، محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : **"العامل علی غیر علم کالسالک علی غیر طریق والعامل علی غیر علم ما یفسد أکثر مما یصلح"**(2) "کہ بغیر علم کے کام کرنے والا منزل تک پہنچانے والے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے کو اختیار کرنے والے کی طرح ہے چنانچہ وہ اصلاح سے زیادہ فساد برپا کرتا ہے"۔

(8) پھر وہ کچھ نیا کرنے کی دھن میں ایجادات پر ایجادات اور اتباع ھوی کا شکار ہو جاتا ہے ایسے میں ضروری ہو جاتا ہے کہ ایسے مفسدین سے اللہ کی زمین پاک کی جائے ، اللہ کے دین کی حفاظت اور لوگوں کی صحیح رہنمائی کا انتظام کیا جائے، اسی قسم کے دعاۃ کے بارے میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "کہ اس زمانے میں واعظوں اور ناصحوں نے جو مسجع و مقفع کلام، ایسے اشعار پر مشتمل پر تکلف عبارتوں کی بدعت ایجاد کی ہے جن میں دین کی تعظیم ہوتی ہے نہ مسلمانوں کے عبرت کا سامان! بلکہ اس میں مختلف طرز و انداز سے معاصی کی رغبت ضرور پائی جاتی ہے تو ایسے خطباء و واعظین اور دعاۃ و مصلحین دجال کے نائبین اور شیطان کے خلفاء ہیں جن سے اللہ کی زمین پاک کرنا ضروری ہے"۔(3)

1۔الابانۃ: ابن بطۃ: 502/2

2۔الترغیب والترھیب: امام اصفہانی: 97/3

3۔احیاء علوم الدین: 327/3

اس فریضے کے حامل کا امتحان

اسی لئے ہمارے سلف ایسے متعالمین کو کہیں بھی پاتے تو ان کا محاسبہ ضرور کرتے، جس منصب کے لئے انہوں نے خود کو نصب کر رکھا ہے اس کی اہلیت کا امتحان لیتے، چنانچہ قاضی شریح بیان کرتے ہیں: "کہ میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ کے بازار میں گھوم رہا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک قصہ گو واعظ و ناصح کے پاس رکے اور اسے مخاطب کرکے فرمایا کہ ائے قصہ گو! ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گذرے زیادہ عرصہ نہیں ہوا جن کے تلامذہ ہم صحابہ زندہ ہیں اور تو قصہ گوئی کرتا ہے! میں تم سے کچھ پوچھتا ہوں اگر صحیح جواب دیا تو ٹھیک ورنہ ابھی تمہیں سبق سکھاتا ہوں، اس نے کہا کہ امیر المومنین آپ کو جو پوچھنا ہے پوچھئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کونسی چیز ثباتِ ایمان کا سبب جبکہ کیا چیز اسے زائل کردینے والی ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ کا ڈر و تقوی ثباتِ ایمان کا سبب جبکہ طمع زوالِ ایمان کا باعث ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم جیسے لوگ وعظ کر سکتے ہو"۔[1]

امام زھیر بن حرب رحمۃ اللہ علیہ "کتاب العلم" میں ابو عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت نقل کرتے ہیں: "**مر علي رضي الله عنه على قاص فقال: هل تعرف الناسخ من المنسوخ قال: لا قال: هلكت وأهلكت**"[2] "کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک واعظ پر سے گذرے تو اس سے دریافت فرمایا کہ تمہیں ناسخ و منسوخ کا علم ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا تم خود بھی تباہ ہو رہے ہو اور دوسروں کو بھی برباد کر رہے ہو"۔

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الکفایۃ میں ابی العباس احمد بن علی الآبار سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے اھواز کے مقام پر ایک شخص کو دیکھا

1۔البدایۃ والنہایۃ: ابن کثیر: 24/9

2۔کتاب العلم: زھیر ابن حرب۔ ص: 140

جس نے مونچھیں منڈھوا رکھی تھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ کتابیں خرید کر خود کو فتوے بازی کے لئے مکمل تیار سمجھتا تھا، چنانچہ ساتھیوں نے مجلس میں اصحابِ حدیث کا تذکرہ کیا تو کہنے لگا کہ ائمۂ احادیث کی کوئی حیثیت نہیں ۔ تومیں نے اس سے کہا کہ تم تو ڈھنگ سے نماز بھی پڑھنا نہیں جانتے اور اہل الحدیث پر کلام کرتے ہو ؟! اس نے کہا میں !؟ میں نے کہا ہاں تم نہیں تو اور کون ! بھلا بتاؤ نماز کی ابتداء میں ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی کس حدیث کی بنیاد پر اٹھاتے ہو؟ وہ خاموش ہو گیا، تو میں نے کہا کہ رکوع میں دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رسول اللہ ﷺ کی کس حدیث کی بنیاد پر رکھتے ہو؟ وہ خاموش ہی رہا، میں نے کہا: سجدہ رسول ﷺ کی کس حدیث کی بنیاد پر کرتے ہو ؟اس کی مسلسل خاموشی دیکھ کے میں نے کہا کہ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ تمہیں ڈھنگ سے نماز بھی پڑھنی نہیں آتی؟ ہاں ! تمہارے علم کی کل مقدار یہی ہے کہ تمہیں بتایا گیا ہے کہ فجر کی نماز دو رکعت ہوتی ہے، ظہر چار رکعتیں پڑھی جاتی ہیں اور بس اس سے زیادہ تمہیں کچھ نہیں معلوم ،اسی کو لازم پکڑو یہ تمہارے حق میں مسندِ فتوی پر دراز ہونے اور محدثین پر کلام کرنے سے بہتر ہے کیونکہ تمہیں کچھ نہیں آتا"۔ (1)

"امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحذیر الخواص میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مسجد بصرہ میں داخل ہوئے تو سارے قصاص وواعظین کو مسجد سے باہر نکال دیا"۔ (2)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ تو اس قسم کے مدعیان علم کی سخت گرفت کیا کرتے چنانچہ "ایک مرتبہ انہیں متعالمین میں سے کسی نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ وہ ثواب کی نیت سے فریضہء تبلیغ وارشاد ادا کرنا چاہتا ہے شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے جواب

1۔ الکفایۃ فی علم الروایۃ: خطیب بغدادی: 1/5-6

2۔ تحذیر الخواص من اکاذیب القصاص: امام سیوطی۔ ص: 211

دیا کہ تم جاہل ہو، ثواب کی نیت سے باورچی بن کر روٹی پکاؤ فتوے بازی اور تبلیغ وارشاد نہ کرو"۔[1]

قارئین! دیکھا آپ نے کس طرح سے سلف متعالمین کا امتحان لیا کرتے پھر جسے اس فریضے کے لائق پاتے برقرار رکھتے جسے لائق نہ پاتے یا اس فریضے میں غلطی کرتے دیکھتے اس پر شدید نکیر کیا کرتے تھے اور کرتے بھی کیسے نہ جبکہ انہوں نے یہ منہج رسول اللہ ﷺ سے سیکھا تھا، چنانچہ علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "اللہ کے نبی ﷺ نے ان صحابہ کی نکیر فرمائی جنہوں نے سنت کے خلاف فتوی دیا چنانچہ آپ نے ابو سنابل کی بات جھٹلائی اور انہیں اپنی رائے میں جھوٹا قرار دیا[2]۔ غیر شادی شدہ زانی کے رجم کا فتوہ دینے والے کی نکیر کی [3]۔اور ان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نکیر کی جنہوں نے زخمی صحابی کو غسل جنابت کا فتوی دیا تھا۔ جس کے سبب صحابی رسول ﷺ کی وفات ہو گئی تھی [4]،ایسے ہی آپ نے بغیر علم کے فتوے دینے والے کی نکیر کی تھی اور بتایا کہ غلط بات بتانے پر پوچھنے والے کا گناہ بھی غلط بتانے والے پر ہوگا[5]۔ "[6]

1۔المستدرک علی مجموع الفتاوی: محمد ابن عبد الرحمٰن ابن القاسم: 153/5، اور اعلام الموقعین: 217/4

2۔ مسند أحمد: 305/7، ح: 4273، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے سلسلۃ الصحیحۃ، ح: 3274

3۔ متفق علیہ (بخاری، ح: 2695، مسلم، ح: 1697)

4۔ سنن أبی داؤد: 93/1، ح: 336، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے صحیح سنن أبی داؤد، ح: 365

5۔ سنن أبی داؤد: 321/3، ح: 3657، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے صحیح الجامع الصغیر، ح: 6068

6۔اعلام الموقعین: 178/2

امتحان کی وجہ:

"ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مصنف میں ذکر کیا ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک قصہ گو کو بیان بازی اور قصہ گوئی کرتے ہوئے دیکھا تو پولیس کی مدد سے مسجد سے نکلوادیا"۔[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر تعلیق لگاتے ہوئے شیخ سعد بن عبدالرحمٰن الحصین فرماتے ہیں کہ: "بے شک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دور اندیشی اور گہری بصیرت کی غمازی کرتا ہے، اس لئے کہ مجمعِ عام کے سامنے لوگوں سے امورِ دین کے سلسلے میں ہم کلام ہونا، تقریر اور خطاب کرنا داعی وخطیب کو سامعین کے دلوں میں غلبہ و تسلط اور مقام ومرتبہ عطا کرتا ہے، اور خود نفسِ انسانی، ذاتی شہرت کو پسند کرتی اور لوگوں پر غلبہ و تسلط حاصل کرنا چاہتی ہے چنانچہ اگر اللہ کا خوف اور تقویٰ مانع نہ ہو تو کوئی بعید نہیں کہ انسان اس قسم کی محافل، دینی مجالس اور تقریر وعظ کو حصول دنیا کا ذریعہ بنالے اور لوگوں کی رضامندی کے لئے شریعت کی مخالفت میں جھوٹ بولنے کی بھی پرواہ نہ کرے۔[2]

جاہل دعاۃ سے تحذیر:

یہی نہیں سلف اس قسم کے جاہل لوگوں کی مجالس میں شرکت سے بھی منع فرماتے، چنانچہ باپ اپنے بچوں کو اور استاد اپنے شاگردوں کو اس قسم کے لوگوں سے حصولِ علم سے منع کیا کرتے تھے۔

شجاع بن مخلد بیان کرتے ہیں کہ "میں منصور بن عمار کی مجلس میں جارہا تھا کہ میری ملاقات بشر بن الحارث المحاسبی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوگئی تو آپ نے انتہائی استعجاب میں مجھ سے فرمایا کہ شجاع تم بھی اس کی مجلس میں جاتے ہو؟ لوٹو! لوٹو۔ راوی کہتے ہیں کہ

1۔ مصنف: ابن ابی شیبۃ: 291/5

2۔ مھذب تحذیر الخواص: سعد ابن عبدالرحمٰن۔ ص: 17

پھر میں لوٹ آیا"۔[1]

حضرت عبداللہ بن الخباب بن الارت فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب میرے پاس سے گذرے جبکہ میں ایک واعظ کی مجلس میں بیٹھا تھا، اس وقت انہوں نے مجھ سے کچھ نہ کہا، لیکن جب میں گھر لوٹا تو ازار باندھی اور کوڑا لیکر مجھے پیٹنے لگے اوراس وقت تک مارتے رہے جب تک انہیں دو کنواں کھودنے والے مزدوروں نے تھام نہ لیا، وہ یہ کہکر مجھے مارتے جاتے تھے کہ کیا عمالقہ کے ساتھ بیٹھتے ہو، یہ ایجاد کردہ بدعت ہے، اس کے ساتھ آئندہ نظر آئے تو تمہاری خیر نہیں۔[2]

مجہولین کے تصدر کی ممانعت:

اور تو اور وہ تمام ہی مجہولین سے علم نہ لینے پر ابھارتے تھے۔ چنانچہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "**إن هذا العلم دين، فانظروا عمن تأخذون دينكم**"[3] کہ یہ علم دین ہے لہٰذا بہت سوچ سمجھ اور دیکھ پرکھ کر کسی سے یہ دین لیا کروں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "**إن هذا العلم هو لحمك ودمك، وعنه تسأل يوم القيامة، فانظر عمن تأخذه**"[4] کہ یہ علم تمہارا گوشت وخون اور جسم وجاں ہے اوراس کے بارے میں بروز قیامت تم پوچھے جاؤگے لہٰذا دیکھ لیا کرو کہ اسے کس سے لے رہے ہو؟۔

صحفیین سے تحذیر:

اور جنہیں ڈھنگ سے بولنا نہ آتا ہو، جو صحیح سے لکھنا نہ جانتے ہوں جو خطابت و کتابت میں ایسی فاش غلطیاں کرتے ہوں کہ کلام کا معنی و مفہوم زیر وزبر کردیتے ہوں انہیں تصدر سے منع کرتے، ان سے علم حاصل کرنے سے عوام کو باز رکھتے۔ چنانچہ

1۔ القصاص والمذکرین۔ ص: 355

2۔ مصنف: ابن ابی شیبۃ: 291/4، التمہید: ابن عبدالبر: 12/4

3۔ صحیح مسلم: 14/1

4۔ موطا: امام مالک: 25/1

سلیمان بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے کہ "**لا تقرؤا القرآن علی المصحفین ولا تاخذوا العلم من الصحفیین**"(1) کہ نطق واعراب میں غلطی کرنے والوں سے نہ قرآن سیکھو نہ علم لو۔

ظن سے بات کرنے والوں سے حصول علم کی ممانعت:

حتی کہ بغیر علم، محض ظن و تخمین سے بات کرنے والوں سے بھی علم لینے سے منع کرتے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے "**تعلمو الفرائض قبل الظانین**"(2) کہ لوگو! علمِ فرائض ان لوگوں کے پیدا ہونے سے پہلے سیکھ لو جو ظن و تخمین سے لوگوں کو سکھائیں گے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس قول کو بخاری میں تعلیقا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ "**یعنی الذین یتکلمون بالظن۔**"(3) کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ظن و تخمین سے کلام کرنے والے ہوں گے۔

مشائخ ومدارس سے ناپڑھے دعاۃ سے تحذیر:

ایسے ہی ان لوگوں کو تصدر سے منع کرتے جنہوں نے علمی حلقات ومدارس میں مشائخ اور علماء سے علم نہ حاصل کیا ہو، جن کے طلبِ علم کی گواہی علماء نے نہ دی ہو چنانچہ اسی ضمن میں عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "**لا یؤخذ العلم الا عمن شہد لہ بالطلب**"(4) کہ جس کے طالب علم ہونے اور علم میں ممتاز ہونے کی علماء گواہی نہ دیں اس سے علم نہ لیا جائے۔

1۔ مصدر سابق: 193/2

2۔ مسند ابن وھب۔ ح: 196

3۔ صحیح بخاری: 148/8

4۔ الکفایۃ: خطیب بغدادی: 375/1

کتابی دعاۃ سے تحذیر:

نیز جن کے علم کی بنیاد مجرد مطالعہ ہو ان کو بھی تصدر سے منع کرتے چنانچہ ثور بن یزید رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ "**لا یفتي الناس الصحفیون**"[1] صحفی لوگ (صرف کتابوں سے سیکھنے والے) عوام کو فتوی نہ دیا کریں۔ سلف رحمہم اللہ اس کی وجہ بتاتے ہوئے فرماتے "**من کان استاذہ کتاب فخطأہ اکثر من صوابہ**" کہ مجرد کتاب سے علم حاصل کرنے والے کی خطائیں اس کے صواب سے بہت زیادہ ہوتی ہیں۔

غیر متخصصین سے تحذیر:

ایسے ہی سارے نااہلوں اور غیر متخصصین سے علم حاصل کرنے سے باز رکھتے پھر چاہے وہ کتنا ہی عبادت گذار متقی اور پرہیزگار ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "کہ یہ علم دین ہے لہٰذا ضرور دیکھ لیا کرو کہ کس سے یہ علم لے رہے ہو میں نے ستر سے زیادہ لوگوں کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں قال اللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہوئے پایا لیکن ان میں سے کسی سے کچھ نہ لیا۔ جبکہ وہ سب اس قدر امین تھے کہ اگر انہیں مالِ کثیر پر نگراں مقرر کردیا جاتا تو وہ امانت دار نکلتے لیکن وہ اس بات کے قطعی اھل نہ تھے کہ میں ان سے کچھ لیتا۔ ان کے بالمقابل محمد بن شہاب الزھری رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ شریف لاتے تو طلبہ حدیث کا ان کے دروازے پر ہجوم لگ جایا کرتا"۔[2]

علمی بونوں سے تحذیر:

علمی بونو سے حصولِ علم سے باز رکھتے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اسے قیامت کی علامت قرار دیا ہے۔ "**إن من أشراط الساعة أن یلتمس العلم عند الأصاغر**"[3] حضرت ابو

1۔ الفقیہ والمتفقہ: خطیب بغدادی: 194/2

2۔ الفقیہ والمتفقہ: 194/2

3۔ الزھد لابن المبارک۔ ح: 61، المعجم الکبیر للطبرانی۔ ح: 1055 (شیخ البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے سلسلہ الصحیحہ۔ ح: 695)

امیہ الجمحی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں "کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ صغار سے علم لیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو ایسے بونوں سے حصولِ علم کو ہلاکت کا سبب بتلاتے تھے چنانچہ فرماتے کہ "**لا یزال الناس بخیر ما أخذوا العلم عن أکابرھم فإذا أخذوھا من أصاغرھم وشرارھم ھلکوا**"[1] "کہ لوگ اس وقت تک خیر و بھلائی پر رہیں گے جب تک اپنے اکابر سے علم حاصل کرتے رہیں پس جب وہ اپنے چھوٹے اور برے لوگوں سے علم لینے لگیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے"۔

سفہاء احلام اور ہوی پرستوں سے تحذیر:

تمام سفہاء احلام، جھوٹوں اور کذابوں، جاہل عابدوں اور تمام ہویٰ پرستوں سے حصول علم سے منع کرتے، چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: "کہ چار قسم کے لوگوں سے علم نہ لیا کرو اس کے علاوہ سے لے سکتے ہو، ایک تو ایسے بے وقوف سے جس کی بے وقوفی و غباوت ظاہر ہو۔ اگر چہ وہ سب سے زیادہ روایتیں نقل کرنے والا ہی کیوں نہ ہو، اور نہ ایسے جھوٹے سے جس کا تجربے کے بعد لوگوں میں جھوٹا ہونا ثابت ہوا ہو، اگرچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹے بولنے سے متہم نہ ہو، اور نہ ایسے ھوی پرست سے جو اپنی ہوی پرستی کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہو، اور نہ اس شیخ سے جو زھد و عبادت میں معروف ہو جبکہ اس پر جہالت و غفلت کا اس درجہ غلبہ ہو کہ اپنے ہی بیان کردہ امور کی حقیقت سے بے خبر ہو۔[2]

اہل بدعت سے علم لینے کی ممانعت:

ایسے ہی ان سارے لوگوں سے حصول علم سے منع کرتے جو اپنی بدعت کی طرف دعوت دیتے ہیں، چنانچہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "**إن الدعاۃ إلی البدع لا تقبل**

1۔ جامع بیان العلم وفضلہ: ابن عبدالبر۔ح: 1057

2۔ المعرفۃ والتاریخ: یعقوب بن سفیان الفسوی: 684/1

شهادتهم ولا يصلى خلفهم ولا يؤخذ عنهم العلم "[1]" کہ بدعت کی طرف بلانے والوں کی نہ گواہی قبول ہوگی نہ ان کے پیچھے نماز درست ہوگی اور نہ ان سے علم لیا جائیگا"۔

جاہلوں کی سرداری سے تحذیر:

ان سب سے بڑھ کر جاہلوں سے علم لئے جانے پر ان کے منصبِ امامت وخطابت اور تدریس وتوجیہ پر فائز ہونے کو نبی کریم ﷺ نے قیامت کی علامت بتلایا ہے۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے۔ "إن الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء فإذا لم يبق عالما اتخذ الناس رؤوسا جهالا فافتوا بغير علم فضلوا وأضلوا۔ "[2]" کہ اللہ رب العالمین علم کو بندوں کے سینوں سے نہیں چھینے گا بلکہ علماء کو اٹھا کر علم کو قبض فرمائیگا، چنانچہ جب کوئی عالم نہ بچے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے، پھر جب ان سے (دینی مسائل) پوچھے جائیں گے تو وہ فتوے دیں گے اسطرح خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے"۔

مجرد وسائلِ علم پر اکتفاء کرنے سے تحذیر:

شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ، شیخ صالح آل الشیخ، شیخ صالح السحیمی وغیرھم حفظہم اللہ تو صرف کتابوں، سیڈیز، کیسٹس، T.V، اور انٹرنیٹ سے حصول علم سے منع کرتے ہیں کہ علم انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی میراث ہے جو وارثین ہی سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ اللہ کے نبی ﷺ نے "العلماء ورثة الانبياء"[3] کہکر علماء کو وارث بنایا ہے، T.V، ویڈیوز، انٹرنیٹ، کتابوں اور جہلا کی جماعت کو نہیں ہاں یہ چیزیں وسائل تو ہوسکتی ہے پر وارثِ حقیقی نہیں۔

1۔ مجموع الفتاوی: 205/28

2۔ صحیح بخاری۔ ح: 100، صحیح مسلم۔ ح: 2673

3۔ سنن ابی داؤد۔ ح: 3641۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھیے صحیح ابن ماجہ: ح: 223

علماء سے حصولِ علم کی ترغیب:

تقریبا اسی توجیہ کی بنیاد پر علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے علماء کو دعاۃ و مبلغ قرار دیا ہے، چنانچہ آپ مفتاح دار السعادۃ میں ارشاد فرماتے ہیں : کہ علماء کا انبیاء کرام علیہم الصلاۃ و السلام کا وارث ہونا ان کے لئے بڑی عظمت و منقبت کی بات ہے، اس لئے کہ انبیاء اللہ کی سب سے بہترین و اعلیٰ ہستیاں ہوتی ہیں، اس لحاظ سے ان کے ورثاء بھی ان کے بعد لوگوں میں اعلی و افضل شمار ہوں گے۔ اور جس طرح ہر مورث اپنے بعد اپنی میراث اپنے ورثہ میں منتقل کرتا ہے اسی طرح انبیاء کرام علیہم الصلاۃ و السلام نے بھی اپنی میراث علماء کرام میں منتقل کی ہے، چنانچہ وہی ان کے بعد اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں، اس لحاظ سے بھی وہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے سب سے قریبی اور ان کی ذمہ داری کے سب سے زیادہ حقدار ہیں یہ اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کا حقدار بناتا ہے۔[1]

اسی لئے شیخ ناصر العقل حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ :اس بات کا بیان انتہائی ضروری ہے کہ سلف کے جمہور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے اور وہی عملا ان کا طریقہ اور منہج بھی تھا کہ : علماء ہی دعاۃ ہیں، ان کے علاوہ جتنے لوگ ہیں سب انکے تابع اور ماتحت ہیں، جی ہاں اپنی علمی حد میں رہتے ہوئے اللہ کی طرف بلانا ہر طالبِ علم اور مسلمان پر ضروری ہے لیکن یہ نہ بھولنا چاہئے کہ وہ بھی علماء کی ماتحتی اور سرپرستی سے مشروط و مقید ہے، اس لئے کہ وہی اہلِ حل و عقد اور امت کے حقیقی قائدین ہیں۔"[2]

ان اصولوں سے روگردانی کا نقصان:

جب تک ہمارے علماء بلادِ ہند میں ان اصولوں کی وضاحت کرتے رہے کہ علماء ہی دعاۃ ہیں ،اجتماعی دعوت و تبلیغ دینی منصب ہے جس کے حقیقی اہل علماء ہی ہیں، علمِ دین نبوی میراث ہے جسے ایرے غیروں کی بجائے علماء ہی سے لیا جائے گا، ساتھ ہی علماء

1۔ مفتاح دار السعادۃ: ابن القیم۔ ص: 261-262

2۔ دروس الشیخ ناصر العقل: 4/16

لوگوں کی کماحقہ تعلیم وتوجیہ کرتے اورانہیں معاشرے میں درآنے والے علمی وفکری انحرافات سے بچاتے رہے، حق کا ببانگ دہل اعلان کرتے رہے۔ باطل، بدعات و خرافات اور گمراہیوں کے دعاۃ پر ان کی صدائے حق بلند واعلیٰ رہی، وہ منحرفین کاوقتاً فوقتاً احتساب کرتے رہے، انہیں انحراف سے بچنے کی ترغیب دیتے رہے، ان سے مناظرات اور مجادلاتِ حسنہ کرتے رہے، ان کے دجل وفریب کو امت کے سامنے واضح کرتے رہے، تصنیف وتالیف، وعظ ونصیحت اور تقریر وخطاب کی زبان میں ان کے انحرافات اور اسبابِ انحراف کا دفعیہ کرتے رہے، اس کے ساتھ ہی دخلاء اور متعالمین کی بیخ کنی اور کسرِ ہمتی سے لوگوں کے دین کی حفاظت کرتے رہے، تب تک کسی برادر کو بال وپر نکالنے کی جرات نہ ہوسکی، لیکن افسوس گزرتے زمانے کے ساتھ اس سلسلہ میں کمی وکوتاہی درآئی، اس پر جب سے علماء اجلاء کی رحلت اور دنیا سے رخصتی بڑھی ہے، اللہ کے نبی ﷺ کے فرمان: **"إنها ستأتي على الناس سنوات خداعات يصدق فيهاالكاذب ويكذب فيها الصادق ويؤتمن فيها الخائن ويخون فيها الأمين وينطق فيه الرويبضة قيل وما الرويبضة؟قال: السفيه يتكلم في أمر العامة."**(1)

"کہ عنقریب لوگوں پر دھوکے کے سال آنے والے ہیں جن میں جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا گردانا جائیگا، خائن کوامانتدار اور امانتدار کو خائن قرار دیا جائے گااوراس میں رویبضہ کلام کریگا، آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یہ رویبضہ کیا ہے؟ توآپ ﷺ نے فرمایا کہ انتہائی نچلا اور سفیہ وبے وقوف انسان لوگوں کے مسائل میں گفتگو کرے گا۔" کے معالم ونقوش ہرآئے دن واضح ہوتے جارہے ہیں۔

جی ہاں! دخلاء اور رویبضات کا وہی معاملہ جسکے معالم کوحضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک خطیب ومطوع کی بیان بازی میں دیکھا تھاپھر نہ صرف اسے بلکہ اہل مکہ کو بھی تنبیہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ: "میں نے نبی ﷺ کوفرماتے ہوئے سنا ہے کہ ضرور

1۔ سنن ابن ماجہ۔ح: 4036 (شیخ البانی نے اسے صحیح ماجہ۔ح: 3261 پر صحیح کہا ہے)

میری امت میں ایسی جماعت پیدا ہوگی جسے ہوی پرستی اسطرح گھیرے ہوئے ہوگی، جس طرح کَلَب بیماری کتے کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے، چنانچہ اس کی ہر عضوِ بدن میں سرایت کرجاتی ہے،اسے کھانے اورپینے سے روک دیتی ہے حتی کہ پیاس کی شدت میں وہ مرجاتا ہے،اے اہل عرب اگر تم رسول ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے کی تطبیق میں کامیاب نہ ہوسکے تو کائنات کے کسی بھی منہج و طریقے میں کامیابی تمہارا مقدر نہیں بن سکتی۔"

جی ہاں ! وہی معاملہ جسے حضرت ربیعہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے امر عظیم قرار دیا تھا، جس پر فرطِ انکار بالمنکر میں آنسو بہائے تھے۔" رأى رجل ربيعة بن عبد الرحمن يبكي فقال ما يبكيك قال: استفتي من لا علم له وظهر في الإسلام أمر عظيم ،قال : ولبعض من يفتي ههنا أحق بالسجن من السراق "[1]"کہ ایک آدمی نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کو روتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ کیوں روتے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ جاہل سے فتوی پوچھا جارہا ہے ! !اسلام میں اس قدر بڑی بات رونما ہوئی ہے جو پہلے نہ تھی، چنانچہ یہاں بعض فتوے دینے والے چوروں سے زیادہ جیلوں کے حقدار ہیں"۔

اس پر تعلیق لگاتے ہوئے شیخ احمد بن حمدان الشمری الحرانی نے کہا تھا"کہ اگر امام ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن ہمارا زمانا پالیتے اور کم علم و بدسیرت شخص کو علماء راسخین اور متبحرین کی طرح فتوئے دیتے، دینی مسائل میں زبان کھولتے دیکھ لیتے تو کیا کہتے؟! اس سے بڑھ کر ان جاہلوں کو فتوے بازی کرتے، تدریسی فرائض انجام دیتے اور قاضی بنتے یا کسی بھی دینی ذمہ داری کوادا کرتے دیکھ لیتے جو اس کے کسی بھی زاویے سے اہل نہیں تو کیا کہتے؟! "[2]

1۔الفقیہ والمتفقہ : 324/2

2۔صفۃ الفتویٰ والمفتی والمستفتی : احمد ابن حمدان النمری الحرانی۔ ص: 11

امرِ عظیم یعنی جاہل دعاۃ کا ظہور

مسلمانو! واقعی رونے کی بات ہے کہ امت میں امرِ عظیم ظاہر ہو چکا ہے، بغیر علم کے دین پر، دینی مسائل پر جرات کرنے والے بہت ہو چکے ہیں، دینوی تعلیم سے آراستہ لوگوں سے لیکر علم سے نابلد و آشنا سبھی لوگ القول علی اللہ بغیر علم کے مرضِ خطیر میں کسی نہ کسی درجے میں ضرور مبتلا ہیں، نوجوان، بوڑھے، عورت، بچے، سارے ہی طبقات میں یہ بلویٰ عام ہے۔

آپ کسی بھی مجلس میں بیٹھ کر کسی شرعی و دینی مسئلے کو چھیڑ دیجئے پھر دیکھئے۔ مجلس میں موجود ہر شخص اس پر اظہار خیال کو اپنی دینی ساکھ کی اجاگری کے لئے ضروری سمجھتا نظر آئے گا پھر آپ چاہے اس کی رائے لیں یا نہ لیں وہ بولے گا ضرور! گرچہ امر واقع میں اسے صحیح ڈھنگ سے وضوء بنانا نہ آتا ہو، ارکانِ صلاۃ، فرائض و واجباتِ صلاۃ کی جانکاری نہ ہو۔

جی ہاں! حالات اس قدر نازک موڑ اختیار کر چکے ہیں کہ دعوت کا انفرادی میدان ہو یا اجتماعی ہر جگہ انہیں جہال کی اجارہ داری ہے۔ اللہ کے دین کو بازیچۂ اطفال بنا دیا گیا ہے جسے دیکھئے اس کے سر پر دعوت کا، اللہ کے دین میں رائے زنی کرنے اور بغیر علم کے کلام کا بھوت سوار ہے، کوئی دعوت کے نام پر پیسہ بٹور کر آٹو رکشا چلا رہا ہے، کوئی دعوت کے نام پر شادی سینٹر کھول کر بہو بیٹیاں تاکا کرتا ہے، کوئی دعوت کے نام پر پچھنا کلینک کھول کر لوگوں کو زبردستی پچھنے پر پچھنے لگوا رہا ہے، کوئی اسی نام سے رقیہ اور جھاڑ پھونک کرکے لوگوں کی جیبیں پیسوں سے اور دل ایمان سے خالی کر رہا ہے، کوئی دعوت کے نام پر غیر مسلموں کے مندروں کو دھو رہا ہے، ان کے بتوں کو صاف ستھرا کرکے انہیں دوبارہ پوجا پر ابھار رہا ہے، کوئی دعوت کے نام پر نوجوان غیر مسلم بچیوں سے تعلقات بنا کر اپنے ہوس کی آگ بجھا رہا ہے، کوئی دعوت کے نام پر غیر مسلموں کے تہواروں، مورتی پوجن، اور مردے وسرجنوں میں شرکت کر رہا ہے، کوئی دعوت کے نام پر مسلمانوں کے ساتھ دیگر مذاہب کے ماننے والوں کو ایک پنڈال میں جمع کرکے

مختلف مذاہب کے ملاؤں، راہبوں، پادریوں، سادھوؤں اور سنتوں سے تقریر کرواکر سمجھتا ہے کہ بڑا اہم کام کر رہا ہے، کوئی اسٹریٹ دعوت کے نام پر سڑکوں پر اتر کر اندھا دھند کابیں تقسیم کر رہا ہے، اور تو اور جذبۂ دعوت کی شدت میں یہ بھی جاننے کی کوشش نہیں کرتا کہ وہ کونسی کتاب بانٹ رہا ہے، کونسا پمفلٹ تقسیم کر رہا ہے، اس میں کیا لکھا ہوا ہے؟ وہ کونسی فکر کا حامل ہے؟ کونسا ترجمۂ قرآن ہے؟ کس نے ترجمہ کیا ہے؟ کیا اس میں عقیدے کی غلطیاں تو نہیں ہے؟ اسماء و صفات کی تاویل تو نہیں ہے؟ اسے اس سے کوئی سروکار نہیں اسے تو بس تقسیم سے مطلب ہے کہ اس کے نزدیک یہی اتمام حجت ہے۔

کتنے ان میں سے ایسے ہیں جو فرط جہالت میں منحرفین کا آلۂ کار بن جاتے ہیں اور انہیں اس کا شعور بھی نہیں ہوتا۔ چنانچہ اپنے ساتھ سفر و حضر میں اس منحرف انسان کے پمفلٹس، رسائل و کتابچے لئے گھومتے اور ہر ملنے والے کو جذبۂ دعوت میں اسے دیتے اور جہالت و ضلالت پھیلاتے چلے جاتے ہیں۔

ان میں سے کوئی سر پھرا ہویٰ پرست نوجوان بچیوں اور لڑکیوں کا واٹس اپ گروپ بناتا ہے، پھر دعوت کے نام پر نہ صرف ان سے خفیہ روابط رکھتا ہے بلکہ راز و نیاز اور پیار و محبت کے جاموں کا باآسانی تبادلہ بھی کرتا ہے اور کوئی اس کی پارسائی پر انگلی بھی نہیں اٹھاتا۔

جی ہاں! انہیں میں سے کوئی دعوتی میدان میں عَلَمِ جہالت گاڑتا ہے، پھر جب اسے کچھ اَتباع اور حواری موالی میسر آجاتے ہیں تو ان بیچاری عوام سے اپنے علامۂ زماں ہونے اور دعوتی میدان میں مشہور ہونے کی قیمت ان کے گھر کی بچیوں کو بھگا کر کورٹ میں شادی رچا کر وصول کرلیتا ہے، پھر بھی اسی کی مسیحائی پر آنچ نہیں آتی، کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی، زمانہ اس کی مدح سرائی کے گن اسی طرح گاتا رہتا ہے جس طرح کے گذشتہ کل گا رہا تھا۔

ان میں سے کئی ایسے ہیں جو صبح کو کالج ، یونیورسٹی ، ڈیوٹی اور جاب پر کڑک میں مسٹر ! تو شام ہوتے ہوتے نرم میں مولوی اور داعی کے روپ میں پارکوں ، گارڈنوں اور ساحل سمندر پر لڑکیوں کا دعوت کے نام پر استغلال کرتے پھرتے ہیں۔ کچھ تو انگریز عورتوں ہی سے جا بھڑتے ہیں اور ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں خود کو فتنے کا شکار بناتے ہوئے بزعم خویش دعوت کا کام کرتے ہیں۔

انہیں میں سے کوئی زندگی لوفربازی میں گذار کر، کالج اور یونیورسٹی کے مخلوط معاشرے کا مزہ لوٹ کر علم و علماء کو منہ چڑھاتا اچانک داعی بن کر منصۂ شہود پر آ جاتا ہے، قریہ ، گاؤں اور بلد و شہر میں گرچے اسے کوئی نہ پہچانتا ہو لیکن دنیائے انٹرنیٹ میں بحیثیت داعی شاید ہی اس سے مشہور آپ کو کوئی نظر آئے۔ یہ دعاۃ کوانیس، علماء غار و کھوف گھر کی چار دیواریوں میں ، سج دھج کر ، کیمرے اور بلبلوں کی جگمگاہٹ میں ، اپنے خاص حواریوں مواریوں کے جلو میں، کسی جنگل کے راجا شیر کی طرح اسٹیج کی چٹان پر سوار ہو کر بعض فروعی مسائل کی جگالی کرتے اور انہیں کے بل پر امام الدنیا بنے پھرتے ہیں،۔

اور انکے کمال کی داد دیتے نہ تھکئے کہ ان میں سے کوئی سائنس، طب ، جغرافیہ ، بائیلوجی ، میتھمیٹکس ، کیمیا اور فیزیا کے اصولوں پر اسلام کی وہ تفسیر ، شرح و توضیح کرتا ہے کہ اگر زمانے کے اہلِ کلام و منطق بھی ان کی یہ شرح سن لیں، ان کے علمی اور فہمی نکات کی گہرائی کو پالیں تو عش عش کر اٹھیں ،ان کے مقابلے میں اپنی ہذیان گوئی پر ان کی پیشانی بھی شرم سے پانی پانی ہو جائے۔

جی ہاں ! لونا ولا، کھنڈالا اور ماتھیران وغیرہ تفریحی مقامات پر دعوت کے نام پر ان کی ایکٹنگ، اداکاری، ڈائلاگ بازی اور جوکر گری دیکھ کر فلمی اسٹاروں کو بھی شاید اپنی اداکاری پر نظر ثانی کرنا پڑے۔ علماء کرام کے ساتھ ان کی گھناؤنی و گندی سیاست کے قصے اور اگر پورے ہندوستان کے سیاستدانوں کو پڑھ کر سنا دیئے جائیں تو وہ

بھی فرطِ اعجاب وحیرت میں انگلیاں ہی نہیں ہاتھ بھی کاٹ لیں کہ واہ ! کیا سیاست ہے ! بعید نہیں کہ میدانِ سیاست میں ان کی شاگردی بھی قبول کرلیں۔

یہ خدمتِ دین کے بہانے علماءِ دین کو، خاص طور پر جید اور چوٹی کے علماء کو جن کا سکہ چلتا اور جادو سر چڑھ کر بولتا ہے، کبھی اپنے چینل پر، کبھی اپنے اسٹیج پر دعوت دیتے ہیں پھر ان کی آڑ میں اپنے بہرج کو "بغیر ضراء مضرة" سوقِ وقت میں سب سے قیمتی سامان کی حیثیت سے رواج دیتے ہیں۔

ان میں سے کسی کی خاص مجلس افتاء لگتی ہے، چنانچہ بہت ساری ماؤوں اور بہنوں کے سر سے آنچل اور چہروں سے نقاب انہیں میں سے کسی کے جہالت بھرے فتوے نے اتاری ہے، عورت پر بغیر ولی کے شادی کے جواز کا فتویٰ انہیں عمرو عیاروں کے زنبیل کی ایجاد ہے، عورتوں کو مرد کی مخالفت کے جواز کا فتوی دیکر اپنے شوہروں پر جری انہیں میں سے کسی نے بنایا ہے، ان کے فتوے میں اس قدر پاور ہے کہ یہ رسالت کے منکر کو بھی کسی درجے میں جنت کا مزہ چکھا سکتے ہیں، اور تقاربِ ادیان تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، جنت و جہنم کے فنا ہونے کا، اللہ رب کریم کے ہر چیز پر قادر نہ ہونے کا، رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ کامل نہ ہونے کا یہ عقیدہ رکھیں تب بھی ان کے ایمان پر آنچ نہیں آتی ۔ دعوت کے نام پر دیوبندیوں ،بریلیوں، اشعریوں اور ماتریدیوں اور جماعت اسلامی وغیرہ کے اشتراک سے T.V چینل کھولنے ۔اپنے سے زیادہ ان کی دعوت کے شیئر کرنے کا ذریعہ بننے اور ولاء وبراء کے عقیدے کی دھجیاں اڑانے کے باوجود کوئی ان کی گرفت نہیں کرتا۔ دعوت کو دینی سیریل اور اسلامک چھوٹی چھوٹی فلموں، ایک منٹ دو منٹ کی نیکی کے ڈراموں میں تبدیل کرنے کے باوجود کوئی ان کا بائیکاٹ نہیں کرتا، ان سے جاکر یہ نہیں پوچھتا کہ نبی ﷺ نے ایسا کیا تھا یا نہیں؟ صحابہ نے ایسا کیا تھا یا نہیں؟ اگر نہیں تو تم کون ہوتے ہو ایسا کرنے والے؟ یہ کتاب وسنت کی فرط جہالت میں من چاہیں تفسیریں اور شرحیں کرے کوئی ان سرپھروں کی قینچی کی طرح چلتی زبان کو لگام دینے والا نہیں، غرض کہ بلاد ہند میں ان عقل کے

کچوں، علم کے بچوں نے وہ دھما چوکڑی مچائی ہے کہ اللہ کی پناہ! داعی دین کے نام پر داعئ اجل، مسیحاکے روپ میں قاتل، ناصح کے لباس میں دین اور دنیاکے پاکباز لٹیرے اور امین سوداگر بنے ہوئے ہیں، ان کے بطون علم سے خالی، اور ذھن علمی ملکہ، صلاحیت، میدانِ علم کی گہرائی وگیرائی اور تجارب، اہل علم کے مناہج وطرقِ استنباط کی معرفت سے کورے ہیں، پھر بھی انہیں دعوۂ اسکالری ہے۔

دعوۂ اسکالری کی حقیقت:

جس کی حقیقت یہ ہے کہ خود میں اختراع اور ایجاد کی صلاحیت نہ ہونے کی بناپرا نہیں عوام کی نظروں سے گرجانے کا خوف کھائے جاتا ہے، چنانچہ ہر لمحہ کسی نئے مضمون، نئے افکار، نئے آرٹیکلس، نئے موضوعات، اچھوتے عناوین شاذ و مطروح آرائیں، ہنسانے اور رلانے والے نئے انداز و تحریروں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں پھر جہاں کہیں ان کا یہ مقصد پورا ہوتا ہے، جس مجلے، اخبار ورسالے میں مراد برآتی ہو ، چاہے وہ ہندی ہو یا مراٹھی، انگریزی ہو یا اردو، کسی ملحد کا لکھا ہوا ہو یا خارجی کا، اسے لیکر کچھ کتاب وسنت کا مرچی مسالہ لگا کر، کسی لباس کی طرح اس سے خود کو مزین کرتے ہیں اور پھر "لابس ثوبی زور" کے مصداق اس طرح اسے پیش کرتے ہیں جیسے دن رات شمعِ علم میں خود کو چلا کر انھوں نے یہ علمی نکات کسی عطر کی طرح کشید کئے ہیں، ہماری بات کی سچائی کا یقین نہ ہو تو آپ ان دخیلوں اور گھس پیٹیوں سے بعض فروعی مسائل پوچھ لیجئے، یہ معلوم کر لیجئے کہ عام کیا ہے؟ خاص کیا ہے؟ مطلق و مقید کس چڑیا کا نام ہے؟ حدیثِ صحیح کی تعریف و شروط کیا ہیں؟ معضل کسے کہتے ہیں؟ معلق و مرسل کس فن کے گوہر پارے ہیں؟ فقہاء سبعہ کون ہیں؟ فقہ کی معتبر امہات کتب کونسی ہیں؟ آیات احکام کونسی ہیں؟ احادیث احکام کی تعریف کیا ہے؟ ناسخ و منسوخ کسے کہتے ہیں اور وہ کب ہو سکتا ہے؟ آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے کوئی زیادہ ہی متقی ہوگا تو کہہ دے گا کہ اچھا ہم عالم تھوڑی ہیں دعاۃ ہیں!! آپ ان مسائل کو علماء سے پوچھ لو؟ اللہ اکبر تعجب کرتے نہ تھکئے پھر کیسے بغیر علم کے داعی اعظم بنے بیٹھے ہیں؟ اور اگر قلیل

الورع ہوگا، علمی تکبر و غرور کا شکار ہوگا تو آپ کے ہر سوال کا اناپ شناپ، گول مول جواب ضرور دے گا لیکن اللہ اعلم نہیں کہے گا کیونکہ لا علمی کا اظہار ان کے نزدیک نہ صرف عار و شنار ہے بلکہ ان کے دعوۂ اسکالری کا بھانڈا پھوڑنے کا سبب بھی ہے۔

رویبضہ ہونے کی دلیل:

ان کی یہی خصلت ان کے رویبضہ ہونے کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ چنانچہ ابو الحسین الآجری رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے نبی ﷺ کے فرمان: "**إذا لم يبق عالما اتخذ الناس رؤوسا جهالا** "کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ گذرتے زمانے کے ساتھ اہلِ زمانہ خراب ہوتے اور علم سے بے رغبت ہوتے چلے جائیں گئے،اس طرح ان میں علم کم ہو جائیگا، ساتھ ہی اللہ رب العالمین زمانے کے ان علماء کرام کو بھی اٹھالے گا جنھوں نے علم کو محفوظ کیا، اس کے حق کی رعایت کی، اور اپنے علم کے ایک بڑے حصے سے حقوق اللہ کی ادائیگی کی ہوگی، جس کی وجہ سے اللہ ان کے ساتھ دوسروں کو بھی اس علم کے ذریعہ فائدہ پہنچائے گا، پھر جب اللہ رب العالمین منابعِ علم، علماء کو دنیا سے اٹھالے گا تو کتابیں ایسے جاہلوں کے پاس باقی رہیں گی جو نہ اس پر عمل کریں گے نہ اسکی حفاظت، اور نہ ان کتب میں موجود خزینۂ علم کی انہیں جانکاری ہوگی اور نہ اسے جاننے کا شوق ہی ۔ پھر بھی ان جاہلوں کو ظاہری وضع و قطع کی وجہ سے عالم کہا جائیگا، چنانچہ ان میں سے جب کسی سے وہ بات پوچھی جائیگی جسے وہ نہ جانتا ہو تو لا علمی کے اظہار کو ناپسند کریگا مبادہ کہ لوگوں کے نزدیک اس کا رتبہ نہ گر جائے، چنانچہ بغیر علم کے فتوے دیگا، اللہ کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرے گا،اس طرح حق کے راستے سے خود بھی برگشتہ ہوگا اور اپنے متبعین کو بھی لے ڈوبے گا۔ (1)

1۔ فرض طلب العلم: محمد ابن الحسین الآجری۔ ص: 159-160

جاہل ہونے کی دلیل:

اور یہ ان کے جاہل ہونے کی بھی دلیل ہے اسلئے کہ ابن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "**أجسر الناس على الفتيا أقلهم علما**" کہ فتوے بازی پر سب سے زیادہ جری جاہل ہی ہوتے ہیں۔[1]

جنونیت:

جی ہاں یہی ان کے مجنون اور پاگل ہونے کی علامت بھی ہے ورنہ اگر ان جہال کو پتہ ہوتا کہ دین میں بغیر علم، محض ظن و تخمین سے ٹامک ٹوئیاں مارنا جنونیت ہے تو ضرور لاعلمی کا اظہار کرتے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔"**من افتى الناس فى كل ما يستفتونه فهو مجنون**"[2] کہ جو ہر پوچھے جانے والے سوال کا جواب دے وہ پاگل ہے"

تکلف:

جی ہاں! یہی ان کے متکلفین ہونے کی علامت بھی ہے کہ اگر انہیں پتہ ہوتا کہ دین میں بغیر علم کے بات کہنا متکلفین کا طریقہ ہے، منہجِ صحابہ کی مخالفت ہے، تو اپنی لاعلمی کا اظہار کرنا نہ بھولتے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا"**ايها الناس من علم منكم علما فليقل به ومن لم يعلم فليقل لا أعلم والله أعلم فإن من علم امرء أن يقول لما لا يعلم الله أعلم وقد قال الله عز وجل في كتابه: قل ما أسئلكم عليه من أجر وما أنا من المتكلفين**"[3]

کہ لوگوں! تمہیں جو معلوم ہے اسے بتایا کرو اور جو چیز نہ معلوم ہو تو کہہ دیا کرو کہ مجھے نہیں معلوم اللہ زیادہ جاننے والا ہے، اس لئے کہ جو چیز خود کو نہ معلوم ہو اس کے بارے میں اللہ اعلم کہنا ہی علم ہے، اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ اے

2۔ جامع بیان العلم وفضلہ: ابن عبدالبر 816/2، ح: 1527

2۔ ادب المفتی والمستفتی: ابن الصلاح: 9/1

3۔ صحیح بخاری۔ ح: 4809

نبی ﷺ کہد یجئے کہ میں دعوتِ دین پر تم سے کچھ اجر کا طالب نہیں اور نہ ہی میں تکلف کرنے والا ہوں۔ اور پھر اس سے بڑھ کر جہالت اور کیا ہوگی کہ یہ لا علمی کے اظہار کو بھی جہالت سمجھتے ہیں حالانکہ وہ علم ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ " العلم ثلاثة: كتاب ناطق وسنة ماضية ولا أدري "[1] کہ علم تین چیزیں ہیں اللہ کی کتاب اور رسول ﷺ کا طریقہ اور لا علمی کا اظہار۔

علمی غرہ اور تکبر:

اور یہی ان کے متکبر ہونے کو ثابت کرتا ہے، چنانچہ ھیثم بن جمیل کہتے ہیں کہ " شهدت مالك بن أنس رحمه الله فسئل عن ثمان وأربعين مسألة فقال في اثنتين وثلاثين منها لا أدري "[2] کہ میری موجودگی میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے 48 سوالات کئے گئے جن میں سے 32 کے بارے میں آپ نے لاادری کہا" اندازہ لگایئے ! یہ وہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ستر مشائخ کی اجازت، توقیع اور شہادت کے بعد مسندِ درس پر جلوہ افروز ہوئے، جنہوں نے زندگی علمِ دین اور خدمتِ حدیث کے لئے وقف کر دی تھی، جن کے زمانہ کا سبب سے بڑا عالم ہونے کی شہادت رسول اللہ ﷺ نے اپنے زمانے ہی میں دے دی تھی، ان سے 48 سوالات پوچھے جاتے ہیں جن میں سے آپ 32 کے بارے میں لا علمی کا اظہار کرتے ہیں ایک طرف تواضع اور حقیقتِ امر کے بیان کا یہ حال ہے، دوسری طرف ان لوگوں کو دیکھئے جو ایک مہینہ، دو مہینہ، تین اور چھ مہینہ پڑھ کر، وہ بھی علم کا صرف کوئی ایک باب پڑھ کر ہر سوال کا جواب دیتے ہیں اور وہ بھی ادھورا پڑھ کر، کسی غیر متخصص اور غیر معروف شخص سے سیکھ کر، سمجھنے لگتے ہیں کہ دنیا میں ان سے بڑا دین کا کوئی جانکار نہیں، سارے علمی القاب، منازل و درجات، انہیں کے لئے مختص کئے جانے چاہئیں، واجباً لوگوں کو ان کی عزت و احترام اور

1۔ الفقیہ المتفقہ۔ ص: 366

2۔ نصف العلم لاادری: ابی سھل خالد رمضان ص: 48

توقیر کرنی چاہئے، ان کی تنقیص اور کسرِ شان کرنے والے شخص کازبردست مواخذہ ہونا چاہئے۔مدینہ یونیورسٹی اور بڑی بڑی جامعاتِ اسلامیۂ ہند میں - محنت و مشقت سے -پڑھ کر نکلے طلبہ و کہنہ مشق علماء کو ان کی درباری کرنی چاہئے، ہر چھوٹا بڑا مسئلہ ان سے پوچھا جانا چاہئے، ان کی رائے کو بغیر مناقشہ کے سو فیصد من وعن قبول کیا جانا چاہئے، چھوٹی بڑی جمعیاتِ ہند کو انہیں توصیات دینی چاہئے، جامعات اور مشائخِ جامعات کو انہیں اعزازی علمی شہادات سے نوازنا چاہئے، مساجد و مدارس میں انہیں مدعو کیا جانا چاہئے، اور اس طرح کی بے شمار حماقتیں، کبر و رعونت کی مثالیں، ان کی جہالت اور غیر مستقیم فکر کی غماز ہیں، ان کے خود پسندی، اور عجب میں مبتلا ہونے، اپنے جرم و گناہ سے نابلد ہونے اور اللہ کی ڈھیل سے دھوکہ میں ہونے کی دلیلیں ہیں۔

قصاص کی مشابہت:

سچ ہی کہا تھا کسی نے کہ "گمراہیاں کسی متعدی بیماری کی طرح ہوتی ہیں، جو صدیوں باقی رہتی ہیں اور ایک نسل سے دوسری نسل میں منتقل ہوتی ہیں"، چنانچہ ان بر درس اور دعاۃِ معاصرین کے احوال پر گہری نظر رکھنے والے سے ہرگز بھی یہ بات مخفی نہیں رہ سکتی کہ ان میں زمانۂ قدیم کے ان قصاص ومذکرین کی وہ ساری خرابیاں، عیوب ونقائص، شرعی مخالفات موجود ہیں، جن کی وجہ سے ہمارے سلف نے ان کا بائیکاٹ کیا تھا، ان کے لئے مسجدوں کے دروازے بند اور عام مجالسوں اور راستوں کو تنگ کر دیا تھا، جیسا کہ تاریخ طبری میں موجود ہے کہ "کہ سن 279ھ کے حوادث کے بعد خلیفہ معتضد باللہ کے زمانے میں بغداد میں منادی کروادی گئی کہ قصاص راستوں پر اور جامع مسجد میں نہ بیٹھا کریں، اور پھر 284ھ جمادی الاآخر میں تمام جامع مساجد میں لوگوں

کو قصاص کے پاس جمع ہونے اور خود قاص کو مسجد میں بیٹھنے سے کلی طور پر روک دیا گیا"۔(1)

جہالت اور سطحیت وغیرہ:

چنانچہ امام زین الدین العراقی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی دس علامتیں بتلائی تھیں۔

1۔ "**جہال بالنقل**": کہ نقلی دلیلوں دوسرے لفظوں میں کتاب و سنت سے جاہل ہوتے ہیں۔

2۔ "**یقولون ماوجدوہ مکتوبا**": کہ لکھی ہوئی باتوں پر ان کی تقاریر کا مدار ہے۔نہ ان کا کوئی ذاتی علمی حصیلہ ہوتا ہے،نہ فقہ واستنباط ہی انہیں چھو کر گذرتا ہے۔

3۔ "**لا یعلمون الصدق من الکذب**": کہ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تفسیر قرآن وغیرہ شرعی ابواب میں سچ و جھوٹ، اور صدق و کذب کی معرفت کی کسوٹی ان کے پاس نہیں ہوتی۔

4۔ "**یبیعونہ علی سوق الوقت**": یہ دینی خدمت کا کاروبار کرتے ہیں۔

5۔ "**یخاطبون الجہال من العوام الذین ھم فی عداد البہائم**": کہ یہ عام طور پر ایسے جاہلوں کے امام ہوتے ہیں،انہیں کو سکھاتے پڑھاتے ہیں جو چوپایوں کے قائم مقام ہوتے ہیں۔

6-"**لا ینکرون مایقولون**": عوام ان کی غلطیوں پر نکیر نہیں کرتی ہے جس کی وجہ سے یہ خود کو علامہ و فہامہ تصور کرتے ہیں۔

7۔ "**یخرجون فیقولون: قال العالم: فالعالم عند العوام من صعد المنبر**": عوام ان کی واہ واہی کرتی ہے ان کی باتوں کو نقل کرتی ہے اور انہیں عالم سمجھتی ہے کیونکہ عوام کے نزدیک وہی عالم ہے جو اسٹیج پر چڑھ کر بولنا جانتا ہو۔

1۔ تاریخ الطبری "604/5

8- "انہم ینقلون حدیث رسول اللہ من غیر معرفۃ بالصحیح و السقیم": کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیثیں صحت وضعف کی تحقیق کے بغیر نقل کرتے ہیں ،یہی نہیں وہ اس تحقیق کے اصولوں کی ابجدیت کی معرفت سے بھی نابلد ہوتے ہیں۔

9- خود سے دینی مسائل میں کلام کرنے لگتے ہیں جبکہ کسی نے انہیں اس خدمت پر مامور نہ کیا ہو اور وہ بھی جہالت کی بنیاد پر !!

10- "ومن آفاتہم ان یحدثوا من العوام بما لا تبلغہ عقولہم فیقعوا فی الاعتقادات السیئۃ": کہ وہ بات کرتے وقت عوام کے علمی مستوی اور عقل وادراک کے معیار کا لحاظ نہیں رکھتے چنانچہ ان کی عقل میں نہ سمانے والی باتیں بیان کرکے انہیں فاسد عقائد کا شکار کرتے ہیں۔

"تلک عشرۃ کاملۃ" کے مصداق حافظ زین الدین العراقی رحمۃ اللہ علیہ کی-جو حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ، حافظ امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ، امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے استاذ ہیں جنہیں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "تحفۃ المہتدین فی اسماء المجددین" میں مجددِ دین میں شمار کیا ہے -بیان کردہ یہ دس صفات آج کے بردرس پر-جو ترقیٔ زمانہ کے ساتھ دعاۃ کا لبادہ اوڑھ کرامت میں ظاہر ہوئے ہیں-پرفٹ کیجئے،آپ کو نظر آئے گا کہ یہ صفات 180 ڈگری کے زاویے سے پوری طرح ان پر فٹ آتی ہے۔

ان کا حکم:

اس کے بعد حافظ زین الدین العراقی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مجددِ دین کا حکم بھی ان کے بارے میں سنتے جایئے فرماتے ہیں: "کہ اگرچہ وہ اتفاقی طور پر صحیح روایت ہی کیوں نہ بیان کرے پھر بھی وہ گناہ گار ہے کیونکہ ایسی چیز بیان کررہا ہے، ایسی بات نقل کررہا ہے جس کا اسے علم نہیں، پھر گرچہ اسکے حقیقی مقام ہی پر فٹ اور منطبق کیوں نہ کرے، وہ اپنی جہالت کی وجہ سے ضرور گناہ گار ہوگا، چنانچہ جسمیں یہ صفات ہو اسے کسی بھی کتاب سے حدیثیں بیان کرنے کا حق نہیں گرچہ وہ صحیحین ہی سے حدیثیں کیوں نہ بیان کرے۔ہاں اس کے لئے یہ اس وقت ممکن ہوسکتا ہے جبکہ وہ ان احادیث کو کسی حدیث

پڑھانے والے استاذ سے پڑھ لے۔ ورنہ ایسا شخص تفسیر بھی پڑھے تو استفادہ کے بعد اس میں وارد روایتوں کا بیان اس کے لئے جائز نہیں کیونکہ تفسیر کی کتابیں صحیح وضعیف، اور منکر اقوال سے لبریز ہیں۔ اور جس شخص میں صحیح روایت کی ضعیف و منکر سے تمیز کا مادہ وصلاحیت نہ ہو اس کے لئے کتابوں پر اعتماد کرنا بھی حلال نہیں ہے، پھر تعجب ہے کہ جس بندے کی یہ حالت ہو کہ اسے صحیح ضعیف میں تفریق نہ ہو وہ کیسے اللہ کے کلام کی تفسیر کی جرات کرتا ہے؟ جبکہ حافظ ابو بکر بن خیر نے اس بات پر علماء کا اتفاق نقل کیا ہے کہ کسی بھی مسلمان کے لئے قال رسول اللہ کہنا اس وقت تک جائز نہیں جب تک وہ قول اس کے پاس روایات کے ادنی طرق سے موجود نہ ہو کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا۔ چنانچہ ایسے لوگ اگر دین میں کلام کرنے اور اس کی خطرات میں واقع ہونے سے اجتناب ہی کریں تو ان کے حق میں زیادہ بہتر ہے۔"[1]

علمی تباہی کا سبب:

ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ نے قصاص کو علم کی تباہی کا سبب بتایا تھا کہ "**ما أمات العلم الا القصاص يجلس الرجل القاص سنة فلا يتعلق منه بشيئ ويجلس إلى العالم فلا يقوم حتى يتعلق منه بشيئ**"[2] کہ علم کو انہیں قصاص نے ختم کیا ہے چنانچہ آدمی سال بھر ان کی مجالس میں شرکت کرکے بھی کچھ نہیں سیکھتا جبکہ عالم کی کسی بھی مجلس سے بغیر سیکھے نہیں اٹھتا ہے۔

یہی بات علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے موجودہ مدعیانِ علم و دعوت اور دعوئے صلاح وکمال رکھنے والوں (بر درس) پر فٹ کرتے ہوئے کہا تھا کہ "اسی طرح واعظ و ناصح اور دعاۃ کے ظاہری وضع قطع چمک دمک اور لچکیلے کلام کی وجہ سے عوام ان

1۔ حافظ زین الدین العراقی کی کتاب الباعث علی الخلاص من حوادث القصاص کا خلاصہ۔ مهذب تحذیر الخواص۔ ص: 55-54

2۔ حلیۃ الاولیاء: 287/2

کے ارد گرد جمع ہوتی ہے ان کے کلام سے تھوڑے وقفے کے لئے ، محظوظ بھی ہوتی ہے، لیکن جب میں کچھ سالوں بعد ان سے پوچھتا ہوں کہ حلال و حرام کی کونسی بات تم نے ان کے درس سے سیکھیں؟ یا عقیدے کی درستگی والی کونسی بات سنی؟ تو ان کے پاس کوئی جواب نہیں پاتا ، تعجب ہے ! پھر بھی لوگ ان کے زخارفِ کلام سے مطمئن رہتے ہیں"۔ [1]

بچکانہ پن:

ابو حیان توحیدی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی جو چار صفات بیان کی تھی وہ بھی آپ ان بردرس میں بدرجۂ اتم پائیں گے انہوں نے کہا تھا.

1۔ "**قام بہا ناس صبیان العقول**": کہ اس منصب کو بچکانہ عقل والوں نے اختیار کرلیا ہے۔

2۔ "**یسمون بالشیوخ**": انہیں عالم، داعی اسکالر اور شیخ اور نہ نجانے کون کونسے بڑے بڑے القاب سے نوازا جاتا ہے۔

3۔ "**عجزوا عن مدارک العقل و النقل**" عقلی و علمی و نقلی دلائل سے یہ عاری ہیں۔

4۔ "**وقد اعیاھم طلاب العلم**": کہ انہیں حصول علم کی تو ہمت نہیں ہوئی لیکن خدمتِ دین کا جوش چرانے لگا ہے۔ [2]

زر پرستی:

ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے جو صفت بیان کی تھی وہ بھی ان میں موجود ہے۔ "

جمہور القوم یطلبون الدنیا ویحتالون بالقصص والوعظ علیہا وربما امتنع أحدھم من أخذ العطاء تصنعا لیقال زاھدا لیأخذ أکثر ممارد" [3] "کہ ان میں سے

1۔ سلسلۃ رحلۃ النور آڈیو نمبر: 39

2۔ البحر المحیط: ابی حیان التوحیدی: 149/4

3۔ القصاص والمذکرین۔ ص336

اکثر دنیاپرست ہیں چنانچہ قصوں اور وعظ و نصیحت اور تبلیغ دین کے راستے اپنی مراد بر لانا چاہتے، اور حد تو یہ ہے کہ ان میں سے کوئی عطاء کو بناوٹی انداز میں رد کر دیتا ہے تاکہ دینے والا یہ سوچ کر کہ ارے واہ بڑا مخلص اور زاھد آدمی ہے عطاء میں مزید اضافہ کر دے"۔

موجودہ دعوہ سنٹرز اور دعاۃ کی یہی صفات بیان کرتے ہوئے شیخ امان جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "کہ آج دعوت اسلامی کو سب سے بڑا نقصان ان دعاۃ سے پہنچ رہا ہے جو کالجوں، یونیورسٹیوں اور جامعات سے بوسیدہ، حقیقتِ اسلام سے دور کرنے والے، فکری جمود اور پست ہمتی پیدا کرنے والے، بانجھ مناہجِ تعلیم کے سائے تلے پل کر فارغ ہوتے اور تلاش معاش میں اس مبارک فیلڈ کا رخ کرتے ہیں، جس کے لئے رسمی دعوۃ سینٹر سے داعیۃ کی شہادت زور لیکر میدان میں اتر پڑتے ہیں، جبکہ ان کے پاس نہ دعوت الی اللہ کا تجربہ ہوتا ہے، نہ اسلوب، سیاست اور آدابِ دعوت سے آگاہی !، نہ انہیں مدعوین کے احوال کا علم ہوتا ہے نہ اس باب کی خطرناکی کا اندازہ!!! چنانچہ اس مظلوم دعوتِ اسلام کے نام پر-جو کہ آج ہر کہ ومہ اور دنیاپرست کا ذریعۂ معاش، وسیلۂ آمدنی اور روزی روٹی کے حصول کی آماجگاہ بن چکی ہے-یہ ظالم دائیں بائیں ہاتھ پیر مارنا شروع کر دیتے ہیں، پھر دعوت انجام دیتے ہیں یا فساد مچاتے ہیں پوچھنے اور بتانے کی بات ہی نہیں"![1]

حد تو یہ ہے کہ یہ اپنی تقریری ویڈیوز کا بھی کاروبار کرتے ہیں، اسے بہترین اور اعلی کوالٹی میں پروڈیوز کر کے یوٹیوب پر اپلوڈ کرتے ہیں، پھر یوٹیوب کمپنی ویورس اور مشاہدین وزائرین کی کثرت اور لائیک و کمنٹ کی فراوانی کے حساب سے انہیں پیسہ دیتی ہے۔

1۔ مشاکل الدعوۃ والدعاۃ فی العصر الحدیث۔ ص: 43

بے عملی اور خود پسندی وغیرہ:

میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ نے قصاص کی تین علامتیں بتلائی تھیں کہ "لا یخطئ القاص ثلاثة:

1۔ إما أن یسمن قوله بما یهزل دینه یا تو ایسی بات کریگا جس سے اس کی دین داری، علم و تقوی کا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے۔

2۔وإما أن یعجب بنفسه یا تو عجب وخود پسندی کا شکار ہوگا۔

3۔وإما أن یأمر بما لا یفعله یا تو ایسی بات کا حکم دے گا جس پر خود عمل پیرا نہ ہو۔[1]

ان بردرس میں یہ تینوں اوصاف بھی کسی ناقد و بصیر کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔

حیلہ سازی اور دست درازی وغیرہ:

وہ تینوں اوصاف بھی جو ابن ابی عاصم رحمۃ اللہ علیہ نے بطور ضابطہ قصاص کے سلسلے میں بیان فرمائے تھے ان میں بدرجۂ اتم موجود ہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ "أن القاص إذا لم یکن عن غیر أمر أمیر لم یخطئه إحدی ثلاث""کہ وہ واعظ و ناصح اگر امیر کی جانب سے متعین نہیں ہے تو وہ

"إما متكلف"یا تو زبردستی خود کو اس کام کا اہل بنانے اور لایعنی شغل میں دلچسپی لینے والا ہوگا۔

"أو مختال"یا تو امیر یا علماء کی اجازت کے بغیر خود کو دعوت و تبلیغ اور نصیحت کے لئے متعین کرنے والا ہوگا۔

"أو مراء"یا تو زبردستی اس منصب کو اختیار کرنے والا اور اپنے قول و عمل میں ریاکار آدمی ہوگا، جسے وعظ و نصیحت سے شہرت مطلوب ہوگی۔

1۔الزهد: امام احمد۔ ص: 69

دعوتی رنگینیت:

قصاص ومذکرین زمانۂ سلف میں لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے کے لئے منبر کو رنگین کپڑا اوڑھایا کرتے تھے جس پر سلف نے ان کی نکیر کی تھی۔ شیخ علی محفوظ اپنی کتاب "الابداع فی مضار الابتداع "میں فرماتے ہیں" فإنهم أحدثوا إلباس المنبر الخرقة المتلونة كأنها المنشور، مخالفين بذلك هدي الرسول صلى الله عليه وسلم في صفة منبره حيث كان من خشب فقط ولم تكن عليه خرقة ولا غيرها من الزينة"[1] کہ قصاص نے منبر کو رنگین کپڑا پہنانے کی بدعت ایجاد کی جبکہ یہ منبرِ رسول ﷺ کی صریح مخالفت تھی اس لئے کہ آپ کا منبر بالکل سادا ہوا کرتا تھا، نہ اس پر کوئی کپڑا ہوتا، نہ زیب وزینت کا کوئی سامان۔

ایسے ہی وہ منبر کے دونوں کناروں پر تلواریں اور منبر کے دروازے پر پردہ لٹکایا کرتے تھے چنانچہ شیخ علی محفوظ اپنی اسی کتاب میں مزید فرماتے ہیں کہ "وكذلك البيارق التي تنصب على جانبي المنبر والستارة التي تسبل على بابه۔"[2] کہ اسی طرح منبر کے دونوں کناروں پر تلوار لگاتے اور اس کے دروازے کو پردے سے سجاتے تھے۔

اسی طرح ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ القصاص والمذکرین میں فرماتے ہیں کہ "ومن ذلك ايضا تعليق المصلى على الحائط فتضرب له المسامير في حائط المسجد وهذا من جنس ستر الجدر بالأثواب"[3] کہ اسی طرح وہ مسجد کی دیواروں پر خصوصا قبلہ کی جانب مصلی لٹکاتے اور یہ دیوار کو کپڑوں سے ڈھانکنے کی قبیل سے ہے۔ (جسے بہت سارے سلف نے ناپسند کیا ہے جن میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سر فہرست ہیں۔)

1۔الابداع فی مضار الابتداع: علی محفوظ۔ ص: 177

2۔ مصدر سابق

3۔القصاص والمذکرین۔ ص: 295

دعوتی رنگینیت کامقصد:

ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ اس کی وجہ بھی بتاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ ''فإن ذلك اي إلباس المنبر وتعليق المصلي على الحائط يوجب في القلوب هيبة للقائل أكثر من هيبة من هو على خشبة معراة فيقرب أمره''[1]

کہ یہ منبر کو لباس پہنانا، مسجد کی دیواروں پر پردے لٹکانا سامعین کے دلوں میں خطیب اور قائل کی وہ ہیبت پیدا کرتا ہے جو سادے منبر پر کھڑے ہو کر بیان کرنے والے کو حاصل نہیں ہوتی۔

مصحف اٹھانا:

ایسے ہی بعض قصاص سے متعلق وارد ہے کہ وہ دورانِ تقریر مصحف اٹھایا کرتے تھے، چنانچہ اس کی ابتداء محمد بن الحسن السوسی قصہ گو نے پہلی دفعہ مسجدِ عتیق میں دوران تقریر مصحف اٹھا کر کی، اس کے بعد یہ قصاص کی عادت وسنت ہی بن گئی۔[2] ان بردرس کی یہ عادت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، جسے یقین نہ ہو وہ جگہ جگہ لگے دعوتی بینروں پر چھپی ان کی تصویروں کو دیکھ اوران کے ویڈیو بیانات کا مشاہدہ کرکے ہماری بات کی تصدیق کرسکتا ہے۔

رٹ کر تقریر:

رٹ کر تقریر قصاص کی عادت تھی، چنانچہ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ: زمانۂ سلف میں قصاص خوب رٹ کر زبانی تقریر وخطاب کیا کرتے تھے۔[3] اسی طرح صفدی رحمۃ اللہ علیہ حسن الزنجانی قصہ گو کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: اس نے عوام پر اپنی علمی دھونس جمائے رکھنے کیلئے بہت ساری حکایات زبانی یاد کر رکھی تھی[4]

1۔ مصدر سابق

2۔ الخطط: 166/3، الانتصار: ص: 73

3۔ معید النعم: ص114

4۔ الانتصار: ص: 73

جی ہاں ! یہ عادت توبردرس کی پونجی، سرمایۂ حیات ، بضاعۃ مزجاۃ ، علمی بساط اور کل کائنات ہے۔

دوران تقریر ہنسانا:

ابن ماکولا رحمۃ اللہ علیہ سیفویہ قصہ گوکے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ بہت عجیب وغریب اشیاء سناکر عوام ہنسایا کرتا تھا۔[1]

ابن حجر رحمہ اللہ ابی مرحوم الحجام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: امام کرابیسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کاذکر کرتے ہوئے کہاکہ بغداد کا رہنے والا تھا، قصہ گوئی کے دوران عوام کوبہت ہنساتا تھا، ساتھ ہی اس کی مضحکہ خیز باتون کی چندمثالیں بھی بیان کیں۔[2]

اور سبھی جانتے ہیں کہ اسی حرکت کے دم سے ان بردرس کی مجالس روشن، سامان بجتا اور ڈنکا بجتاہے۔

شہرت طلبی اور ریاکاری:

"سبحان اللہ ! ما اشبہ اللیلۃ بالبارحۃ ! وما اقرب الیوم بالامس !"(1) آج پبلک کے دلوں میں اپنی ہیبت بٹھانے کے لئے ان بردرس نے قصاص ومذکرین کے سارے طریقوں کو نت نئی تکنیک اور جدید آلات کا استعمال کرکے بڑے زوردار انداز سے زندہ کیا ہے، چنانچہ ان کے امام (قصاص) منبروں کو تلواروں سے ،پردوں اور رنگین کپڑوں سے سجاتے، مسجد کی دیواروں خصوصاً قبلے کی دیوار کومزین کرکے لوگوں کی توجہ بٹورتے تھے آج یہ (بردرس) اپنے اسٹیجوں کو رنگ برنگی لائٹوں سے، ڈانس کرتے بلبلوں سے، آنے جانے والے الیکٹرانک راستوں سے، کسی مسیحا کی طرح ظاہر کرنے والی لفٹوں سے، کسی ہیرو کی طرح چلتے ہوئے دکھانے والوں کیمروں سے، دھمادھم کرنے ولے ساونڈزکے بھونگوں سے، دعوتِ نظارہ دیتی رنگارنگ ڈیزائنوں

1۔ الاکمال فی رفع الارتیاب: 456/4

2۔ لسان المیزان: 104/7

سے سجا رہے ہیں، حد تو یہ ہے کہ انٹرنیٹ پر ان کے اسٹیج اور اوپننگ شاٹ کی سجاوٹ بھی موضوع اور عنوانِ خطاب پر از خود دلالت کرتی ہے، کہ آج بات ٹیررزم پر ہونے والی، یا امت کے معاشی مسائل پر، تعلیمی مسائل یا معاشرتی مسائل پر، یہ سب کس لئے؟ آپ کو لگتا ہوگا کہ دین کی طرف بلانے کے لئے، اللہ کے دین کی خدمت کے لئے؟ نہیں ہرگز نہیں، بلکہ صرف اور صرف اپنی ذات کی طرف دعوت دینے کے لئے (الاماشاء اللہ)، ان کے بڑوں (قصاص) نے کل بھی یہی کیا تھا سچ کہا تھا ان کے بارے میں ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے "**القصاص يميلون هذه العوام اليهم**"[1] کہ یہ عوام کا رخ صرف اپنی طرف پھیرنا چاہتے ہیں، اور آج اپنے اماموں کے روٹ پر چلتے ہوئے یہ بھی یہی کر رہے ہیں۔

ایسے دعاۃ کے حق میں سلف کی گواہی:

جی ہاں! اسی خدشہ کی وجہ سے کہ کہیں اللہ کی طرف بلانا اپنی ذات کی طرف دعوت نہ بن جائے، "حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو وعظ و نصیحت کی اجازت نہیں دی تھی، اور انہوں نے جب بارہا اجازت کے لئے اصرار کیا تو ان سے کہا تھا کہ "**انت تريد ان تقول انا تميم الدارى فاعرفونى**"[2] کہ تم وعظ و نصیحت نہیں، لوگوں سے اپنی شخصیت کا تعارف کروانا چاہتے ہو، اسی لئے "حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے ایک قصہ گو کے پاس سے گزرتے ہوئے اس سے پوچھا تھا کہ تمہاری کنیت کیا ہے؟ اس نے کہا ابو یحییٰ، تو آپ نے فرمایا تھا کہ "**بل انت ابو اعرفونى**"[3] تم ابو یحییٰ نہیں، ابو اعرفونی ہو، اپنا تعارف چاہ کر اپنی طرف لوگوں کو بلا رہے ہو"

1۔ تاویل مختلف الحدیث: ابن قتیبہ: 279/1

2۔ الجامع: ابن وھب: 664/1، ح: 571

3۔ مصنف عبدالرزاق الصنعانی: 220/3، ح: 5407

جی ہاں یہی بات "حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے اس وقت فرمائی تھی جب آپ اپنے بیٹے کے ساتھ مسجدِ حرام سے گزر رہے تھے تو آپ کے بیٹے نے ایک واعظ کو نصیحت کرتے دیکھ کر آپ سے معصومیت سے پوچھا تھا کہ ابو یہ کیا کہہ رہا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ یہ کہہ رہا ہے کہ "اعرفونی"[1] کہ لوگو! مجھے پہچانو! میں فلاں ہوں"!

بناوٹی خشوع وخضوع کی بدعت:

جی ہاں! اس غایت (شہرت طلبی) تک پہنچنے کے لئے اسٹیج سجانے کے علاوہ یہ اور بھی وسائل اپنے آباء قصاص کی تقلید میں یوز کرتے ہیں، چنانچہ ایک طریقہ یہ ہے کہ بناوٹی خشوع و خضوع اور تقوی وللّٰہیت کا اظہار کیا جائے، رونے کی ضرورت ہو تو رویا بھی جائے، کبھی خوف سے کانپنے،اور تھر تھرانے کی ایکٹنگ کرنی پڑے تو وہ بھی کی جائے۔

ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "کہ ان کی بدعتوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ دل میں موجود خشیت سے زیادہ خشوع و خضوع کا اظہار کرتے ہیں اور ویسے بھی لوگوں کا مجمع انسان کو حقیقت سے زیادہ پر جوش بنادیتا ہے تو نفس کو زیادہ گریہ وزاری دکھانے میں آسانی ہو جاتی ہے، چنانچہ جو ان میں سے اپنے خشوع و خضوع میں جھوٹا ہوگا تو اس کی دنیا و عقبی کی بربادی میں کوئی دو رائے نہیں، اور کوئی سچا بھی ہو تب بھی اس کی سچائی کو ریاء کا دھواں لگے بغیر نہیں رہ سکتا"۔[2]

ایکٹنگ اور اداکاری:

ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بہترین پینٹ، کوٹ، ٹائی، شرٹنگ، سوٹنگ بوٹنگ ٹوپنگ کا اہتمام کیا جائے، اچھے سے اچھا چار کلومیٹر دور تک لوگوں کی ناکوں میں

1۔ المعجم الکبیر: 264/12، ح: 13060

2۔ تلبیس ابلیس۔ ص: 143

سنسنی پیدا کرتا سینٹ یوز کیا جائے، چلنے، بولنے میں اداکاری اور بہترین حرکات وسکنات کی وہ داد دی جائے کہ سیریل اور چھوٹے ناٹکوں سے لیکر فلموں میں کام کرنے والے بڑے اداکاروں اور اسٹاروں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا جائے، مجالس میں مردوں کے ساتھ عورتوں کا بھی ٹھاٹھیں اور موجیں مارتا سمندر ہو، انہیں بھی کیمرے کی روشنی میسر ہو کہ وہ اپنے وجود کا پورا احساس دلا سکیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے ہی اس قسم کی حرکات کی نشاندہی ان کے پرکھوں میں کرکے اس کی زبردست نکیر کی تھی چنانچہ آپ نے فرمایا تھا کہ "کسی داعی کا نوجوان ہونا عورتوں کے لئے بہترین لباس اور اچھی حالت و ہیئت اختیار کرنا، بڑے بڑے بال رکھنا، اشارے و کنایے اور حرکات و سکنات کا استعمال کرنا، ساتھ ہی عورتوں کا اس کی مجلس میں حاضر ہونا ایک منکر ہے جس کا ازالہ ضروری ہے، کیونکہ اس میں نقصان اصلاح سے دوگنا ہے، بلکہ دعوت کا کام وعظ و نصیحت کا فریضہ کسی ایسے ہی شخص کو سونپا جانا چاہئے جس کا ظاہر ورع و تقویٰ سے مزین، حالت و ہیئت میں وقار و سکینت اور کردار پر صالحین کی چھاپ ہو ورنہ لوگوں کی گمراہی میں اضافہ ہی ہوگا کمی نہیں" ![1]

فضول خرچی وفضول گوئی:

ایک اور طریقہ یہ بھی اختیار کرتے ہیں کہ اللہ، اس کے رسول اور دین کی طرف بلانے سے زیادہ اپنے Comingsoon، بیانات کی طرف، ڈھائی ڈھائی لاکھ روپئے کے پرومو اور ایڈورٹائزر کے ذریعہ بلاتے ہیں، بہترین ڈائلاگز، چنندہ فقروں، بنے بنائے شعروں، حکماء وفلاسفہ کے اقوال، مسجع و مقفع عبارتوں سے دعوت کا کام کرتے ہیں!!

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ "آج کے زمانے میں وعظ و نصیحت کرنے والوں کی ایجاد کردہ بدعتوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ پر تکلف کلمات واشعار سے مزین ایسے مسجع و مقفع الفاظ و عبارتیں دعوت کے لئے استعمال کرتے ہیں جس میں دین اور

1۔احیاء علوم الدین: 337/2

امردین کی تعظیم اور مسلمانوں کی تخویف کا سامان تو نہیں ہوتا البتہ انہیں معاصی اور غفلت و سستی پر طرز وانداز سے ابھارنے کا اہتمام ضرور ہوتا ہے، چنانچہ ایسے دعاۃ دجال کے نائبین اور شیطان کے وکلاء اور دوست ہیں جن سے اللہ کی زمین کو پاک کیا جانا چاہیے۔"[1]

علمی دھونس جمانا:

ایک اور طریقہ یہ بھی اپناتے ہیں کہ آیتوں، حدیثوں، ویدک اشلوکوں اور بائبل ورامائن گیتا وغیرہ کے حوالوں اور رفرینس کو اتنی پختگی سے یاد کیا جائے کہ ذرا بھی بھول نہ ہواور اس فراٹے اور تیزی کے ساتھ انہیں دورانِ تقریر دہرایا جائے کہ بے اختیار، ہال سامعین کی تالیوں اور واہ واہی کے نعروں سے گونجنے لگے۔

کثرتِ سوال پر ابھارنے کی بدعت:

سبحان اللہ ان میں اور گذشتہ دعاۃ جن سے ہمارے سلف نے تحذیر کی تھی میں تشابہ کی انتہا دیکھئے کہ وہ لوگوں سے کہا کرتے تھے سلونی سلونی کہ مجھ سے پوچھو، مجھ سے پوچھو۔" چنانچہ بغداد کے ایک قاص ابو مرحوم الحجام جس کے پاس لوگ اکٹھا ہوتے تھے، اس کے بارے میں آتا ہے کہ وہ لوگوں سے کہتا تھا کہ "**سلونی عن التفسیر و تفسیر التفسیر**"[2] کہ مجھ سے تفسیر ہی نہیں تفسیر کی تفسیر بھی پوچھو" آج آپ ان بردرس کو دیکھئے ان میں سے کوئی آن لائن Dear To Ask، جیسے براق عنوان سے پبلک کو دین کے، میاں بیوی کے، فرائض وجنایات کے، غرض کہ سارے ہی خاص وعام مسائل کے پوچھنے کا کھلے عام چیلنج دیتا ہے، کوئی "پوچھئے تو سہی" پروگرام اسی مقصد سے چلاتا ہے۔ کوئی "مجھ سے پوچھئے" پروگرام چلاتا اور دین ودنیا، اپنے پرایوں، اسکول وکالج، مدارس ومساجد، اور شریعت وجہالت کے سارے مسائل کسی مفتی کی حدود سے بھی

1۔ مصدر سابق: 327/3

2۔ الکامل فی ضعفاء الرجال: ابن عدی: 241/3

آگے بڑھ کر بتاتا نظر آتا ہے، اللہ اللہ ! کیا ظلم ڈھایا جارہا ہے رب کریم کی شریعت پر، کیسا کھلواڑ کیا جارہا ہے حرمت کتاب وسنت کے ساتھ ، ایک طرف سلف کا سوالات سے خوف کا یہ عالم ہے کہ عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ بیان کرتے ہیں "کہ میں نے 120 انصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحبت پائی ہے، چنانچہ ان میں سے کسی سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو یہ اس کی طرف لوٹاتا اور وہ اس کی طرف، حتی کہ سائل پہلے شخص کے پاس لوٹ آتا، اور ہر ایک یہی تمنا کرتا تھا کہ کاش میرا بھائی اس کا جواب دے کر مجھے راحت دیدے"۔(1)

"امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کبھی کبھی پچاس سوالات پوچھے جاتے تو ان میں سے ایک کا بھی جواب نہ دیتے اور کہتے کہ کسی بھی شخص کو کسی بھی مسئلے میں جواب دینے سے پہلے خود کو جنت یا جہنم پر پیش کرنا چاہیئے، اور سوچنا چاہیئے کہ آخرت میں غلط جواب دہی پر کیسے نجات ملے گی پھر جواب دینا چاہیئے"۔(2)

اور دوسری طرف ان متعالمین اور دعویداران علم کی جرات دیکھئے کہ باقاعدہ چینل کھول کر، اچھے اچھے فقرے استعمال کرکے، خود کو علامہ جہاں بتلا کر، گھوم پھر کر، خود کو دین و دنیا کا نجات دہندہ جتا کر، اپنی جیب میں دنیا جہاں کے مسائل کے حل کا دھوکہ دیکر، عوام کو سوال پوچھنے کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ ان کی نااہلیت کی ازخود دلیل ہے اسی لئے بشر الحافی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ "**من أحب أن يسأل فليس بأهل أن يسأل**"۔(3) "کہ جو اس بات کو پسند کرے کہ اس سے دینی مسائل پوچھے جائیں وہ پوچھے جانے کا اہل ہی نہیں ہے"۔

جی ہاں: شریعت کے ساتھ اسی بدتمیزی کو رسول اللہ ﷺ نے ہلاکت کا سبب بتلایا تھا: چنانچہ آپ ﷺ نے ایک صحابی رسول کے حج کی فرضیت کے نزول کے

1۔ جامع بیان العلم وفضلہ : 163/2
2۔ آداب الفتوی والمفتی والمستفتی : یحی ابن شرف النووی۔ ص: 16
3۔ الفقیہ والمتفقہ : 353/2

بعد بار بار یہ پوچھنے پر کہ "أكل عام يارسول الله؟" کہ اے اللہ کے رسول کیا ہم پر حج ہر سال فرض ہے بر ہمی کا اظہار فرمایا تھا اور کہا تھا" انما هلك من كان قبلكم كثرة مسائلهم[1]"، تم سے پہلے کے لوگ کثرۃ سوال ہی سے ہلاک ہوئے"۔

چودھراہٹ کی طلب:

یہی نہیں ان میں سے بہت سارے تو ایسے ہیں جو فرط جہالت میں اپنے علم کے ذریعہ سفہاء سے مناظرے اور جھگڑے کرتے، علماء سے فخر و مباہات اور خود کو ان سے بڑا بتاتے، اور اس وقت تک مجلس میں، اسٹیج پر تشریف نہ لاتے جب تک پچاس ہزار لوگوں کا ان کے بیان کو سننے کے لئے مجمع نہ ہو، ان کے شایان شان اسٹیج، مائک، کیمرہ اور دیگر لوازمات ریاکاری کا انتظام نہ ہو، اللہ اکبر ہمیں ڈر ہے کہ کہیں یہ نبی کریم ﷺ کے فرمان "من طلب العلم ليماري به السفهاء أو ليباهي به العلماء أو ليصرف وجوه الناس إليه فهو في النار۔"[2] "کہ جو اس لئے علم حاصل کرکے کہ بے وقوفوں اور سفہاء سے مجادلے اور مناظرے کرے، علماء سے فخر و مباہات کرے، یا لوگوں کے چہرے، توجہ اور دلچسپیاں اپنی طرف پھیرے تو وہ، جہنم میں جائے گا" کے مستحق نہ ہو جائیں، نعوذ بالله من الخذلان۔ اسی لئے ہمارے سلف کہا کرتے تھے کہ "من جلس ليجلس اليه فلا تجلسوا اليه" "جو صرف اس لئے تعلیم دینے بیٹھے کہ لوگوں اس کے پاس اکھٹا اور جمع ہوں تو وہ اس بات کا مستحق ہی نہیں کہ اس کے پاس بیٹھا جائے۔[3]

1۔ صحیح مسلم: 1830/4، ح: 130

2۔ سنن ترمذی۔ ح: 2654 (شیخ البانی نے اسے صحیح الجامع الصغیر: 1091/2، ح: 6383 پر حسن کہا ہے)

3۔ حلیۃ الاولیاء: 225/4

کفار و مشرکین کی مشابہت

ان میں سے کتنے ایسے ہیں جو اپنی حالت و ہیئت، عادات و اطوار، گفتار و کردار، پینٹ کورٹ ٹائی، میل جول اور آدابِ تعامل میں کفار و مشرکین اور یہود و نصاری کی مشابہت اختیار کرتے ہیں، جبکہ اللہ کے ان دشمنوں کی مشابہت قلّتِ علم، کمزوریٔ ایمان، انحرافِ فطرت، دل کے زیغ اور بصیرت کے اندھے پن پر کھلی دلالت ہے، حق و باطل اور سچ و جھوٹ کے پیمانوں کو الٹنا ہے، اللہ کی عظیم نعتِ اسلام کا کفران اور ناشکری ہے، ھوی پرستی کے غلبے کی واضح علامت ہے، اس لئے کہ انسان کا کسی دوسرے کی مشابہت اختیار کرنا، اس سے مرعوبیت اور اس کے طریقے سے محبت پر غماز ہے، اور تمام ہی عقلمندوں اور سلیم الفطرت انسانوں کے نزدیک یہ بات متفق علیہ ہے کہ ادنی اعلی کی، مغلوب غالب کی، اور ضعیف و کمزور طاقتور کی مشابہت اختیار کرتا ہے تاکہ خود بھی اس جیسا بن سکے اس کے کمال کو پاسکے، اس کے رتبہ کو پہنچ سکے۔

اندازہ لگایئے کہ جب کسی عام مسلمان کے لئے، جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کشادہ کردیا ہو، اسے ایمان کی عزت سے مالامال کیا ہو، کفار و مشرکین کی مشابہت اختیار کرنا مناسب نہیں تو کیسے کسی داعیٔ دین اور آئیڈیل کے لئے روا ہوسکتا ہے کہ ان مغضوب علیہم اور ضالین سے مرعوبیت اختیار کرے؟ بھلا کوئی تصور کرسکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اور دیگر سارے ہی انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے مقدس عمل دعوۃ کو انجام دینے والا، خود کو ان کا متبع اور پیروکار بتانے والا، دنیا کے چور اچکوں اور چماروں سے بدتر انسان -ہیرو- کے انداز میں مٹک مٹک کر چل سکتا ہے؟! کیا جاہل لوگوں کے دلوں میں یہ تصور نہیں جائیگا کہ ان کے آئیڈیل محمد ﷺ بھی نعوذ باللہ اسی طرح چلا کرتے تھے؟! وہ نبی ﷺ اپنی امت کے طبقۂ دعاۃ کی مشابہتِ یہود و نصاری سے کیسے راضی ہوسکتے ہیں جنہوں نے مخالفۃ الیہود والنصاری کو دین کا زبردست قاعدہ قرار دیا، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، سحر وافطار، جوتے پہن کر نماز پڑھنے، عاشوراء کے روزے رکھنے، سر کے بالوں کی مانگ نکالنے، آمین بالجہر کہنے، مونچھیں کٹوانے اور داڑھی

چھوڑنے، اور بیت اللہ کو قبلہ بنانے میں غرض کہ ہر چھوٹے بڑے امور میں ان کی مخالفت کو اس طرح مشروع قرار دیا کہ وہ بھی یہ کہنے پر مجبور ہوگئے کہ "**مایرید محمد ان یدع من امرنا شیئا الا خالفنا فیہ**"۔

کفار ومشرکین سے مرعوبیت کے اثرات:

جی ہاں ! کفار و مشرکین اور یہود و نصاری سے مرعوبیت ہی کی وجہ سے انہوں نے وسائلِ دعوت میں یونان کے بت پرستوں اور کنیسہ کے پادریوں کے شعار "تمثیل" (جس کے ذریعہ وہ اپنے معبودوں کا تقرب حاصل کرتے ہیں) کو اسلامی تمثیل، چھوٹی موٹی اسلامک فلموں کا نام دیکر داخل کر دیا ہے، سبحان اللہ ! مشرکین اور یہود ونصاری کی مخالفت کی اوپر گذری بعض مثالوں کو سامنے رکھ کر اندازہ لگائیے کہ جب ہمیں عادات واطوار میں ان کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے تو پھر ان کے دینی شعار کی مخالفت کے بارے میں کیا کہنا؟ !

گانوں کے طرز پر ترتیب دیئے جانے والے اناشید کو بھی اسلامی اناشید کا نام دیکر وسائلِ دعوت میں داخل کر دیا حالانکہ معروف بات ہے کہ اس کی اصل صوفیہ کی طرف لوٹتی ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "**خلفت بالعراق شيئاأحدثته الزنادقة يسمونه التغبير يشتغلون به الناس عن القرآن**" میرے بعد عراق میں زنادقہ نے تغبیر نامی غناء ایجاد کیا ہے جس کے ذریعہ لوگوں کو قرآن کریم سے غافل کر رہے ہیں۔[1]

چنانچہ نیٹ پر ان کے اپلوڈیڈ بیانات ملاحظہ کریں، بیانات کے آغاز ہی میں دھما دھم، چھما چھم، کبھی مشاری العفاسی کے اناشید، کبھی کسی بچے یا بچی کی فتنہ انگیز آواز میں گائی گئی کوئی نظم سن کر ہی آپ کو میری بات کی تصدیق ہو جائیگی بھلا بتایئے جس دعوت کا آغاز ہی مخالفتِ طریقۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو، اس میں کیسے برکت ہو سکتی

1۔ مصدر سابق: 146/9

ہے ؟ پھر ان میں سے بعض کو اسلامی دعوت کے نام پر شعر و شاعری کے مقابلے اور پروگرام کرتے ہوئے بھی آپ پائیں گے ، اندازہ لگایئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے غناء اور شاعری کی ایک قسم کو قرآن کریم سے دوری کا سبب قرار دیا تو شعر و شاعری کی اس پوری مجلس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو گھنٹوں پر مشتمل ہو، لغو اور عبث اشعار سے پر ہو، سوائے چند نظموں اور اشعار کے جن کے بہانے اس طویل مجلس کو حلال کیا جاسکے۔

متعالم ہونے کی علامتیں

ساتھ ہی ان میں متعالم ہونے کی ساری علامتیں موجود ہیں۔

علم سے دوری اور علماء کی ناقدری:

چنانچہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ علامتیں ان میں آپ کو یا تجربہ کار حضرات کو چمکتی ہوئی نظر آئیں گی۔آپ فرماتے ہیں کہ "

1۔"کتب عدداقلیلا من الاجزاء": کہ بہت کم کسی استاذ کے سامنے زانوئے تلمذ طئے کرکے کچھ اجزاء حدیث لکھتا ہے۔

2۔"واشتغل بالسماع برھۃ یسیرۃ من الدھر": کہ بہت تھوڑی مدت حدیث سنا ہوا ہوتا ہے۔

3۔ پھر بھی یہ سمجھتا ہے کہ زمانے میں اس سے بڑا کوئی صاحبِ علم اور شیخ الحدیث نہیں۔

4۔"ولما یجھد نفسہ ویتعبھا فی طلابہ": جبکہ صحیح معنوں میں اس نے حصولِ علم میں محنت بھی نہیں کی ہوتی۔

5۔"ولا لحقتہ مشقۃ الحفظ لصنوفہ وأبوابہ" اور نہ حفظ حدیث اور اقسام وابوابِ حدیث کے یاد کرنے کی زحمت اٹھائی ہوتی ہے۔

6۔ "وهم مع قلة كتبهم له وعدم معرفتهم به أعظم الناس كبرا" بہت تھوڑا لکھنے اور علم حاصل کرنے کے باوجود سب سے زیادہ تکبر اس کی شان ہوتی ہے۔

7۔ "وأشد الخلق تيها" افکار کی تنزلی، انحراف اور عدم ثبات اس کی پہچان ہوتی ہے۔

8۔ "عجبا" خود کو سب سے بہتر اور اچھا سمجھتا ہے۔

9۔ "لا يراعون للشيخ حرمة" اس قسم کے لوگ نہ کسی شیخ کا ادب و احترام کرتے ہیں۔

10۔ "ولا يوجبون لطالب ذمة" اور نہ کسی طالب علم کو خاطر میں لاتے ہیں

۔

11۔ "يخرقون بالراوين" بڑے علماء وفضلاء کے ساتھ سختی سے پیش آتے ہیں

12۔ "ويعنفون على المتعلمين" اور صغار طلاب علم پر تشدد کرتے ہیں۔

کسی کہنے والے نے صحیح کہا تھا کہ "العلم ثلاثة أشبار من دخل في الشبر الأول تكبر"[1] کہ علم صرف تین بالشت ہیں جو اسکے پہلے بالشت میں ہوتا ہے وہ متکبر ہوتا ہے۔

سفاہت و بے وقوفی اور ہر قائل کی پیروی:

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ علامتیں بھی ان میں وافر مقدار میں موجود ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ

1۔ "قوم انتموا إلى العلم في الظاهر" کہ یہ ایسی جماعت ہے جو ظاہری طور پر علم سے منسوب ہوتی ہے۔

1۔ الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع: خطیب: 77/1

2۔ "ولم يتقنوا منه سوى نزر يسير" تھوڑا بہت سیکھے ہوئے ہوتے ہیں اور بس۔

3۔ "أوهموا به أنهم علماء فضلاء" اسی پدی کے شوربے سے یہ لوگوں کو باور کرانے لگتے ہیں کہ وہ علماء اور فضلاء ہیں۔

4۔ "ولم يدر في أذهانهم قط أنهم يتقربون به إلى الله" حالانکہ زندگی میں شاید ہی کبھی انہوں نے سوچا ہوگا کہ وہ اللہ کے تقرب کے لئے اس فن کو اختیار کریں گے

۔

5۔ "لأنهم ما رأوا شيخا يقتدى به في العلم" اس لئے کہ انہوں نے کبھی کسی حقیقی شیخ کو دیکھا ہی نہیں جس کی علم میں پیروی کیجاتی ہو۔

6۔ "فصاروا همجا رعاعا" چنانچہ وہ سفیہ اور رذیل ہیں، ہر قائل کی اندھا دھند پیروی ان کا شعار ہے، (حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا تھا کہ "همج رعاع اتباع كل ناعق لم يستضيئو بنور العلم ولم يلجئوا الى ركن وثيق"(1))

7۔ "غاية المدرس منهم أن يحصل على كتبا مثمنة ويخرجها وينظر فيها يوما ما" زیادہ سے زیادہ ان کی اوقات یہی ہوتی ہے کہ قیمتی کتابیں خرید کر ذخیرہ کرتے ہیں پھر کبھی اس پر نظر مار لیتے ہیں۔

8۔ "فيصحف ما يورده ولا يقرره" اور تو اور کتاب میں موجود معلومات کے نقل میں بھی غلطی کرتے اور اتنی طاقت نہیں رکھتے کہ اسے درست کر سکیں، اس کا تتبع اور مناقشہ و دراسہ کر سکیں۔(2)

اسی المیے پر آنسو بہاتے ہوئے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ "أما اليوم فقد اتسع الخرق وقل تحصيل العلم من أفواه الرجال بل ومن الكتب غير المغلوطة

2۔ جامع بیان العلم وفضلہ: 984/2، ح: 1877

2۔ سیر اعلام النبلاء: امام ذہبی: 570/6-571

وبعض النقلة للمسائل لا یحسن ان یتہجی‘‘[1]کہ آج جبکہ جہالت و حماقت بڑھ چکی ہے علماء سے بلا واسطہ حصول علم کم ہو گیا ہے ،بلکہ تصحیح شدہ اور اغلاط سے پاک کتابوں سے استفادہ بھی کم ہو گیا، علمی مسائل پر ایسے ایسے بحث کرنے والے پیدا ہو گئے ہیں جنہیں عربی زبان کی حروف تہجی اور ابجدیت سے بھی ناواقفیت ہے۔"

مدح و ستائش کی طلب:

اسی سطحیت کی وجہ سے آپ دیکھیں گے کہ کبھی کوئی مسئلہ پڑھ لیا، سمجھ لیا تو وہ انہیں اس وقت تک ہضم نہیں ہوتا جب تک کسی پر اسے پیش کرکے اپنی علمیت کا اظہار نہ کرلیں ، دو چار پسندیدہ نظروں اور تعریفی جملوں کی مٹھائی کھا کر ریاء کاری کی ڈکار نہ لے لیں۔ چنانچہ جہاں کہیں اہلِ علم کا مجمع ہوتا ہے یا کچھ جانکاروں کی مجلس لگتی ہے وہاں یہ اس قسم کی حرکت کرکے اپنی علمیت جھاڑے بنا نہیں رہتے۔ سچ کہا تھا بکر بن عبداللہ ابوزید رحمۃ اللہ علیہ نے "یراجع مسألة او مسألتین فاذا کان فی مجلس فیہ من یشار الیہ أثار البحث فیہا لیظہر علمہ"[2] کہ ایک دو مسئلہ کیا پڑھ لیتا ہے، بڑے بڑوں کی مجلس میں اسے چھیڑ کر اپنی علمیت کا اظہار کرنے اور داد وصول کرنے لگتا ہے۔

گھنونی علمی خیانت:

یہی نہیں ان میں گھناؤنی خیانتِ علمی کی حد یہ ہے کہ علماء کی مجلس میں اگر کوئی سائل ان کا ظاہر دیکھ کر ان سے ایسا مسئلہ پوچھ لے جو انہیں ڈھنگ سے نہ آتا ہو تب بھی اپنی ہوا بنائے رکھنے کے لئے ، بات خراب ہونے سے بچانے کے لئے، سائل کی مرعوبیت و حسنِ ظن کی برقراری کے لئے کچھ بھی الٹا سیدھا، گھما پھرا کر، مجھے ایسا لگتا ہے، میرا یہ خیال ہے، شاید ایسا ہونا چاہئے، غالب گمان ہے، مجھے یاد پڑتا ہے، میں نے تقریر میں ایسے سنا ہے، میرے دوست نے بتایا ہے، فلاں عالم کو میں نے کہتے سنا ہے وغیرہ وغیرہ کہہ کر جواب ضرور دیں گے پر غلطی سے اسے عالم کی طرف نہیں لوٹائیں

1۔ مصدر سابق: 377/11

2۔ حلیۃ طالب العلم: 75

گے۔ بلکہ بعید نہیں کہ اپنے جواب کے ذریعہ موجود عالم پر یہ بھی جتانے لگیں کہ دیکھئے یہ میرے علم و کمال کا نتیجہ ہے، کہ لوگ آپ کی بجائے مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔ جبکہ علمی دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ اسے عالم کی طرف لوٹا دیتا۔ خود صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی طرز عمل تھا، دیکھئے شریح بن ھانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مسح سے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا "سل علیا فانہ أعلم منی بھذا وقد کان یسافر مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کہ جاؤ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھ لو، وہ اس بارے میں مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، اس لئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر بھی کیا کرتے تھے۔ [1] بلکہ اگر اسے مسئلہ معلوم بھی تھا تب بھی عالم اس بات کا حقدار تھا کہ اس کی طرف لوٹا دیتا، کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ "لیس منا من لم یجل کبیرنا ولم یرحم صغیرنا ویعرف لعالمنا حقہ" [2] کہ جو ہمارے عالم کا حق نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں۔ یہی نہیں بلکہ اس کی تواضع و خاکساری اور اخروی سلامتی کا بھی یہ تقاضا تھا کہ اسے عالم کی طرف احالہ کر دیتا۔ حضرت ابو المنہال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے "صَرف" یعنی ایکسچینج کے بارے میں پوچھا، تو آپ میں سے ہر ایک دوسرے کی طرف احالہ کرنے لگا کہ ان سے پوچھ لو وہ مجھ سے زیادہ جانکار ہیں۔ [3] لیکن نہیں۔۔۔۔۔ یہ سب تکلفات!! بزدلی!! نیک کام میں پوچھ پوچھ اور دیری!!!!! انہیں پسند نہیں۔

1۔ مسند احمد: 145/2، ح: 749، محقق کتاب شعیب الارنؤوط کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

2۔ مسند احمد: 416/37، ح: 22755، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے حسن قرار دیا ہے، دیکھئے صحیح الجامع الصغیر: ح: 5443

3۔ المعجم الکبیر: امام طبرانی: 186/5، ح: 5038

ان سے فتوے پوچھے جانے کی وجہ:

جی ہاں ! اسی قسم کے لوگوں کے بارے میں ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا۔

1۔ ''وهذا الضرب إنما يستفتون بالشكل لا بالفضل''کہ اس قسم کے لوگ جو علماء کی مماثلت اختیار کرتے ہیں ان سے صرف ان کی ظاہری وضع و قطع کی بنیاد پر فتوے پوچھے جاتے ہیں نہ کہ ان کے فضل و مکانت کی وجہ سے۔

2۔ ''وبالمناصب لا بالأهلية''ان کے مناصب اور عہدے کی وجہ سے نہ کہ ان کی اہلیت کی وجہ سے۔

3۔ ''قد غرهم عكوف من لا علم عنده عليهم ، ومسارعة اجهل منهم اليهم'' یہ دراصل اپنے ارد گرد جمع ہونے والے ایسے جاہلوں سے دھوکہ میں ہے جو ان سے بھی زیادہ جاہل ہوتے ہیں۔

ان سے ہونے والا نقصان:

ان سے ہونے والا نقصان بھی امام ہمام ہی کی زبانی سنتے چلیں، فرماتے ہیں کہ ''تعج منهم الحقوق إلى الله عجيجا وتضج منهم الأحكام إلى من أنزلها ضجيجا'' ان کے غلط فتاووں سے ضائع ہوئے انسانوں کے حقوق اللہ کی جناب میں شکوہ کرتے اور اللہ کے ضائع ہونے والے احکامات اپنے نازل کرنے والے رب العالمین سے کس قدر آہ وزاری کرتے ہیں۔

ان کا حکم:

ساتھ ہی ان لوگوں کا حکم بھی سنتے جائیں، فرماتے ہیں کہ ''فمن أقدم بالجرأة على ما ليس له بأهل من فتيا أو قضاء أو تدريس استحق اسم الذم ولم يحل قبول فتياه ولا قضاءه هذا حكم دين الإسلام

وإن رغمت أنوف من أناس

فقل یـــارب إلا ترغـــــم سو اهـــا"(1)

کہ جو شخص بھی فتاوی، درس وتدریس، قضاء یا اس قسم کے کسی بھی علمی منصب پر بغیر اہلیت کے قدم رکھنے کی جرات کرتا ہے اسے رسوا کرنا چاہیئے، اس کا فتوی قبول کرنا حرام اور فیصلہ ماننا نا جائز ہے اور ان لوگوں کے سلسلے میں دینِ اسلام کا یہی حکم اور فیصلہ ہے۔

علمی فریب دہی اور دھوکہ:

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی بات بھی ان پر کس قدر صادق آتی ہے فرماتے ہیں " کہ کوئی اپنے سر پر قیمتی چادر اور پیروں میں قیمتی پتھر باندھ لے یا کسی امیر کی صحبت اختیار کرلے، یا لوئلوء مرجان سے آراستہ ہوکر، رنگین لباس زیب تن کرکے، جھوٹ بہتان اور افتراء کے راستے حدیث وقرآن کی تدریس کے منصب پر براجمان ہو جائے، خود کو بازیچۂ اطفال بنادے، جبکہ اسے اس پر پڑھے جانے والے جزء کی فہم ہو، نہ دیوان کی سمجھ بوجھ، تو اس پر محدث تو کجا انسان کا اطلاق کیا جانا بھی جرم ہے۔ وہ اپنی جہالت کے ساتھ حرام خور بھی ہے، اور اگر اس حرام (یعنی بغیر علم کے کتاب وسنت پر جرات) کی حلت کا عقیدہ بھی رکھتا ہو تو اسلام ہی سے خارج ہے!"(2)

سبحان اللہ کس قدر سچی بات کہی ہے، چنانچہ آپ ان میں سے کسی کو دیکھیں گے کہ وہ نیٹ پر، ٹی وی یا ویڈیو کلپ میں تقریر کے لئے آنے سے قبل آگ نکلواتا، زوں زاں اور سوں ساں کرواتا، آسمان سے بجلیوں کے قہر برساتا، اور بادلوں کی گھن گرج سے لوگوں کے دلوں میں اپنی دھونس اور رعب بٹھاتے نظر آئے گا، خود کو محدث، مفسر، فقیہ، علامہ، داعی، امت کا نجات دہندہ، اسکالر، مفکر، عالم، کہلانا نہ صرف پسند کرتا ہے بلکہ اگر یہ القابات نہ دیئے جائیں تو اپنی توہین، ناقدری اور اپنے مقام و مرتبہ

1۔ اعلام الموقعین: 160/4
2۔ فتح المغیث: سخاوی: 45/1

سے جہالت تک شمار کرتا ہے، لیکن اگر آپ حدیث میں، فقہ، تفسیر و تاریخ، لغۃ، نحو و صرف، اور اصول فقہ، یا اصول حدیث میں مرجع کی حیثیت رکھنے والی کوئی بھی کتاب لیکر ان مدعیان علم کے پاس چلے جائیں، اور ان سے کہیں ذرا اس آیت وحدیث اور قاعدہ و اصول کی شرح کر دیجئے، مسئلہ بیان کر دیجئے، سلف کے اقوال کی روشنی میں سمجھا دیجئے، اسی وقت ان کے دعوئے علم کے نشہ کی خماری اتر نہ جائے، ان کا علمی بچکانہ پن ظاہر نہ ہو جاے، الیکٹرانک میڈیا، پرنٹ میڈیا، T.V، انٹرنیٹ اور کیمرے کی چمک دمک میں رہتے رہتے ان کے چہرے پر شہرت کا لگا میک اپ بہنے نہ لگے، مسیحائیت کے روپ میں چھپے ان قاتلوں اور بھیڑ کی کھال میں دبے ان بھیڑیوں کے خونخوار دانت، غصیلی آنکھیں، مال و عزت کی طلب میں کھلا جبڑا اور ٹپکتی رال، ہاتھوں اور پیروں کے نکلے زہریلے ناخن نظر نہ آنے لگیں تو ان کے ساتھ ہمیں بھی انسان کہنا چھوڑ دیجئے گا۔

چھوٹا منہ بڑی بات:

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے سچ ہی کہا ہے کہ "**ضعف ظاهر ودعوى عريضة**"[1] کہ ضعف و اضمحلال کے واضح وظاہر آثار کے باوجود طویل و عریض دعوی!!! ایک طرف ہمارے سلف تھے جو علم کے پہاڑ، تقوی و طہارت کے بحر زخار ہونے کے باجود تواضع اختیار کرتے، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "**ما أنا عالم ولا رأيت عالما**"[2] کہ نہ میں عالم ہوں نہ میں نے کسی عالم کو دیکھا ہے، ابو عمرو بن العلاء البصری جو کہ قراء سبعہ میں سے ایک ہیں فرماتے کہ "**ما نحن فيمن مضى إلا كبقل في أصول نخل طوال**"[3] کہ ہماری حیثیت گذشتہ علماء کے مقابلے میں اتنی ہی ہے جتنی کہ کھجور کے تناور درخت کی جڑ میں اگی گھاس کی ہوتی ہے۔ ایک طرف یہ ہیں جو غرۂ علم میں جہالت کی

1۔ التعالم، ص: 7

2۔ تاریخ الطبری: 638/11

3۔ موضح اوھام الجمع والتفریق: 13/1

کدال سے گذشتہ علماء کی علمی بنیادوں کو یہ کہہ کر ڈھاتے نظر آتے ہیں کہ میں اس چیز کو راجح سمجھتا ہوں ، میری نگاہ میں اسے ایسے نہیں ایسے ہونا چاہیئے، میں اس قول کو دیوار پر مارتا ہوں ، میں اس رائے سے موافقت نہیں کرتا ، مجھے لگتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے وغیرہ وغیرہ، ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے سچ ہی فرمایا تھا کہ

"**یقولون ھذ عندنا غیر جائز ومن أنتمو حتی یکون لکم عند**"[1]

کہتے ہیں کہ یہ ہمارے نزدیک ناجائز ہے

ارے تمہاری اوقات کیا ہے کہ " میرے نزدیک " کہنے لگے۔

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ "**لکن الجاھل لا یعلم رتبۃ نفسہ فکیف یعرف رتبۃ غیرہ**"[2] کہ جاہل خود اپنی حیثیت سے ناواقف ہیں تو دوسروں کی قدر اور رتبہ کیا جانیں گے ؟ ! !

اسی لئے محمد الامان الجامی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں "یہ دعوتی جماعتیں اور ان کے اصحاب خود اس بات کے شدید حاجت مند ہیں کہ انہیں اللہ کی طرف دعوت دی جائے ،انہیں دینی علم سے روشناس اور بصیرت وحکمت سے مزین و مسلح کیا جائے"۔[3]

انواع واقسام کی جہالت:

جی ہاں ! ان کے یہاں جہالت پائی جاتی ہے وہ بھی ایک کوالٹی کی نہیں انواع و اقسام کی۔

عربی زبان سے جہالت:

سب سے پہلے تو عربی زبان سے ناواقفیت ان میں موجود ہے، یہ اہلِ جنت ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وارثین انبیاء کرام علیھم الصلاۃ والسلام (علماء کرام) اور کتاب وسنت کی

1۔ التعالم۔ ص: 90

2۔ سیر اعلام النبلاء : 321/11

3۔ مشاکل الدعوۃ والدعاۃ۔ ص: 42

زبان سے جاہل ہیں، اس زبان سے جس کے ذریعہ اللہ نے انسانیت کو بیان سکھایا ہے، اللہ کا فرمان ہے ﴿ ٱلرَّحۡمَٰنُ ١ عَلَّمَ ٱلۡقُرۡءَانَ ٢ خَلَقَ ٱلۡإِنسَٰنَ ٣ عَلَّمَهُ ٱلۡبَيَانَ ٤ ﴾ [1] دوسرے لفظوں میں کائنات کی ساری زبانوں میں سب سے افضل زبان سے ان کے یہاں جہالت پائی جاتی ہے، ابن فارس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "**فلما خص اللہ جل ثناؤہ اللسان العربی بالبیان علم ان سائر اللغات قاصرۃ عنہ وواقعۃ دونہ**" [2]

کہ اللہ رب العالمین کے عربی زبان کو بیان کے ساتھ خاص کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا کی ساری زبانیں اس سے کمتر اور ادنی ہیں۔

تعجب ہے اس زبان سے ان کی جہالت پر جس پر سلف سختی سے ابھارا کرتے تھے چنانچہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے کہ "**تعلموا العربیۃ کما تعلمون القرآن**" [3] کہ عربی زبان کو اسی طرح سیکھو جس طرح قرآن سیکھتے ہو۔

عربی زبان کی معرفت ضروری کیوں؟

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ تو اس کو واجب قرار دیتے ہوئے فرماتے تھے کہ "**فإن اللغة العربية من الدين ومعرفتها فرض واجب فإن فهم الكتاب والسنة فرض ولا يفهم إلا بفهم اللغة العربية وما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب**" [4] "عربی زبان دین کا حصہ ہے جس کا سیکھنا فرض اور واجب ہے اس لئے کہ کتاب وسنت کی فہم حاصل کرنا فرض ہے، جسے عربی زبان کے بغیر سمجھا نہیں جاسکتا اور فقہ کا قاعدہ ہے کہ جس چیز کے ذریعہ واجب کی تکمیل ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے"۔

بھلا بتایئے اسباب وسائل کی اس دنیا میں کوئی بغیر سیڑھی کے چھت پہ چڑھنے کی سوچ سکتا ہے؟ بغیر بیج کے پھل، پھول اور اناج وغلہ کی کھیت سے توقع کرسکتا ہے؟ کوئی

1۔ الرحمٰن: 1-4

2۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ ح: 29915

3۔ الصاحبی۔ ص: 4

4۔ اقتضاء الصراط المستقیم۔ ص: 207

شادی کے بغیر اولادِ صالحہ کا متمنی ہو تو دنیا اسے جاہل نہ کہے گی؟ کوئی تمنا سے حصولِ علم و مال کا خواہشمند ہو تو کیا آپ اسے عقلمند کہیں گے؟ بغیر رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے ہوئے کوئی رب پر ایمان لانے کی سوچ بھی سکتا ہے؟ جب یہ سب اور دنیا کے سارے ہی امور بغیر وسیلے کے ممکن نہیں الا ماشاء اللہ تو کوئی کیسے بغیر اس زبان کو سیکھے جو کتاب و سنت کی فہم کا وسیلہ ہے، کتاب و سنت کی فقاہت کا دعوی کر سکتا ہے؟ مفتیٔ انام ہونے کا تمغہ اپنی پیشانی پہ سجا سکتا ہے؟! جو زبان اللہ کی طرف بصیرت و حکمت اور فصاحت کے ساتھ دعوت کا ذریعہ ہو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حقوق کی حفاظت اور آپ کی سنت سے دفاع کا ہتھیار ہو اسے سیکھے بغیر کوئی کیسے داعی الی اللہ ہونے کا دعوی کر سکتا ہے؟ کوئی نہیں، لیکن یہ بردرس عقل و نقل اور قوانینِ ربانی و انسانی کی مخالفت میں یہ سب کچھ کر رہے ہیں، "**تزبب قبل ان یتحصرم**" "انگور سے پہلے ہی کشمش۔" "**السعی قبل الوعي**" "سمجھ بوجھ سے قبل کوشش۔" "**تشیخ قبل ان یشیخ**" "طالب علم سے قبل شیخ یا بچپن میں بوڑھے، بن رہے ہیں، لیکن علماء و عوام سب کی آنکھوں پر ان کی شہرت کا وہ پردہ پڑا ہے کہ کوئی ان کو روکنا تو دور ٹوکنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔

عربی سے نابلد شخص کو دین میں کلام کی ممانعت:

جبکہ سلف نے ایسے عقل کے دشمنوں اور عربی زبان کے جاہلوں کے آگے فہمِ کتاب و سنت کے دروازے ان کی جہالت کی وجہ سے پہلے ہی بند کر دیئے تھے۔ چنانچہ امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "کہ شریعت کے اصول و فروع میں غور و فکر اور کلام کرنے والے کو دو باتوں سے مزین ہونا ضروری ہے پہلی یہ کہ: شریعت میں اس وقت تک کلام نہ کرے جب تک خود عربی نہ ہو یا عربی شخص کی طرح عربی نہ سیکھ لے۔ وہ بھی عربوں کے پائے کی یا ائمۂ متقدمین میں خلیل، سیبویہ، کسائی اور فراء کے پائے کی عربی جان لے، یہاں یہ مراد نہیں ہے کہ ان کی طرح حافظ اور جامع بنے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اپنی فکر و نظر تک میں علمِ عربی کی گہرائی اتار لے۔

دوسری بات یہ کہ "اگر کتاب وسنت میں کوئی لفظ یا معنی اس سے پوشیدہ رہ جائے یا سمجھ میں نہ آسکے تو کسی عربی کے جانکار سے معلوم کئے بغیر اس میں کلام نہ کرے، کیونکہ عربی زبان کی وسعت کے سبب کبھی کبھی خالص عربی شخص سے بھی خاص معانی پوشیدہ رہ جاتے ہیں، اور جب ایسا صحابہ کرام کے ساتھ ہوا ہے جو کہ خالص عرب تھے تو ان کے بعد کے لوگوں میں یہ چیز عین ممکن ہے"۔[1]

اس زبان سے ناواقفیت کا نتیجہ:

چنانچہ اس زبان سے ناواقفیت کی بناپر ان کے یہاں قرآن وسنت کی فہم میں بھی کج روی پائی جاتی ہے ، کیونکہ یا توانہیں لفظ کے صحیح معنی نہیں پتہ ہوتے یا لغوی معنی معلوم ہوتا ہے تو اس کا شرعی استعمال نہیں جانتے، یا یہ نہیں پتہ ہوتا کہ کب عرب عام لفظ کہکر عام معنی مراد لیتے، اور کب عام لفظ کہکر خاص معنی مراد لیتے ہیں، اور یہ کیسے پہچانا جاتا ہے؟ کب کلام اور جملے کا پہلا حصہ آخری حصہ کی وضاحت کرتا ہے اور کب آخری حصے میں گذشتہ حصے کا بیان ہوتا ہے ؟کب کس چیز کو اس کے معنی سے تعبیر کرتے ، اور کب اسے لفظ سے ظاہر کرتے ہیں ؟کب اشارے اور کنایہ سے کام لیتے اور کب تصریح کی ضرورت محسوس کرتے ہیں ؟ کبھی ایک ہی چیز کو کئی معنی سے یاد کرتے ہیں تو کبھی ایک ہی چیز کے کئی کئی نام رکھ دیتے ہیں۔

اس کا نقصان:

سچ کہا تھا ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے "**ومن لم يعرف لغة الصحابة التي كانوا يخاطبون بها ويخاطبهم بها النبي صلى الله عليه وسلم وعادتهم في الكلام ...... وإلا لحرف الكلم عن مواضعه**"[2] کہ جو بھی بندہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کی زبان کے احوال و اسالیب جسے وہ استعمال کرتے تھے اور جس میں اللہ اور اس کے نبی

1۔ الاعتصام: 364-361/3

2۔ مجموع فتاوی: شیخ الاسلام ابن تیمیہ: 243/1

ﷺ نے انہیں مخاطب کیا، نہ جانے وہ ضرور اللہ کے کلام میں، شریعتِ الٰہی اور سنتِ نبی ﷺ میں تحریف کا شکار ہوگا"۔

جی ہاں! یہ عربی زبان سے اپنی جہالت کی وجہ سے نہ صرف تحریف کے شکار ہیں بلکہ اہلِ بدعۃ کے طریقے پر گامزن بھی ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ "تفسیرِ قرآن وشرحِ حدیث کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کی مراد پر دلالت کرنے والے الفاظ، ضوابط و قواعد اور ان کے تطبیق کی کیفیت جاننا ضروری ہے، چنانچہ عربی زبان کی معرفت جس کے ذریعہ ہمیں مخاطب کیا گیا ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کی فہم و فقاہت میں بڑی مددگار ہے، ایسے ہی معانی پر الفاظ کی دلالت کا علم بھی انتہائی ضروری ہے، اس لئے کہ اکثر اہلِ بدع کی گمراہیاں اسی باب سے در آئیں، اس طور پر کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کو اپنی مراد پر فٹ کرتے تھے جبکہ حقیقت میں وہ اس مراد کے خلاف ہوتا"۔[1]

عربی سے واقفیت سلفیت کا شعار:

اور ان کی یہی جہالت نہ صرف ان کو زمرۂ دعاۃ سے گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب کرنے کے کیلئے کافی ہے، بلکہ ان کے دعوئے سلفیت (سلفی اور اہل حدیث ہونے) پر بھی سوالیہ نشان کھڑا کردیتی ہے، اس لئے کہ سلفیت کا معنی علامہ محمود شاکر رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں یہ ہے: کہ ایک سلفی کے لئے سلف کی طرف نسبت کا یہی معنی ہے کہ وہ عربی زبان اور اس کے آداب پر ایسی زبردست گرفت رکھتا ہو جس کے ذریعہ کتاب وسنت سے ڈائرکٹ اسی نہج اور طریقے پر استفادہ کرسکے، جس طریقے پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سلفِ صالحین قرآن سے اخلاق، آداب، فقہ، علم،

1۔ مجموع فتاوی: 116/7

ثقافت و تفکیر اور ان سارے امور میں استفادہ کرتے تھے جو انسان کو زندہ، سمجھدار اور صالح معاشرے کے معمار ہونے میں معاون ہوں۔[1]

مادری زبان اردو سے جہالت:

عربی کو چھوڑیئے ان کی اپنی مادری زبان جس میں یہ بزعمِ خویش دعوت الی اللہ کا کام کر رہے ہیں، اس پر بھی انہیں عبور نہیں، وہ آیتِ کریمہ جس کو یہ بار بار دھراتے رہتے ہیں ﴿ٱدۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلۡحِكۡمَةِ وَٱلۡمَوۡعِظَةِ ٱلۡحَسَنَةِۖ وَجَٰدِلۡهُم بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعۡلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِۦ وَهُوَ أَعۡلَمُ بِٱلۡمُهۡتَدِينَ﴾[2] پر یہ خود عمل پیرا نہیں، کیونکہ اللہ رب العالمین کے بیان کے مطابق ، حکمت پر مبنی بات ، دراصل "بلیغ ، فصیح اور واضح ترین قول" ہی کو کہتے ہیں، جس کے بغیر نہ موعظت و نصیحت پھل دیتی ہے ،نہ دلوں میں بارآور ہوتی ہے اور نہ نفوس پر اثرانداز ہی۔ بلکہ اگر قولِ حق بھی غلیظ و چھچھورے الفاظ کے ساتھ ہو تو نفرت اور دوری کا سبب بن جاتا ہے۔

داعی کیلئے فصاحت کی ضرورت:

اسی لئے اللہ کا فرمان ہے۔ ﴿وَقُل لَّهُمۡ فِيٓ أَنفُسِهِمۡ قَوۡلَۢا بَلِيغٗا﴾[3] کہ انہیں نصیحت کیجئے اور زبردست بلیغ بات میں نصیحت کیجئے، سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں "**بل الفصاحه و البلاغة لصاحب هذا المقام من ألزم ما يكون**"[4] "کہ داعی کے لئے فصاحت و بلاغت انتہائی ضروری ہے"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بلیغ نصیحت فرماتے تھے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا "**وعظنا رسول الله**

1۔ اباطیل واسمار۔ ص: 402

2۔ النحل: 125

3۔ النساء: 125

4۔ تیسیر الکریم الرحمٰن۔ ص: 504

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **موعظة بليغة**''(1)"کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بلیغ و **فصیح نصیحت فرمائی**"۔ دعوت کے باب میں فصاحت کی اہمیت ہی کی وجہ سے نبی کریم ﷺ جوامع الکلم دیکر بھیجے گئے، اسی وجہ سے حضرت موسی علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کی نبوت کا مطالبہ یہ کہتے ہوئے کیا تھا کہ ﴿وَأَخِي هَٰرُونُ هُوَ أَفۡصَحُ مِنِّي لِسَانٗا فَأَرۡسِلۡهُ مَعِيَ رِدۡءٗا يُصَدِّقُنِيٓۖ إِنِّيٓ أَخَافُ أَن يُكَذِّبُونِ﴾ (2)کہ وہ مجھ سے زیادہ **فصیح اللسان** ہے، لھذا اسے میری تصدیق کے لئے رسول بنا کر مبعوث فرما۔اور انہیں دیکھئے جب یہ کلام کرتے ہیں تو لگتا ہے کہ زبانِ اردو میں زلزلہ آیا ہوا ہو۔ ہر سو معصوم الفاظوں کی قتل کردہ لاشوں کا انبار ہو، ان کے بیچ مردہ الفاظوں کی سروں سے جملوں کے منارے بناتا یہ ہلاکو، فصاحت و بلاغت کا مایۂ ہستی لٹا کر سر مستی اور خر مستی میں جھومتا یہ قلندر یہ کہتے ہوئے نظر آتا ہے کہ

ہم پیروی شیریں نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

قرآن میں لحن:

اور تو اور ایک مسلمان ہونے کے ناطے بھی یہ قرآنِ کریم ڈھنگ سے نہیں پڑھ سکتے۔ اسقدر غلطیاں کرتے ہیں، لحنِ جلی اور خفی کا ارتکاب کرتے ہیں کہ اگر کلامِ الٰہی میں بھی قوتِ گویائی اور قبض و بسط کی صلاحیت ہوتی تو اپنی بے حرمتی پر انہیں دو چار طمانچے ضرور لگاتا، ایک بہترین مخرج رکھنے والے حروف کو ان سے عدمِ ادائیگی کی ناانصافی کا شکوہ تو رہتا ہی ہے، البتہ الف اپنی بلندی اور وضاحت کے باوجود اپنے اسقاط اور نسیان پر ان سے نالاں رہتا ہے، واو کا جرم یہ ہے کہ وہ گھوما ہوا ہے تو اس کا گول کان پکڑ کر جانے کیوں اور گھوما دیتے ہیں، یہ ادغام حروف میں تو نہیں کرتے البتہ آیتوں میں

1۔ مسند احمد۔ ح: 17184 (شیخ البانی نے صحیح الجامع الصغیر، ح: 2549 پر اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے)

2۔ القصص: 34

ضرور کرتے ہیں، اس طور پر کہ فرطِ سوء حفظ میں آیتوں کے بیچ بہت جلد تشابہ کا شکار ہو جاتے ہیں، پھر قیاس استعمال کرکے آیتوں کا آیتوں میں ادغام کر دیتے ہیں! ، ان کے یہاں قرآن میں روایت بالمعنی بھی جائز ہے! اللہ المستعان!

سلف کے نزدیک لحن کی قباحت:

قرآن میں لحن:

جبکہ ہمارے سلف لحن کی ساری ہی صورتوں کو قرآن میں حرام قرار دیتے تھے۔ چنانچہ زرقاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے "**اللحن في القرآن حرام بإجماع المسلمين**"[1] کہ قرآن کریم میں لحن کی حرمت پر مسلمانوں کا اجماع ہے"۔ بلکہ بعض تو اسے اللہ پر جھوٹ باندھنے کے مساوی قرار دیتے، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "**من لحن في القرآن فقد كذب على الله**"[2] کہ جس نے قرآن میں لحن کیا اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔ (کیونکہ اللہ نے اسے لحن کے ساتھ نہیں نازل فرمایا ہے۔)

حدیث میں لحن:

قرآن کریم ہی نہیں وہ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی لحن سے منع کرتے چنانچہ اصمعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے "**إن أخوف ما أخاف على طالب العلم إذا لم يعرف النحو أن يدخل في جملة قول النبي صلى الله عليه وسلم من كذب علي متعمدا فليتبوأ مقعده من النار، لأنه لم يكن يلحن، فمهما رويت عنه ولحنت فيه فقد كذبت عليه**"[3] کہ مجھے اس طالب علم پر جو نحو نہ سیکھے اس بات کا سب سے زیادہ خوف رہتا ہے کہ کہیں وہ اس حدیث کے زمرے میں داخل نہ ہو جائے "جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے" کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لحن نہیں کرتے تھے اور

1۔ مناهل العرفان: 165/2

2۔ الصعقة الغضبية۔ ص: 247

3۔ مقدمة ابن الصلاح: 120/1

آپ جس قدر روایت میں لحن کا شکار ہوں گے اسی قدر رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ باندھنے کے مرتکب ہوں گے"۔

عربی زبان میں لحن:

یہی نہیں "حضرت عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس اور علی رضی اللہ عنہم تو اپنے بچوں کو عربی بولنے میں بھی لحن پر مارتے تھے"۔[1] ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ تو عربی ادائیگی میں ہونے والے لحن پر بھی استغفر اللہ پڑھتے تھے[2]

تو اندازہ لگائیے ان لوگوں کا جو آج دعوت کے محور و مرکز بنے ہوئے ہیں اور قرآن کریم میں اتنی فاش اور واضح غلطیاں کرتے ہیں انہیں کس قدر توبہ کرنی چاہیے، اور ہمارا مشورہ اگر مانیں تو انہیں یہ سب کام چھوڑ کر پہلے چھوٹے بچوں کے ساتھ مکتب میں بیٹھ کر ایک مرتبہ پھر قرآنِ کریم سیکھنا چاہیے، اس سے فراغت کے بعد کسی سلفی مدرسے کا رخ کرکے سالوں وہاں کی دال کھا کر، مشائخ کے سامنے زانوئے تلمذ طئے کرکے عربی زبان پر دسترس حاصل کرنا چاہیے، ان بوریہ نشین مگر تاجِ قار کے مالک علماء کرام سے عربی زبان کی اہمیت اور صدیوں سے اسکے اہتمام کی وجہ پوچھنی چاہیے تو آپ کو بتائیں گے کہ قرآن و حدیث میں جنت، جہنم، دنیا، آخرت، گذشتہ اقوام، توحید، امر، نہی، معاملات، تجارت، کاروبار، لین، دین، بیاہ، فرائض، جنایات، دیات، عطیات، ہبات، صدقات، زکاۃ، جہاد، عتاق، سیر، تاریخ اور انفس و آفاق کا علم ہے اور ان سارے علوم کی معرفت کی کنجی عربی زبان ہے۔ جی ہاں! یہی علماء کرام سے سننے کے بعد تمہارا دماغ ٹھکانے آجائے گا، انگریزی سے مرعوبیت کا نشہ اتر جائے گا، بچوں کو عربی کی بجائے انگریزی کی طرف مائل کرنے کا غرور سراب ہو جائے گا۔

1۔ ادب المفرد: امام بخاری: 304/1

2۔ الصعقۃ الغضبیۃ۔ ص: 251

خارش زدہ اونٹ:

چلیئے اگر لحن کا یہ مرض انہیں کی ذات تک محدود ہوتا تو خطرناکی کم تھی، لیکن افسوس ہے کہ انھوں نے کسی خارش زدہ اونٹ اور کھجلی کے مریض کی طرح اپنی بیماری پوری کامیابی کے ساتھ امت میں منتقل کرکے بزعم خویش "**بلغ الأمانة ونصح الأمة**" کافریضہ انجام دیا ہے، چنانچہ چھوٹے بڑے بچوں سے لیکر نوجوان دعاۃ کی نو مولود ٹیم تک کو اپنے ہی انداز میں غلطیاں سکھادیں، آپ انہیں ابتدائے کلام ہی میں "**الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الكريم**" میں، آیتِ کریمہ اور حدیثِ رسول میں غلطی کرتے ہوئے پائیں گے، بلکہ یہ کہا جائے کہ تقلید کرتا ہوا پائیں گے تو بے جانہ ہوگا، بڑی مصیبت ہے کہ اب ان کے ہاتھوں جماعت اہل حدیث میں بھی مذاہبِ اربعہ کے صِرف اور بحت مقلدوں سے بھی غالی اور سڑے قسم کے جاہل مقلد پیدا ہونے لگے ہیں جو نقل سے زیادہ عقل، معنویت سے زیادہ ظاہریت، فقاہت سے زیادہ خطابت کی محبت پر ایمان رکھتے ہیں، جن کے آقا، رشی منی، گرو استاد اور بردرس (بزعم خویش) تقلید سے، اتباعِ علماء اور ائمہ سے "**حمر مستنفرة فرت من قسورة**"[1] "کی طرح بھاگ کر خارجیتِ جدیدہ، سرپھرے، لاابالی پن اور خود سری کا شکار ہوئے تھے، لیکن اپنے چاہنے والوں اور تلامذہ کو اسی گڑھے میں گرنے سے نہ بچاسکے۔ شاگرو استاد کے اختلاف کی یا استاذ کی زبردست ناکامی کی یہ تاریخی مثال شمار ہونی چاہیئے۔

تفسیر وعلوم قرآن سے جہالت:

یہیں ان کی قرآن کریم سے جہالت بھی واضح ہوجاتی ہے، ظاہر ہے کہ جو شخص قرآن کریم کی لغت سے ناواقف ہو تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ وہ علومِ قرآن، علمِ تجوید، علمِ رسم المصحف، علم القرات، علم التفسیر، علم مناہج المفسرین، اور ان اصول و قواعدِ تفسیر سے واقف ہو جو قرآنِ کریم کے سمجھنے میں معاون، اس کی تفسیر جاننے اور

1۔القیامۃ: 50،51

معانی کا ادراک کرنے میں مددگار ہو، منقول اور معقول کی تفریق سکھائے، حق اور باطل کی تمیز کروائے، مختلف اقوالِ تفسیر کے بیچ توفیق و ترجیح، تقدیم وتاخیر، اطلاق وتقیید، عموم و خصوص، اختیار و فصل، ردوقدح، اور اخذ وطرد کا ملکہ پیدا کرے، غث وسمین، صحیح وضعیف، محمدیات واسرائیلیات میں فرق کرنا سکھائے، اور تواور ایسی حالت میں یہ جہال قرآنِ کریم میں موجود بے شمار علوم، علم توحید، علم تاریخ، علم لغۃ وغیرہ وغیرہ میں تفریق اور ان سے استفادہ تو چھوڑیئے خود جس فیلڈ کے متخصص ہونے کے دعویدار ہیں یعنی دعوت کے قرآن میں موجود اسالیب و طرق، مناہج و قواعد، اصول و ضوابط، اراکین واسس سے بھی مستفید نہیں ہو سکتے تو دوسرں کو اس سے کیا روشناس کرائیں گے؟!، لیکن اس کے باوجود آپ انہیں قرآن کریم کی شرح و تفسیر اور بیان وتوضیح کرتے ہوئے پائیں گے۔۔ اللہ اکبر خربت خیبر۔

ان کا حکم:

انہیں جیسے جاہلوں کے سلسلے میں امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ”**واعلم انه ليس لغير العالم بحقائق اللغة وموضوعاتها تفسير شيئ من كلام الله**“[1] کہ عربی زبان اور اس کے موضوعات سے ناواقف اور جاہل شخص کے لئے بالکل روا نہیں کہ وہ قرآن کریم کی ایک آیت کی بھی تفسیر کرے۔

امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا ”**لا يحل لأحد يومن بالله واليوم الآخر أن يتكلم بكتاب الله إذا لم يكن عالما بلغات العرب**“[2] ”کہ کسی بھی اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے مومن کے لئے عربی زبان کا عالم بنے بغیر اللہ کی کتاب میں کلام کرنا حلال نہیں ہے پھر گرچہ وہ صحیح تفسیر ہی کیوں نہ بیان کرے، وہ گناہ گار ہے ،اس کی خطا لائق تعزیر ہے اور اس کا عذر غیر مقبول ہے“۔

1۔البرھان فی علوم القرآن: 295/1

2۔سابقہ مصدر: 292/1

ان کی خطرناکی:

علامہ احمد شاکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب عمدۃ التفسیر میں حدیث رسول "**من قال فی کتاب اللہ برأیہ فأصاب فقد أخطأ**" کے ضمن میں ان لوگوں سے متعلق بڑی پیاری بات کہی ہے چنانچہ فرماتے ہیں "کہ ہمارے زمانے میں ان سفہاء احلام اور علمی غلمانوں کی مصیبت نازل ہوئی جو ہر عجیب و غریب کے غلام اور بازاری زبان کے دلدادہ ہیں، قرآن کریم کے ایسے جاہل کہ اسے ڈھنگ سے پڑھ بھی نہیں سکتے، اسے سنتے بھی قلیل ہیں اور سنیں بھی تو صحیح معنوں میں اس سے فائدہ اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے، سنت وحدیث کے ایسے جاہل کہ جہالت کی حدیں عداوت سے جاملیں، علما اسلام کا مذاق اڑاتے، ان کے عقلاء اور سمجھداروں کو بے وقعت ٹھہراتے ہیں، بلکہ کبھی تو سلف میں سے، صحابہ و تابعین اور تبع تابعین بھی ان کی دشنام طرازیوں سے محفوظ نہیں رہ پاتے ہیں، ہائے ہائے جن کے ایمان میں خلل ہے وہ قرآن کے ساتھ کھلواڑ کی جرات کر رہے ہیں، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چھیڑ خانی کرتے، تفسیر قرآن اور اجتہاد کا خود کو اہل بتاتے ہیں، وہ لوگوں کو فتوے دیکر نہ صرف دین سے کھلواڑ سکھا رہے ہیں، بلکہ ان کے دلوں کو ایمان اور جیبوں کو پیسے سے بھی خالی کر رہے ہیں۔ میں نہیں کہتا کہ یہ ہوی پرستی اور نفسانی خواہشات کی بنیاد پر قرآن کی تفسیر کرتے ہیں بلکہ یہ تو اس لائق بھی نہیں کہ ان میں ہوئی پرستی ہو ہاں یہ بات ضرور ہے کہ یہ اپنے اسلام دشمن مغربیت زدہ آقاؤں کی ہوا پرستی کے شکار ہیں۔"(1)

ان کا نقصان:

شیخ ابو البراء محمود بن محمد الروحی حفظہ اللہ نے بھی اپنی کتاب "**امالی السلفیین**" میں اسی بات کا رونا روتے ہوئے کہا تھا کہ اس زمانے میں ایسے سفہاء سے ہمیں سابقہ پڑ رہا ہے جو بار علم تو برداشت نہ کرسکے پھر بھی عقل کی بنیاد پر اللہ کے کلام کی ایسی تفسیر

1۔ کلمۃ حق۔ ص: 5

کر رہے ہیں جس میں تفسیر کے علاوہ سب کچھ ہوتا ہے، اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ انہوں نے نہ عربی زبان سیکھنے کی زحمت کی نہ تفسیر کے اصول جاننے کی مشقت برداشت کی چہ جائیکہ وہ اصول حدیث، اصول فقہ، اور فہم وادراک کے اصول سیکھتے۔ جی ہاں! یہ اپنی عقل ہی نہیں ہر عقل پر، اپنی رائے کے ساتھ ہر رائے پر اکتفاء واعتماد کرتے ہیں، اور وحی شیطان سے وہ غرائب وعجائب اور فاسد و باطل تاویلات لاتے ہیں کہ عقل حیران رہ جائے، بیان معانی اور استنباط احکام میں وہاں کی کوڑی لاتے ہیں جہاں پرندہ پر چرندہ چر اور درندہ در نہ مار سکے۔ پھر اس کو پورے آفاق میں پھیلا کر خود بھی گمراہ ہوتے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں، اللہ پر جھوٹ باندھ کر، قرآن میں جہل سے کلام کرکے خوش ہوتے ہیں، سبحان اللہ ولایت علماء کے کم ہونے، شرعی گرفت کرنے والے اداروں، دروں اور کوڑوں کے ختم ہونے کی وجہ سے کس قدر تیزی سے جہالت پھیل رہی ہے"!(1)

انہیں نصیحت اور ان کے تئیں ہماری ذمہ داری:

چنانچہ ہے ہم میں سے کوئی ایسا جوان جہال کے ساتھ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جیسا رویہ اللہ کے دین کی حفاظت کی خاطر اختیار کرے آپ نے کہا تھا کہ "**لا اوتي برجل يفسر كتاب الله غير عالم بلغة العرب الا جعلته نكالا**"(2) کہ اگر مجھے کسی شخص کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ عربی زبان جانے بغیر اللہ کے کلام کی تفسیر کرتا ہے تو اسے عبرتناک سزا دوں گا۔

یہ نہیں تو کم از کم کاش انہیں کوئی تفسیر سے متعلق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا موقف ہی بتادے آپ کہا کرتے تھے کہ "**أي ارض تقلني وأى سماء تضلني لو قلت فى كتاب الله بغير علم**"(3) کہ کونسی زمین مجھے اٹھائے گی کونسا آسماں مجھے سایہ دے گا اگر میں

1۔ امالی السلفیین: محمود محمد روحی۔ ص: 116

2۔ البرھان فی علوم القرآن: 292/1

3۔ جامع بیان العلم وفضلہ: 833/2، ح: 1561

اللہ کے کلام میں بغیر علم کے کوئی بات کہوں۔ کاش انہیں کوئی اللہ پر جھوٹ باندھنے کی یہ وعید ہی سنادے کہ ﴿فَمَنۡ أَظۡلَمُ مِمَّنِ ٱفۡتَرَىٰ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبٗا لِّيُضِلَّ ٱلنَّاسَ بِغَيۡرِ عِلۡمٍۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلظَّٰلِمِينَ﴾ (1) کہ اس سے بڑا ظالم اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر بغیر علم بات کہکر لوگوں کو گمراہ کرتا ہے۔

کاش انہیں کوئی اللہ کے دین کی حرمت کا احساس دلائے ان سے یہ پوچھے "﴿قُلۡ ءَآللَّهُ أَذِنَ لَكُمۡۖ أَمۡ عَلَى ٱللَّهِ تَفۡتَرُونَ﴾ (2) کہ کیا تمہیں اللہ نے اجازت دی ہے یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو؟

کاش کوئی انہیں اللہ کے یہاں اس جرات پر عظیم مسولیت کا احساس دلائے کہ ﴿سَتُكۡتَبُ شَهَٰدَتُهُمۡ وَيُسۡـَٔلُونَ﴾ (3) کہ ضرور ان کی گواہی نوٹ کی جارہی ہے اور عنقریب اللہ کے حضور وہ پوچھے جائیں گے۔

انہیں یہ بتائیے کہ ﴿لِّيَسۡـَٔلَ ٱلصَّٰدِقِينَ عَن صِدۡقِهِمۡۚ﴾ (4) اللہ ضرور بروز قیامت تمہاری حقیقت و سچائی پوچھے گا۔

انہیں اللہ کے محافظوں کا ڈر دلائے کہ ﴿مَّا يَلۡفِظُ مِن قَوۡلٍ إِلَّا لَدَيۡهِ رَقِيبٌ عَتِيدٞ﴾ (5) کہ ان کی زبان سے نکلنے والا ہر جملہ اور لفظ انتہائی چوکس اور حاضر نگراں کے ذریعہ نوٹ کیا جارہا ہے۔

کاش کوئی انہیں بتائے کہ بغیر علم کے پوری دنیا میں گمراہیاں پھیلا کر جاہلوں کی جہالت میں اضافہ کرکے شہرت کی جو فصل کاٹ رہے ہو عنقریب اسے اپنے کاندھوں پر لاد کر حاضر کئے جاؤ گے۔ ﴿لِيَحۡمِلُوٓاْ أَوۡزَارَهُمۡ كَامِلَةٗ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ وَمِنۡ أَوۡزَارِ ٱلَّذِينَ

1۔ الانعام: 144

2۔ یونس: 59

3۔ الزخرف: 19

4۔ الأحزاب: 8

5۔ القاف: 18

يُضِلُّونَهُم بِغَيۡرِ عِلۡمٍۗ أَلَا سَآءَ مَا يَزِرُونَ ﴾[1] "کہ بروز قیامت اپنے سارے گناہوں کے ساتھ جن لوگوں کو بغیر علم کے گمراہ کیا تھا ان کا بھی بوجھ لادے ہوئے حاضر ہوگا اور وہ واقعی کتنا برا بوجھ ہے" ہم بھی انہیں اللہ کی انتہائی عظیم نصیحت یاد دلاتے ہیں :﴿وَلَا تَقۡفُ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهِۦ عِلۡمٌۚ إِنَّ ٱلسَّمۡعَ وَٱلۡبَصَرَ وَٱلۡفُؤَادَ كُلُّ أُوْلَـٰٓئِكَ كَانَ عَنۡهُ مَسۡـُٔولًا ﴾[2] "کہ جس چیز کا تمہیں علم نہیں زبردستی اس کے چکر میں نہ پڑو اور یاد رکھو کہ اللہ کی نعمت کان، آنکھ، اور دل کے بارے میں پوچھا جائیگا"۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جہالت:

بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی آگے بڑھئے، ان کے یہاں قرآن کی شرح "حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" سے بھی جہالت پائی جاتی ہے اسوۂ رسول، سیرتِ رسول، تاریخ و شمائلِ رسول، عادات و اطوار، اخلاق و آداب اور سنت و طریقہ اور منہج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ناواقفیت پائی جاتی ہے، جس کی حیثیت ایک داعی کے لئے سرمایۂ حیات اور دلیلِ راہ کی ہے، آج یہ دعاۃ کبھی غربوں اور عیسائیوں کی جہود دعوت دیکھ کر، اس کا تنوع، وسعت وانتشار اور پھیلاؤ دیکھ کرانہیں کے طرز پر چلتے ہوئے انہیں کے وسائل میں دعوت کو خود پر واجب کرتے نظر آتے ہیں اور کبھی تو ہندوؤں کی جانب سے اسلام اور مسلمانوں کو پہنچنے والے نقصان کے ردِ عمل میں آپے سے باہر نکل جاتے ہیں لیکن کبھی ان کی چشم کور اسوۂ رسول پر، احادیثِ رسول میں پھیلے ہوئے دعوت کے آپ کے بہترین نمونوں پر نہیں پڑتی۔ نتیجہ یہ ہے کہ عمومی طور پر سنت سے جہالت تو کجا اپنے ہی فیلڈ کی سنتوں سے جہالت کی وجہ سے یہ کسی کٹی پتنگ کی طرح ہیں جس کا نہ کوئی سرا ہوتا ہے نہ جہت کا تعین اور نہ منزل کا پتہ، بھلا جڑ سے کٹ کر درخت کی، پانی سے ہٹ کر مچھلی کی زندگی بھی کوئی زندگی ہوتی ہے؟؟؟

1۔ النحل: 25

2۔ الاسراء: 36

ان کے خطب و بیانات اور تقریروں میں طب کو سائنس اور بائیولوجی، فلسفہ، اور ہنسنے، ہنسانے کی باتوں کو خوب خوب جگہ ملتی ہے، نہیں ملتی تو مظلوم سنت رسول ﷺ کو، اور ملے بھی کیسے جبکہ انہیں سنت رسول ﷺ سے اعتناء ہی نہیں، اور کبھی آ بھی جائے تو یا تو ضعیف و موضوع ہوتی ہے، یا اگر صحیح بھی ہو تو وہ مصادر اصلیہ سے نہیں یا تو واٹس اپ سے ماخوذ ہوتی ہے یا فیس بک، میسنجر، ٹیلیگرام، انٹرنیٹ کی کسی سائٹ، کسی مجہول مصدر یا پھر انہیں جیسے کسی اردر بردر سے سیکھی ہوتی ہے یا کسی صغیر طالب علم سے پڑھی ہوتی ہے، پھر انہیں نہ اس کی تحقیق کا شوق ہوتا، نہ اس کے جھوٹ ہونے کی صورت میں حاصل ہونے والی خطورت کی پرواہ۔۔۔!

ان کا حکم:

ایسے لوگوں کے بارے میں بعض ائمہ شافعیہ نے تو یہاں تک کہا کہ: حدیث کو غیر حدیثی مصدر سے پڑھ کر یا مجرد کسی خطیب سے سن کر یا کسی خطباتی مجموعے سے اخذ کرکے بیان کرنا حلال نہیں، اور جو ایسا کرے حدیث رسول ﷺ کی حفاظت کیلئے اس کی شدید گرفت ہونی چاہیۓ، اکثر خطباء، دعاۃ و مقررین کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ کسی بھی دینی کتاب سے حدیثیں اخذ کرتے اور بغیر صحت وضعف کی تحقیق کے بیان کرتے ہیں، اسلئے ہر شہر کے حکام وامراء یا علماء پر ضروری ہے کہ وہ دعاۃ و مقررین کو ایسا کرنے سے روکیں، اور اگر کوئی منع کرنے کے بعد ایسا کرتے نظر آئے تو مسئولین کو پورا حق ہے کہ وہ ایسے شخص کو اس عظیم منصب سے کھلواڑ کے جرم، عظمت رسول ﷺ کے لحاظ اور لوگوں کے دین کی حفاظت میں خطابت و وعظ ہی سے معزول کردے۔[1]

علوم حدیث سے جہالت:

اس پر بھی طرفہ تماشہ یہ ہے کہ حدیث و علم حدیث میں مشغول علماء وطلبۃ العلم کو خاطر میں نہیں لاتے ہیں، ان کی چھوٹی اور معمولی غلطیوں پر بھی ان کی گرفت کرکے

1۔الفتاوی الحدیثیۃ: احمد بن شہاب الدین الھیتمی المکی ص:88

اپنی ناک اونچی کرنا نہیں بھولتے ہیں خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا کیا ہی بہترین وصف بیان کیا تھا۔ ”کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو طلب علم کی محنت و مشقت اور تکلیف و پریشانی سے گھبرا کر علم نہ حاصل کر سکے،اور نہ حدیثیں یاد کر سکے ہیں، سندیں، ان پر خلط ملط اور مختلف ہو جاتی ہیں، اس لئے انہیں یاد نہ کر سکے، چنانچہ علم کو بوجھ سمجھ کر اتار پھینکا، جسے نہ جان سکے اسکے دشمن ہوگئے، راحت و سکون، آرام و آسائش، کو محنت و مشقت پر ترجیح دی، اسی پر بس نہ کیا بلکہ مرتبہ استادیت تک پہنچنے سے پہلے ہی مسند درس پر براجمان ہوگئے، اور اس علم کو جسے سیکھا بھی نہ تھا رسوا کرنے لگے، اگر حدیث بیان بھی کرتے ہیں تو کسی خریدی کتاب سے، جسے ذاتی طور پر خود انہوں نے کسی شیخ سے پڑھا اور سنا نہیں ہوتا، اور نہ اس حدیث کے رواۃ اور ناقلین کی انہیں کچھ خبر ہوتی ہے اور اگر کبھی حدیث یاد بھی کرلی تو غث کو سمین اور صحیح کو ضعیف اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کر دیتے ہیں یقین نہ ہو تو جو حدیث کو وہ بیان کرتے ہیں اس کی سند پلٹ کر پوچھ لیں یا سند حدیث کی کوئی علت و خامی ہی دریافت کر لیجئے آپ دیکھیں گے کہ وہ اختلاط و حیرانگی کا شکار ہو جاتا ہے، داڑھی کھجانے تھوک نگلنے، پسینہ پوچھنے اور اپنی جہالت کو چھپانے کے لئے زبردستی کھنکارنے لگتا ہے، یقینا وہ چکی کے گرد پھرتے گدھے کی طرح ہیں اس پر طرہ یہ کہ کسی کو حدیث یاد کرتے، اور اس کے لئے کوشش کرتا دیکھ لے جسکی ان میں طاقت و قوت نہ ہو تو مارے حسد کے اس کا مذاق اڑانے لگتے ہیں، اور اسی طرح اصحاب حدیث پر طعن کرکے اپنے منصب کی حفاظت کرتے ہیں“۔(1)

ان کا حکم:

جی ہاں ! ایسے ہی لوگوں کے بارے میں شیخ بکر بن عبداللہ ابو زید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا”کہ جو بندہ آیات قرآن کی دلالتوں کو نہ پاسکے، سنن و آثار کی جسے سوجھ بوجھ نہ ہو، اس کے لئے حرام ہے، واللہ حرام ہے کہ وہ علم کی بلندی پر چڑھے، جہالت کی کلہاڑی

1۔ الکفایۃ فی علم الروایۃ: خطیب بغدادی: 3/1-4

لیکر اس کی بناء اور حدوں کی حرمت کو پامال کرے، اسلئے کہ یہ قدموں کے پھسلنے اور رسوائی کے گڑھے میں جا گرنے کی جگہ ہے، ایسے آدمی کا علم وبال اور کوشش گمراہی و ضلال ہے، بد بختی و شقاوت سے ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں"۔ (1)

عقیدے میں کھوٹ:

کتاب وسنت سے حقیقی معنوں میں لاعلمی ہی کی وجہ سے ان کے یہاں اسکی فقاہت وفہم میں بھی جہالت پائی جاتی ہے، چنانچہ نہ ان کے یہاں فقہ اکبر (عقیدہ) درست انداز کا پایا جاتا ہے نہ فقہ اصغر (فقہ و فتاوی) ہی میں انہیں دسترس حاصل ہے، اور کیسے ایسا ہو جبکہ انہوں نے اس باب میں، عقیدۂ واسطیہ، کتاب التوحید، الحمویۃ، التدمریۃ، اصول ثلاثۃ، نواقض اسلام جیسی بنیادی کتابیں بھی کسی استاد سے نہیں پڑھی ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ان میں سے کسی کو وحدت ادیان یا تقارب ادیان کی دعوت دیتے ہوئے پائیں گے، ان میں سے کوئی "**نعوذ باللہ**" اللہ کو ہر چیز پر قادر نہیں سمجھتا، کوئی رسول کی رسالت کے اقرار کو ضروری نہیں قرار دیتا، کوئی صحابہ کرام کے بیچ ہونے والے نزاعی مسائل کو مرچ مسالہ لگا کر بیان کرتا اور واہ واہی بٹورتا ہے، کوئی ہندوستان میں بغیر شروط واسباب جہاد کا قائل ہے، کوئی کفار سے عقیدہ ولاء وبراء کے تعلق کو فضول سمجھتا ہے، کوئی ذاتی و شخصی وجوہ کی بنیاد پر بھی ولاء وبراء کے قیام کی دعوت دیتا نظر آتا ہے۔ کوئی توحید کے حساس موضوع کو چھوڑ کر دنیا بھر کے سیاسی، معاشی و معاشرتی مسائل کو زیر بحث لاتا اور دعوت توحید کے موضوع کی تنقیص کرتا ہوا نظر آتا ہے، کوئی اللہ کے اسماء و صفات کے خطیر باب میں تحریف، تعطیل، تشبیہ وتکییف کا شکار نظر آتا ہے، کوئی عوام کے عقل وادراک کے مستوی کا لحاظ رکھے بغیر شریعت کی وہ حساس باتیں ان میں بول جاتا ہے جو ان کے لئے فتنہ کا باعث ہوتی ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ "**ما انت محدثا قوما حدیثا لا تبلغہ عقولھم الا کان**

1۔ التعالم۔ ص: 31-32

لبعضهم فتنة"[1] کہ آپ کا کسی سے شریعت کی اس کے ذھن و دماغ میں نہ سمانے والی بات کہنا اس کے لئے فتنہ کا سبب ہے۔اسی طرح علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ "حدثوا الناس بما یعرفون أتحبون أن یکذب الله ورسوله؟"[2] کہ لوگوں سے وہی اور اسی قدر بیان کرو جسے وہ جانتے یا جان سکتے ہوں کیا تم پسند کرتے یا چاہتے ہو کہ اللہ اور اسکے رسول کی تکذیب کیجائے؟!

عجیب وغریب عقدی اصطلاحات کارواج:

ان میں سے بعض کو اللہ ہدایت دے کہ وہ عقیدے جیسے نازک باب میں فلسفیانہ، صوفیانہ اور سائنسیانہ اصطلاحات کے استعمال سے بھی نہیں گھبراتے جبکہ اس باب میں ہمارے سلف کے احتیاط کا یہ عالم تھا کہ بقولِ شیخ ناصر العقل حفظہ اللہ : "سلف عقیدے واصولِ دین کا کوئی بھی مسئلہ بیان کرتے ہوئے شرعی الفاظ و مصطلحات کا اس قدر خیال رکھا کرتے کہ اس باب میں وارد شدہ لفظ سے خروج کو بھی اپنے لئے روا نہ سمجھتے ، حتی کہ بحالت مجبوری بھی وہ محدث وبدعی اصطلاحات کی بجائے شریعت کے ایسے واضح الفاظ استعمال کرتے جو کتاب وسنت کی صاف وشفاف تعلیم سے مستنبط ہوں ،اسی لئے آپ انہیں کبھی نہیں پائیں گے کہ وہ عقدی تعلیم وتربیت کے لئے اہل کلام کی اصطلاحات استعمال کرتے ہوں ،یا فلاسفہ ،صوفیاء ، ادباء اور باطنیہ کے کلمات و مصطلحات سے اعتناء کرتے یا دیگر علوم وفنون کے قواعد وضوابط سے مدد لیتے ہوں، ہاں وہ شرعی اور عقدی قواعد کے بیان میں سہل لغتِ عرب کا استعمال ضرور کرتے ہیں ،ایسے ہی وہ عوام کو خلط واشتباہ شکار نہیں کرتے ، نہ انہیں لغوی اشکالات میں الجھاتے ہیں، نہ عقلی بھول بھلیوں کی سیر کراتے ہیں اور نہ فلسفہ و منطق کی گتھیوں میں الجھا کر ان کا دین وایمان برباد کرتے ہیں،بلکہ خود بھی شرعی کلمات وعبارات کا لحاظ رکھتے ہیں

1۔ صحیح مسلم: 11/1

2۔ صحیح بخاری: 37/1، ح: 127

اور دوسروں کو بھی اس کے التزام کی تلقین کرتے ہیں، اسی لئے آپ اہل سنہ کے سلف سے لیکر خلف تک کسی عالمِ دین کو اسلامی عقیدے اور اصولِ دین کے بیان میں قطعی مختلف نہیں پائیں گے حتی کہ اہل سنہ کا سارا ہی عقیدہ الفاظ و معانی کے اجتماع و سنگم اور اتفاق و اتصال کا وہ سنہرا اور دلکش منظر پیش کرتا ہے جسے دیکھ کر اللہ کے دین کی صداقت و حقانیت اور صحت و سلامتی کا ایک خوشنما احساس بے اختیار روح کی گہرائی تک اترتا چلا جاتا ہے۔"[1]

ان سے ہونے والا نقصان:

شیخ فتحی الاثری حفظہ اللہ ان سے ہونے والے نقصان کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: "کہ ہمارے زمانے میں امت کو مختلف ٹکڑیوں، جماعتوں، بھانت بھانت کے افکار، اور عجیب و غریب تصورات سے دوچار انہیں مصلحت کوش، مطلب پرست اور عبادِ درہم ودنانیر دعاۃ نے کیا ہے، جنہوں خود کو دعوت کا تنہا ٹھیکدار سمجھا اور باور کرایا ہے، امت کے علماء کو خائن، بزدل، کام چور، نکما، پیٹ پرست اور امیروں کی چاکری کرنے والے کہتے جن کی زبانیں نہیں تھکتی ہیں، ان کی شترِ بے مہار دعوتِ عقیدہ و منہج نے آج کے نوجوانوں کو ایمان ویقین اور اتحاد و اتفاق کے سرسبز وشاداب نخلستان سے بہت دور شکوک و شبہات، تردد و عدم ثباتی اور افتراق و انتشار کے لامتناہی کوہستان میں لا پٹخا ہے اور کیوں نہ ایسا ہو جبکہ عقیدے کی سلامتی سکونِ قلب و جان اور اتحادِ ابدان کا سبب ہے اور اس کی خرابی مرگِ قلوب اور تفرقِ اجسام کو لاتی ہے۔ چنانچہ نوجوانوں کو ان کا ساتھ دینے کی بجائے ان سے مقاومت کرنی چاہئے اور ان کے پیچھے کن کا تفکیری ایجنڈا سرگرمِ عمل ہے اس کی کھوج لگانی چاہئے۔۔۔ یقیناً انہیں تلاش وبسیار کے بعد یہی سمجھ میں آئے گا کہ یا تو یہ مسلمانوں کو سنت و منہج رسول و صحابہ سے دور کرنے

1۔ دروس الشیخ ناصر العقل: 15/1

کے اہلِ بدعت کے ایجنڈے پر گامزن ہیں یا امت کو اس کے علمی منابع علماء سے دور کرنے کے یہودی و نصرانی مشن کی تکمیل کر رہے ہیں۔"[1]

فقہ واصولِ فقہ سے عدم واقفیت:

اور فقہ اصغر یعنی فقہ و فتاوی کے سلسلے میں تو ان کا معاملہ اور بھی عجیب ہے۔اس باب میں ہمیشہ سے علماء کرام تقوی، ورع اور پرہیز گاری اختیار کرتے رہے، کیونکہ یہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ و السلام کا عظیم منصب اور حلال و حرام کا وہ باب ہے جسے رب العالمین نے اپنے ساتھ ، اپنی شریعت کے ساتھ خاص کر رکھا ہے، اس عظمت کا لحاظ کرتے ہوئے سلف فتوے دینے سے ڈرا کرتے تھے، عطاء بن السائب رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں "**ادركت أقواما إن كان أحدهم يسأل عن الشيئ فيتكلم وإنه ليرعد**"[2] "کہ میں نے ایسے اصحاب علم ورع کو پایا ہے جو مسائلِ شرعیۃ پوچھے جانے پر ان میں کلام کرتے ہوئے کانپتے تھے"۔

اشعث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "**كان محمد بن سيرين رحمه الله إذا سئل عن شيئ من الفقه أو الحلال والحرام تغير لونه وتبدل حتى كأنه ليس بالذي كان**"[3] محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے فقہی مسائل یا حلال و حرام سے متعلق پوچھا جاتا تو آپ کا رنگ تبدیل ہو جاتا اور آپ ایسے ہو جاتے جیسے پہلے نہ تھے۔

غرض کہ ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ "سلف و خلف کے بڑے بڑے علماء عاملین فتوے دینے سے گھبراتے تھے، چنانچہ ان میں سے کسی کو اس کی امانت و شہرت اور سائل کی نگاہ میں علمی جلالت ، معضلات اور گنجلک مسائل کی جانکاری میں

1۔ شبکۃ مشکاۃ الاسلامیۃ: مقال الشیخ فتحی بعنوان: اصول و قواعد المنہج السّلفی

2۔ المعرفۃ والتاریخ: 115/3

3۔ حلیۃ الاولیاء: ابو نعیم: 264/2

مہارت اس بات سے قطعی نہیں روکتی تھی کہ مسئلہ نہ معلوم ہونے پر لا علمی کا اظہار کرے یا جواب اور فتوے کو حقیقتِ امر کی جانکاری تک مؤخر کردیں"۔[1]

ان کا معاملہ سلف کے بالکل برعکس ہے، چنانچہ یہ نہ صرف فتاوے اور مسائلِ شرعیۃ پوچھنے کی دعوت دیتے ہیں بلکہ سائل جب سوال کرتا ہے تو اپنی ذہانت وفطانت اور علم کے اظہار کے لئے اس کا پورا سوال بھی نہیں سنتے اور جواب دینے کھڑے ہوجاتے ہیں، پھر اللہ جانے ظن کو یقین، فکر کو وحی، تاویل کو شرح اور ہوی پرستی کو شریعت گردان کر کسی قدر گول مول جواب دیتے ہیں، ہمارے سلف بکثرت مسائل پوچھنے سے منع کرتے، سائل اگر سوال کرنے کے لئے آتا بھی تو پہلے اس کا کبھی اپنے سے زیادہ جانکار کی طرف احالہ کرتے، اکثر مسائل میں سابقہ علماء کرام کے اقوال ذکر کرکے اپنی رائے سے اجتناب کرتے، کبھی سائل کا سوال سمجھ میں نہ آتا تو اسے دوبارہ دھرانے کے لئے کہتے، دوبار، تین بار اس سے سوال پوچھنے کے باوجود بھی جواب میں تواضعاکہتے کہ تمہارے سوال کو میں جس حد تک سمجھ سکا ہوں، اس کا جواب میرے علم کی روشنی میں یہ ہے، یعنی اس کو اپنے علم سے بھی مقید کرتے، پھر آخر میں واللہ اعلم بھی کہتے، سائل کو اپنے جواب کا پابند بھی نہ کرتے، جبکہ یہ تو سوال دوبارہ پوچھنے کی زحمت بھی اپنی شان کو خلاف سمجھتے ہیں، اور ایسے جواب دیتے ہیں جیسے ان کا قول ہی مسئلہ میں حرفِ آخر ہو، جو اخذ ورد کے اصول سے مبرا، ناقابل ترمیم واضافہ ہو، کبھی ہمارے سلف سائل کی حالت کے قرینے سے معلوم کرلیتے کہ مسئلہ واقع نہیں ہوا تو پوچھتے کہ کیا واقعی جو سوال تم نے کیا ہے، واقع ہوا ہے یا نہیں؟ پھر اگر واقع ہوا ہوتا تو جواب دیتے، ورنہ جواب سے گریز کرتے، انہیں آپ دیکھیں گے کہ یہ ہر سائل کا جواب دیتے ہیں، کبھی کسی کو اپنی جہالت سے مایوس نہیں کرتے پھر یہ بھی ملاحظہ کریں گے کہ ہر سائل کو سوال کرنے پر ضرور کہتے ہیں کہ بھائی یا بہن نے بہت ہی اچھا سوال کیا ہے،

1۔آداب المفتی والمستفتی: 74/1

چاہے اس کا سوال کچھ بھی ہو، دین میں تشکیک پیدا کرنے والا ہو، یا رب پر اعتراض پر مبنی ہو، یا رسول کی اہانت پر مشتمل ہو، جبکہ ہمارے سلف ہر سوال کو اچھا نہیں کہتے تھے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کی صفتِ استواء کی کیفیت کے سوال کو بدعت قرار دیا تھا[1]۔ جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سائل کو مجرم قرار دیا تھا، جو شریعت کے مسکوت عنہا مسائل کو پوچھتا ہے، چنانچہ اس کے پوچھنے کی وجہ سے امت پر وہ چیز حرام کر دی جاتی ہے [2]۔ اسی طرح ہمارے سلف بنی اسرائیل کی طرح تنطع و تشدد اور بال کی کھال نکالنے والے سوالات کو ناپسند کرتے تھے، ایسے ہی عالم کے امتحان کے لئے کئے جانے والے سوال کو ناپسند کرتے، اسی طرح مفروضی مسائل کو ناپسند کرتے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے کہ "**لا تسألوا عما لم یکن فانی سمعت عمر رضی اللہ عنہ یلعن السائل عما لم یکن**"[3] "کہ مفروضی مسائل نہ پوچھا کرو میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسے سوالات کرنے والے پر لعنت کرتے ہوئے دیکھا ہے"، آپ یہ بھی ملاحظہ کریں گے یہ اپنے جواب میں شریعت، کتاب وسنت سے زیادہ عقل اور عقلی دلائل پر اعتماد کرتے ہیں، جبکہ سلف کا طریقہ اس کے بالکل برعکس تھا، چنانچہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے "**ایہا الناس اتہموا رأیکم علی دینکم**"[4] کہ لوگو! دین میں اپنی رائے پر اعتماد نہ کیا کرو، حضرت علی رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے "**لو کان الدین بالرأي لکان أسفل الخف أولی من أعلاہ**"[5] کہ دین رائے اور قیاس پر مبنی ہوتا تو موزے کے نیچے مسح کرنے کا حکم دیا جاتا اوپر نہیں۔

1۔ الحلیۃ: أبو نعیم: 326-325/6

2۔ بخاری: ح: 7289، مسلم: ح: 2358

3۔ سنن الدارمی: 62/1

4۔ صحیح بخاری۔ ح: 7308، وصحیح مسلم۔ ح: 1785

5۔ سنن ابی داؤد: 42/1، ح: 162، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح کہا ہے، دیکھئے ارواء الغلیل: 40/1، ح: 103

ان کو آپ جواب میں تکلف اور تصنع سے بھی کام لیتے ہوئے دیکھیں گے جبکہ ہمارے سلف تکلف کو قطعی پسند نہ کرتے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے کہ "نہینا عن التکلف"(1) کہ ہمیں تکلف سے منع کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو چیز تمہیں معلوم ہو اسے بیان کرو اور جو نہ معلوم ہو اس کے بتانے میں تکلف نہ کرو بلکہ سیدھے اللہ اعلم کہہ دو کیونکہ یہ بھی بندے کے علم کی دلیل ہے، اور اللہ نے اپنے نبی کو تکلف سے منع کیا تھا۔

فقیہ کے اوصاف:

یہ علم و صلاحیت سے زیادہ اس خطرناک باب میں محض ربانی فضل اور تبلیغی جماعت کے زبانی جمع خرچ اور صوفیاء کے توکل پر اعتماد و اعتبار کرتے ہیں، انہیں لگتا ہے اللہ رب العالمین اسٹیج پر کھڑے ہونے کے بعد ان پر جواب وحی و الہام فرماتا ہے۔ اس لئے بغیر تیاری ہی کہ یہ ہر سوال کا جواب دینے کے لئے اتاؤلے رہتے ہیں، جب کہ ہمارے سلف نہ اس قسم کے منحرف توکل کا شکار تھے، نہ اس مسؤلیت کی عظمت ان کی نگاہوں سے پوشیدہ تھی چنانچہ وہ اسی منصب کے مطابق علمی مواصفات کا اہتمام بھی کرتے، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ کوئی بھی شخص اس وقت تک فتوے کے لئے خود کو پیش نہ کرے جب تک اس میں پانچ اوصاف نہ پائے جائیں۔

1۔ اس کی نیت خالص ہو ورنہ نہ اس پر نور ہو گا نہ اس کے کلام پر۔

2۔ وہ علم و حلم (بردباری) وقار اور سکینت و اطمینان جیسی صفات سے متصف ہو۔

3۔ اپنی ذمہ داری میں سنجیدہ اور علم و معرفت میں مضبوط و قوی ہو۔

4۔ اس کے پاس بقدرِ کفایۃ مال ہو جو اسے لوگوں سے بے نیاز کر دے ورنہ لوگ اسے کچا چبا جائیں گے۔

1۔ صحیح بخاری۔ ح: 7293

5۔ اسے لوگوں کی جانکاری اور معرفت بھی ہو، ان کے عادات، اطوار، احوال و ظروف، عرف ومزاج اور معیشت و معاشرت کے طور طریقوں سے بھی آگاہ ہو۔ (1)

موجودہ دعاۃ میں شروط فقاہت کی تلاش۔۔:

انہیں آپ دیکھیں گے یہ بزعم خویش قرآن و سنت سے مباشرۃ اور ڈائرکٹ استفادہ کرکے لوگوں کو علم سکھاتے اور شرعی مسائل بتاتے ہیں جبکہ حقیقت میں ایک بھی علم، علومِ آلہ میں سے جو کتاب و سنت کی سمجھ بوجھ اور فقاہت میں مددگار ہو ان کے پاس وافر مقدار میں موجود نہیں، جبکہ ہمارے سلف ان علوم کو خاص طور پر شرعی مسائل بتانے والے کے لئے انتہائی ضروری قرار دیتے اور وہ خود بھی اس سے لیس ہوا کرتے، چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے "کہ اسی بندے کو اللہ کے دین میں فتوی دینا جائز ہے جو اللہ کی کتاب کا ماہر ہو اس کے ناسخ و منسوخ، مکی ومدنی، محکم و متشابہ سے واقف ہو، مکی اور مدنی سورتوں کی تفریق رکھتا ہو، اس تفریق کی وجوہات اور حکمتوں اور مصلحتوں کو بھی جانتا ہو، جن اسباب اور اشخاص کے تحت آیات نازل ہوئیں ان کی جانکاری کے ساتھ آیات کی مراد و فقاہت سے بھی آگاہ ہو، پھر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی بصیرت رکھتا ہو، عربی زبان بھی جانتا ہو، عربی شعر و شاعری سے بھی شغف رکھتا ہو، خاص طور پر ان اشعار سے واقف ہو جو کتاب وسنت کی فہم میں معاون ہوں، نیز منصف مزاج اور قلیل الکلام ہو، فقہاء امصار کے اختلافی مسائل کی جانکاری بھی رکھتا ہو، اس کے ساتھ ساتھ خود ذاتی ملکہ وصلاحیت کا بھی مالک ہو، اگر ان صفات سے متصف ہو تو اسے دین میں کلام کرنا اور فتوے دینا چاہئے ورنہ نہیں"۔ (2)

آپ ان سارے علوم کو ان اندھیاری شخصیات میں چراغ لیکر بھی ڈھونڈیں گے تو آپ کا چراغ جلتے جلتے بجھ جائیگا، ڈھونڈتے ڈھونڈتے آپ تھک جائیں گے، مگر یہ

1۔ اعلام الموقعین: 199/4

2۔ الفقیہ والمتفقہ ص: 332

علوم آپ کو ان مفلسوں کے پاس نہیں ملیں گے، پھر بھی انہیں دعوئے اجتہاد ہے، مفتیٔ انامی اور ایک سیکنڈ میں حاضر جوابی کا غرہ ہے، جبکہ مفتی تو کجا عالم کے شروط ! نہیں نہیں، عالم تو کجا داعی کے شروط ان میں مفقود ہیں تو مجتہد کے شروط کہاں سے پیدا ہونے لگیں؟

ہمیں تو بڑا تعجب ہے کہ کیسے یہ فتوے بازی کرتے ہیں خود کو مجتہد مطلق کہتے ہیں جب کہ شریعت کے نصوص کے ساتھ تعامل کا طریقہ بھی انہیں نہیں معلوم منصوص مسائل کا ادراک و احاطہ انہیں نہیں تو کیسے غیر منصوصہ مسائل کو ان پر فٹ اور قیاس کرکے حکم مستنبط کرلیتے ہیں۔؟!

چنانچہ کبھی شرعی نصوص میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ کئی نیک کام ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں، کبھی کئی برائیاں ایک جگہ جمع ہو جاتی ہیں، کبھی نیک کام سے بھی مفاسد کا خطرہ ہوتا ہے کبھی حرام کام کی جانب مصلحت راجحہ بھی موجود ہوتی ہے، کبھی شرعی ادلۃ موجود ہونے کے باوجود محل اس قابل نہیں ہوتا کہ اس پر ادلۃ کی تطبیق دیجائے، کبھی شرعی ادلۃ بھی متوفر ہوتے ہیں اور محل بھی قبول احکام کی صلاحیت سے متصف ہوتا ہے پر ظروف، حالات اور فرد کی باطنی کیفیت وغیرہ عملی تطبیق میں مانع ہوتے ہیں، یہ اور ان جیسے بے شمار سخت ترین حالات میں نصوص شرعیۃ کے ساتھ مبنی بر انصاف تعامل سوائے ان علماء و فقہاء کے کون کرسکتا ہے جنہوں نے زندگی اس راہ کی گرد چھاننے میں گذاری ہو؟ پھر بھی وہ زندگی لگانے، علوم آلہ و غایۃ ،علوم عقلیہ و نقلیہ سے لیس ہونے کے باوجود بھی کئی مسائل میں "لا ادری" کہتے ہیں پر جنہوں نے کبھی زندگی میں مفتی بننے کا سوچا بھی نہیں آپ انہیں کبھی لاادری کہتے ہوئے نہیں سنیں گے۔ جبکہ نبی اکرم جناب محمد ﷺ بھی لاادری کہتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل کے وقوع قیامت سے متعلق دریافت کرنے پر لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔[1]

1۔ صحیح بخاری۔ح:50، صحیح مسلم، ح:9-10

فقہ سے کھلواڑ کی وجہ:

یہ حقیقتاً میدانِ دعوت میں فقہ کے ساتھ کھلواڑ اس وجہ سے کرتے ہیں کہ انہیں لگتا ہے منصب، اسٹیج ، داعی ہونے کے ٹائٹل ،اور لوگوں کی نگاہوں میں مقام ومرتبے کا تقاضا ہے کہ ہر سوال کا جواب دیا جائے، اجتہاد کی حقیقی صلاحیت نہ ہو پھر بھی اجتہاد کیا جائے کہ سائل کو مطمئن کرنا ضروری جو ہے، ایسے ہی لوگوں پر رد کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ: "کسی بھی قسم کا منصب، ولایت اور ذمہ داری غیر عالم کو عالم اور غیر مجتہد کو مجتہد نہیں بنا دیتی، اور اگر عہدے جات و مناصب ہی کی بنیاد پر دین میں کلام کی اجازت ہوتی تو خلیفۃالمسلمین اور سلطان سے بڑھ کر علم اور دین میں کلام کرنے اور فتوے پوچھے جانے کا کوئی حقدار نہ تھا، چنانچہ جب سلطان اپنی سلطنت کی وجہ سے اس منصب کا دعوے دار نہیں ہوسکتا تو سلطان سے نچلے درجے والوں کو بدرجۂ اولی اپنی اوقات نہیں بھولنی چاہئے، اپنی حدوں سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے۔"[1]

اس کا نقصان:

اور اسی بات کا رونہ روتے اور اس سے ہونے والے نقصان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ سعد بن عبدالرحمٰن نے کہا تھا کہ: آج میدانِ دعوت کے مدعیان بہت سارے دعاۃ نے نہ صرف دعوت کے علمی وشرعی منہج کو چھوڑ رکھا ہے بلکہ ان میں سے بعض تو اس میدان میں اپنے ہی اجتہاد پر اعتماد کرتے ہیں حالانکہ وہ کسی بھی زاویے سے اجتہاد کے اہل نہیں ہوتے، جس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے ان کو دیکھ کر شرعی علوم سے نرے جاہل دوسرے لوگ بھی اس میدان میں داخل ہورہے ہیں، اولیاتِ دین ودعوت میں خرد برد، ہیر پھیر اور خلط ملط کا کہرام مچا ہوا ہے، کبائر اور امورِ عظام کی

1۔ مجموع الفتاوی: 27/296-297

بجائے صغائر اور معمولی کاموں کے اہتمام کا دور دورہ ہے، اور غیر اہم کو اہم پر ترجیح دیئے جانے کا سلسلہ چل پڑا ہے۔"[1]

منہج دعوت سے جہالت:

منہج کو چھپانا:

منہج دعوت سے جہالت کا یہ حال ہے کہ ان میں سے بعض لوگ اپنے منہجی نام "سلفی یا اہل حدیث "کو ظاہر کرنا دعوتی مصلحت کے خلاف سمجھتے ہیں۔ چنانچہ وہ صرف اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور اپنے حواریوں کو بھی اسی بات کی تلقین کرتے ہیں، یہ در اصل نہ صرف ان کی جہالت ہے بلکہ جہالت کے اندھیرے میں بھی فاش غلطی ہے۔ چنانچہ آج کے دور میں اس نام کے اظہار کی کس قدر ضرورت ہے۔ اس کے لئے شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کا مناقشہ سامنے رکھنا مناسب سمجھتا ہوں جو آپ نے انہی جیسے کسی سر پھرے نوجوان سے کیا تھا۔

شیخ: اگر تم سے پوچھا جائے کہ تمہارا مذھب کیا ہے تو کیا کہو گے؟

سائل: میں کہوں گا مسلمان ہوں۔

شیخ: یہ کافی نہیں ہے۔

سائل: کیسے کافی نہیں جبکہ رب العالمین نے ہمیں اسی نام سے موسوم کیا ہے ۔اللہ کا فرمان ہے۔ ﴿هُوَ سَمَّىٰكُمُ ٱلْمُسْلِمِينَ مِن قَبْلُ وَفِي هَٰذَا﴾[2] شیخ: ہاں ! یہ جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانے میں جب کہ امت فرقوں میں نہیں بٹی تھی درست تھا۔ لیکن اب جبکہ امت میں کئی فرقے ہو چکے ہیں یہی سوال ہم کسی مسلمان سے کریں جو ان فرقوں میں سے کسی نہ کسی فرقے سے متعلق

1۔الدعوۃ الی اللہ علی منہاج النبوہ: ص:12،13

2۔حج: 78

ہے تو اس کا جواب یقینا تمہارے جواب سے مختلف نہیں ہوگا، چنانچہ کوئی نہیں کہے گا کہ وہ شیعہ ہے، وہ رافضی ہے، خارجی، درزی، نصیری، علوی یا کسی اور مذہب کا ماننے والا ہے، بلکہ سبھی کہیں گے کہ وہ مسلمان ہے۔ پھر (ایسا بھی نہیں کہ سارے فرقے سچ اور حق ہیں حق تو کوئی ایک ہی ہوگا تو ان میں حق کی پہچان کیسے ہوگی ؟) چنانچہ اتنا کہنا کافی نہیں ہے۔

سائل : میں کہوں گا کہ میں کتاب وسنت کو ماننے والا مسلمان ہوں۔

شیخ : یہ بھی ناکافی ہے۔

سائل : کیوں ؟

شیخ : جن لوگوں کی ہم نے ابھی مثال دی ہے کیا ان میں سے کوئی ایسا ہے جو یہ نہ کہتا ہو کہ وہ کتاب وسنت کو نہیں مانتا ؟

سائل : نہیں

شیخ : اسلئے ہم ان سے کہیں گے جس طرح تم نے اپنا نام اخوان المسلمین ، جماعۃ المسلمین، شیعی ، رافضی، بریلوی، دیوبندی، اشعری، ماتریدی وغیرہ رکھ رکھا ہے اسی طرح ہم نے بھی پہچان کے لئے خود کو سلفی کہا ہے، چنانچہ پہلے آپ اپنے اوپر سے ان نسبتوں کو ہٹائیں اور بفرض محال اگر وہ ہٹا بھی لیں تب بھی ہم نہیں ہٹائیں گے، اس لئے کہ ان کی نسبتیں نہ صرف تحزب کی غماز ہیں بلکہ غیر معصوم اشخاص کی طرف نسبت بھی ہے جبکہ سلف کی طرف انتساب نہ صرف تحزب کا خاتمہ ہے بلکہ اللہ کے فرمان کی بجاآوری بھی ہے۔اللہ کا فرمان ہے: ﴿ وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِنۢ بَعۡدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلۡهُدَىٰ وَيَتَّبِعۡ غَيۡرَ سَبِيلِ ٱلۡمُؤۡمِنِينَ نُوَلِّهِۦ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصۡلِهِۦ جَهَنَّمَۖ وَسَآءَتۡ مَصِيرًا ﴾[1] یہی نہیں سلف کی طرف نسبت دراصل عفت و عصمت کی طرف نسبت ہے۔ ایسی جماعت و گروہ اور ایسے منہج کی

1۔نساء : 115

طرف نسبت ہے جو زلل، خطاء اور غلطی سے پاک ہے۔ اور یہی فرقۂ ناجیہ کی علامت ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا تھا" وہ اسی طریقے پر ہونگے جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں"۔ اسی کو دوسرے لفظوں میں کہہ سکتے ہیں کہ میں ایسا مسلمان ہوں جو کتاب وسنت کو سلف کے طریقے کے مطابق مانتا ہوں۔ اسی کو مختصر لفظ میں سلفی کہہ لیں۔ اسی لئے بغیر شک کے، اس نسبت سے انکار دراصل اسلام صحیح سے انکار ہے، جس پر ہمارے نبی ﷺ اور صحابہ کرام تھے۔ چنانچہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ سلف صالح کے منہج کی طرف نسبت سے انکار کرے"[1]

ہوی پرستی اور اس کے مظاہر:

بلکہ یہ تو سراسر ہوی پرستی ہے، شیخ سلمان بن صالح العضن اپنی کتاب" اتباع الھوی "میں ہوی پرست شخص کی علامت بتاتے ہوئے کہتے ہیں: کہ صاحب ہوی کی یہ نشانی ہے کہ وہ جو کام کرتا یا چھوڑتا ہے، اس کے حقیقی اہداف و مقاصد اور اسباب سے نا بلد ہوتا ہے، چنانچہ آپ اس سے اس کے فعل کی وجہ پوچھیں تو، یا تو بالکلیہ جواب سے اعراض کرے گا اور اگر علت و وجہ بتائے بھی تو ایسی پوچی دلیلیں اپنے موقف کی تائید میں پیش کریگا جو صبح قیامت تک اس فعل کے اقدام یا احجام کی مبرر ثابت نہیں ہو سکتی ۔جی ہاں! صاحب ھوی کی اسی علامت کا اللہ نے اپنے کلام میں ذکر فرمایا تھا:﴿فَلَا تَتَّبِعُوا۟ ٱلْهَوَىٰٓ أَن تَعْدِلُوا۟ ۚ وَإِن تَلْوُۥٓا۟ أَوْ تُعْرِضُوا۟ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾" [2][3]

چنانچہ آپ دعوتی فلیڈ میں اپنے منہج کو چھپانے والوں سے اس کی وجہ معلوم کر لیجئے وہ جواب نہیں دے پائیں گے۔ پھر کیا وجہ ہے چھپانے کی؟ کیا رسول اللہ

1۔ النبذ الوفیۃ فی وجوب الانتساب الی السلفیۃ: ابو اسامہ سلیم ابن عید الھلالی (معمولی تصرف کے ساتھ)

2۔ نساء: 135

3۔ اتباع الھوی مظاہرہ وخطورتہ وعلاجہ: سلمان بن صالح العضن ص: 44

ﷺ کے زمانے میں مشرکین کے خطرات کی وجہ سے اس کی حاجت نہیں تھی ؟کیا آپ کے حالات صحابہ کرام اور رسول اللہ ﷺ سے بھی گئے گذرے ہیں ؟ یا آپ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے زیادہ دعوتی جذبہ سے سرشار ہیں ؟ یا آپ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام سے زیادہ منہجِ دعوت کو جاننے والے ہیں ؟ یا تو یہ وجہ ہو کہ آپ سلفیت کی طرف انتساب ہی نہ کرنا چاہتے ہوں ؟ یا تو یہ بات ہو کہ آپ ان کے منہج اور طرزِ علم سے راضی نہ ہوں ؟ بات جو بھی ہو بہت خطرناک ہے اور ظاہر کر رہی ہے کہ آپ نیا طریقہ ایجاد کرکے لوگوں کو خود سے جوڑ رہے اور سلف سے کاٹ رہے ہیں، ایسے منہج کی طرف بلارہے ہیں جو حریت پر مبنی ہے جس میں ہر شخص آزاد ہے کہ قرآن و سنت کی اپنے فہم کے مطابق تفسیر کرے، اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دے۔ نعوذ باللہ من الضلال۔

علماء ودعاۃ میں تفریق:

ان کے یہاں ہوی پرستی کے وجود کا ایک اور مظہر یہ بھی ہے کہ وہ علماء ودعاۃ میں تفریق کرتے ہیں ، جہلاء کو میدانِ دعوت کا رہبر و رہنما بناتے ہیں ، انہیں سے سیکھتے،انہیں کی تعلیمات وتوجیہات پر چلتے، حتی کہ انہیں کیلئے دوستی ودشمنی اور ولاء وبراء کرتے ہیں۔ شیخ ناصر العقل حفظہ اللہ اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ ": علماء ودعاۃ میں فرق کرنا اہلِ بدعت اور ہوی پرستوں کی پہچان ہے،اسلئے کہ وہ جاہلوں کو اپنا سردار، رہبر ورہنماء بناتے ہیں،اسی وجہ سے آپ خوارج کو پائیں گے کہ ان کے دعاۃ میں ایک بھی عالم نہ تھا،رافضہ، جہمیہ، معتزلہ،اور قدریہ کے دعاۃ جہال تھے، اس کے علاوہ اہلِ کلام اور وہ سارے ہی فرقے جو دعوت اور دین کی فقاہت میں فرق کرتے ہیں ان کے دعاۃ علماء نہ تھے۔"[1]

1۔دروس الشیخ ناصر العقل:5/16

شعارات ونعرات:

ہوی پرستی کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ ان کے یہاں دعوت کے نام کا ڈھنڈورا پیٹنا ، اس کیلئے مختلف شعارات، نعرات،اور ٹیگس کا استعمال ،اور مختلف دعوتی جماعتوں اور سینٹرس کی طرف نسبت پائی جاتی ہے، (اسی وجہ سے ان میں سے کسی مشہور کے مرنے کے بعد اس کے نام کا فرقہ وجود میں آنے کے خطرات پائے جاتے ہیں) جبکہ علماء سلف نے صدیوں تک دعوت کا کام کیا اور آج بھی کر رہے ہیں لیکن آج تک آپ ان میں سے کسی کو نہیں پائیں گے کہ اس نے خاص داعی کے طور پر اپنی تشہیر کی ہو، اس کیلئے سروں پر علم وجھنڈے اٹھائے یا اپنا کوئی تعارفی لباس، نام، مکان، انداز و طریقہ خاص کیا ہو، اور کرتے بھی کیسے جبکہ انہیں اللہ کے فرمان : "**ومن أحسن قولا ممن دعا الى اللہ وقال انني من المسلمين** [1]" کی عملی مخالفت تھی، اس سلسلے میں شیخ ناصر العقل حفظہ اللہ فرماتے ہیں کہ ": علماء نے دعاۃ کے طور پر اپنی تشہیر کی بھی نہیں، اس لئے کہ شانِ علم کو مختلف دعووں، نعروں، نسبتوں، اور شعاروں کیلئے جھکانا فرقہ پرستوں کی نشانی اور اہلِ ہوی کا طریقہ ہے،اہلِ سنت کسی شعار کے بغیر ہی اللہ کے راستے اور سید المرسلین کی سنت اور سلف کے طریقہ کی طرف بلاتے ہیں، یہی ان کا نعرہ اور یہی ان کی دعوت ہے۔" [2]

علماء سے بغض اوران پر طعن:

ابوالبقاء السبکی رحمہ اللہ نے کہا تھا کہ "**مايبغض ابن تيمية إلا جاهل أو صاحب هوى** [3]" پتہ چلا کہ علماء سے نفرت اور بغض اہل ہوی کی علامت ہوتی ہے،ان میں ہوی پرستی کی یہ علامت بھی ہے چنانچہ آپ انہیں علماء کرام کو مطعون کرتے اور برا بھلا کہتے

1۔ حم السجدۃ(فصلت): 33

2۔ دروس الشیخ ناصر العقل: 3/16

3۔ الردالوافر: ص: 24

ہوئے پائیں گے، حالانکہ علماء کی غیبت کو سلف نے کبیرہ گناہ قرار دیا ہے[1] اسی لئے امام احمد بن الأذرعی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے" **الوقیعۃ فی اھل العلم ولا سیما فی أکابرھم کبیرۃ من کبائر الذنوب**"[2] کہ اہل علم اوران میں بھی خاص کر بڑے علماء کی غیبت کبیرہ گناہوں میں سے ہے"۔اسلئے کہ ان پر طعن دراصل اس دین، دعوت اور شریعت پر طعن ہے جس کے وہ حامل ہیں، اس ملت پر طعن ہے جس کے وہ پیروکار ہیں،اوراسلئے بھی کہ ان کے حقوق متعدد ہیں، چنانچہ ایک عام مسلمان ہونے کے حق کے ساتھ انہیں اکابرِ قوم اور قائدین روحانی ہونے ، مسن اور عمر دراز ہونے، حاملِ کتاب وسنت ہونے، علماء عاملین اوراولیاء صالحین ہونے وغیرہ کے حقوق ملنے چاہئے نہ کہ سب وشتم،گالیاں اور طعنے!!

عقلانیت:

ہوی پرستی ہی کاایک مظہر ان کے یہاں آپ کو عقلانیت بھی نظر آئیگی چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے کوئی قرآن اور سائنس،کے موضوع پر کتاب لکھ رہاہے، کوئی قرآن اورسائنس ایک تقابلی مطالعہ، تالیف کررہاہے،کوئی نمازایک بہترین ورزش، روزے کا فلسفہ، داڑھی اور طب، آؤ قرآن میں غوطہ لگائیں، وغیرہ موضوعات پر کتابیں تالیف کرکے عقلی فلسفے بگھار رہاہے، بھلا بتائیے کیا قرآنِ کریم اس لئے نازل ہواکہ زبردستی کھینچ تان کراس سے، سائنس، طب، جغرافیہ، حساب اور دیگر علوم ثابت کئے جائیں؟ بھلابتایئے آج آپ کسی سائنسی نظریئے کو قرآن کریم سے ثابت کرتے ہیں اور اگر کل کوسائنسدانوں نےاس سابقہ نظریےکے غلط ہونےپر اتفاق کرلیاتوکیاقرآن کریم کی تکذیب لازم نہیں آئیگی؟! حقیقتاً یہ خود تومتشکک ہیں ہی، دوسروں کو بھی انکے دین سے متعلق شک میں مبتلا کررہے ہیں، ان کی اس قسم کی تالیفات سے ہونے والے عقدی بگاڑ کوبیان کرتے ہوئے علماءکہتے ہیں کہ جو بندہ اس

1۔المغنی المحتاج:427/4

2۔حرمۃ اہل العلم:ص:319

لئے کوئی عبادت ، روزہ، نماز وغیرہ نیک کام کرتا ہے کہ وہ سائنس کے مطابق، یا عقل کے موافق، یافلاں طبّی فائدے کا سبب ، یا فلاں مرض کا علاج ہے وہ اپنے دین میں شک کا شکار ہے،اسے اپنے عقیدے کی اصلاح ، عمل کی صفائی،نیت کی تخلیص اورایمان کی تجدید کرنی چاہیئے، اسلئے کہ روزہ، نماز، داڑھی، حج وعمرہ وغیرہ عبادتیں ہیں ریاضتیں نہیں، جسمیں معمولی جسمانی اورثانوی طبّی و سائنسی فوائد سے بڑھ کر عبودیت ،استسلام، خشوع وللّٰہیت کے اعلی معانی پوشیدہ ہیں،بندوں کو دورانِ عبادت ان عظیم معانی کے شعور وادراک سے پھیرنا نہ صرف عبادت کواس کی غرض وغایت کے ساتھ برباد کردیناہے، بلکہ بندے کواس کے مقصدِ حیات ہی سے دور کردیناہے، پھروہ عبادت کیلئے اٹھتا بھی ہےتورب کی عظمت وکبریائی کی وجہ سے نہیں کسی طبّی وسائنسی فائدےکے پیش نظراٹھتاہے۔اس طرح رب کا غلام بننے کی بجائے، مطلب، فائدے، ہوس، حرص وہوی کا غلام بن جاتا ہے۔ سچ فرمایاتھا ابن عباس ﷺ نے کہ ''**لا تجالس أهل الأهواء فإن مجالستهم ممرضة للقلوب**''[1] ''ہوی پرستوں کی مجالس میں شرکت نہ کرواور نہ ان کی مصاحبت اختیار کروکیونکہ ان کی صحبت دلوں کی بیماری کا باعث ہے''۔

بغیر علم کے اللہ پر کلام:

غرض کہ کتاب و سنت عقیدے،اصول افتاءاور منہج دعوت سے جہالت کے باوجود ان کی کتاب وسنت پر ہوی پرستانہ جرأت نے انہیں ایسی خطرناک وادی میں ڈھکیل دیاہے، جو اپنی خطورت اور انجام ونتیجے اور اثرات میں کفر وشرک سے بھی بڑھ کر ہےاور وہ ہے اللہ پر بغیر علم کے بات کہنا، علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ پر بغیر علم کے بات کہنا محرمات میں جرم کے اعتبار سے سب سے قبیح گناہ ہے ،یہی وہ گناہ

1۔ الابانۃ: ابن بطۃ: 438/2، ح: 371

ہے جس کی حرمت پر دنیا کے سارے ادیان وشرائع متفق ہیں، چنانچہ رب کریم نے اپنی کتاب میں چار بڑے گناہوں کی افقی ترتیب میں سب سے آخر میں اسے ذکر فرمایا ہے۔ مردرار جانور، بہتا ہوا خون، اور خنزیر کا گوشت، جیسے عظیم محرمات بھی بصورتِ اضطرار حلال ہو سکتے ہیں پر یہ کسی صورت میں حلال نہیں اس لئے کہ محرمات دو قسم کی ہیں:

1۔ محرم عینی یا ذاتی جو کسی بھی صورت میں مباح نہیں ہیں۔

2۔ محرم وقتی یا عارضی جو کبھی مباح ہوتا ہے تو کبھی حرام۔اس کا تعلق پہلی قسم سے ہے، اللہ کا فرمان ہے﴿ قُلۡ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلۡفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ ﴾ کہدیجئے کہ میرے رب نے ظاہر و باطن کے سارے فحش کاموں کو حرام قرار دیا ہے، پھر تحریم میں اس سے اعلی درجہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ﴿ وَٱلۡإِثۡمَ وَٱلۡبَغۡيَ بِغَيۡرِ ٱلۡحَقِّ ﴾ ''اور گناہ اور ناحق زیادتی کے کاموں کو حرام کیا ہے'' پھر تحریم میں اس سے اعلیٰ درجہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ وَأَن تُشۡرِكُواْ بِٱللَّهِ مَا لَمۡ يُنَزِّلۡ بِهِۦ سُلۡطَٰنًا ﴾ کہ تم اللہ کے ساتھ شرک کرو جس کی اللہ نے کوئی دلیل و برہان نازل نہیں فرمائی، پھر مذکورہ محرمات سے بھی اعلی درجہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ﴿ وَأَن تَقُولُواْ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعۡلَمُونَ ﴾[1] کہ اللہ پر تمہارے بغیر علم کے کلام کرنے کو اس نے حرام قرار دیا ہے، یہ حرام کردہ کاموں میں سے سب سے عظیم گناہ ہے اس لئے کہ یہ اللہ کے دین میں تبدیلی، اس کی طرف نازیبا چیزوں کی نسبت، اس کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرنے، پسند و ناپسند کی مخالفت کرنے، صفاتِ الہی تعطیل و تشبیہ وغیرہ چھوٹے موٹے سارے گناہوں کو شامل ہے، یہی کفر و شرک کی اصل ہے، اسی پر بدعات و خرافات اور ضلالت و گمراہیوں کی بنیاد رکھی جاتی ہے، یہی ہر بدعتی، مشرک و فاجر اور کافر و منحرف کا نقطۂ انطلاق ہے،اسی لئے سلف نہ صرف اس جرم کی شدید مذمت کرتے بلکہ اس کے مرتکب کو دنیا کے ہر گوشے، کونے، گلی کوچے اور چپے چپے میں ذلیل و رسواء کرکے

1۔ الأعراف: 33

امت کو اس کے فتنے سے اس شدت کے ساتھ آگاہ کرتے جتنی شدت سے فواحش، ظلم و عدوان جیسے محرمات اور ان کے مرتکبین سے بھی نہیں ڈراتے۔[1]

اس کا نقصان و حکم:

لیکن افسوس! آج اللہ پر بغیر علم کے بولنے والوں کے خلاف کوئی ایکشن نہیں، کتنے حقوق ضائع ہو رہے ہیں، کتنے حرام حلال اور حلال حرام کیئے جارہے ہیں، کتنی شرمگاہیں حلال کر لی گئیں، کتنی عزتیں برباد ہوگئیں، کتنے خون بہائے گئے، کتنے مال برباد ہوئے اور ہو رہے ہیں، کتنی صلاحیتیں ڈوب رہی ہیں، کتنے بچے، جوان، بوڑھے، مرد، عورت دین کی غلط انفار میشن ان تک پہنچنے کی وجہ سے دھوکہ کے شکار ہیں، اللہ کے دین، اس کی شریعت اور اس شریف و عظیم منصب کے ساتھ کھلے عام ڈاکہ زنی اور سر بازار کھلواڑ ہو رہا ہے پر کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی، پیشانی پر بل نہیں آتا، جی ہاں! ان کے بغیر علم کے بات کہنے ہی کی وجہ سے امت میں اختلاف و انتشار کی آندھیاں چل رہی ہے، جگر (علماء) کے ساتھ، بدنِ امت (عوام) ٹکڑے ٹکڑے ہوا جارہا ہے۔ سچ کہا تھا علامہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے "**لو سكت الجاهل لانتهى الخلاف**"[2] "کہ اگر یہ جاہل خاموش ہو جائیں تو امت سے خلفشار کا خاتمہ ہو جائے"۔ سچ کہا تھا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے "**إنما جاء الخلاف من خالف لقلة معرفتهم بما جاء عن النبي صلى الله عليه وسلم في السنة وقلة معرفتهم بصحيحها من سقيمها**"[3] "کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی قلیل معرفت، اس کے صحیح و ضعیف میں عدمِ تفریق فتوے میں غلطی کا سبب بنتی ہے، اور فتوے کی غلطی امت کے اختلاف کو لاتی ہے"۔

سبحان اللہ! پھر بھی لوگ یہی سمجھ رہے ہیں کہ یہ اچھا کر رہے ہیں، دعوتِ دین کا کام کر رہے ہیں، ارے کیا اچھا کر رہے ہیں؟ یہ کوئی دنیوی معاملہ ہے کہ اس میں

1۔ اعلام الموقعین: 379/1

2۔ التعالم۔ ص: 5

3۔ الفقیہ والمتفقہ: خطیب: 332/2

متخصص غیر متخصص سب کام آ جائیں ؟ یہ کوئی کھیتی باڑی ہے کہ ہر کوئی کدال پھاوڑا لیکر کھدائی کرنے لگے، یہ کوئی بازار ہے کہ کوئی بھی چائے کی ٹپلی کی طرح اسٹال لگا کر اپنا دھندا چلانے لگے ؟ یہ کتاب وسنت نعوذ باللہ کوئی گائے بیل ہے، فقہ اور حدیث کوئی تانگااور گھوڑا گاڑی ہے کہ کوئی بھی سوار ہو اور ہیاپیا، ہاہا، کیا کیا بول کر انہیں چلانے لگے ؟اور عوام کون ہوتے ہیں ان کے اس کام پر اچھائی یا برائی کا حکم لگانے والے ؟انہیں شریعت کوئی گاگل چشمہ لگتا ہے کیا ؟کہ جب چاہا پہن لیا اور چیزوں پر حکم لگانے لگے ! ! ارے یہ دین ہے ! ربِ کائنات کا اتارا ہوا پیغام اور کائنات کے عظیم ترین انسان محمد ﷺ کا فرمان ہے، اس میں بغیر علم کے فتوے دینا اور فیصلے کرنا، قرآن واحادیث کی تفسیر و شرح کرنا، صحابہ وسلف کی طرف کوئی بات منسوب کرنا ناجائز ہی نہیں انتہائی سنگین جرم ہے گرچہ وہ جاہل صحیح بات ہی کیوں نہ کہہ رہا ہو۔

دیکھئے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے نبی ﷺ کے فرمان ''**اذا حکم الحاکم فاجتهد ثم أصاب فله اجران وإذا حکم فاجتهد ثم أخطأ فله أجر**''[1] کہ جب حاکم اپنے اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرتا پھر حق کو پالیتا ہے تو اس کے لئے دوھرا اجر ہے اور اگر اجتہاد کے باوجود خطا کرجاتا ہے تو اس کے لئے ایک اجر ہے، کی شرح میں فرماتے ہیں" کہ مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق و اجماع ہے کہ یہ حدیثِ رسول اس عالم، قاضی و حاکم کے بارے میں ہے جو عالم ہو اور فیصلے و قضاء کا اہل بھی ہو، چنانچہ ان شرطوں کے ساتھ کوئی مجتہد اجتہاد کرتا اور اپنے قضاء و فیصلے میں حق کو پالیتا ہے تو اس کے لئے دھرا اجر ہے، لیکن اگر اجتہاد و کوشش کے باوجود حق کو نہیں پہنچ پاتا تو اسے اس کی کوشش کا ثواب ملتا ہے، اور حدیث رسول میں محذوف ہے جس کی تقدیر یہ ہے کہ جب حاکم یا عالم اجتہاد کا ارادہ کرے پھر اجتہاد کرے، لیکن اگر وہ شخص قضاء فتوی، یا شریعت کی تدریس کا اہل

1۔ صحیح مسلم۔ح:1716

ہی نہ ہو تو اس کے لئے شریعت کی تدریس ہی جائز نہیں چہ جائیکہ اسے اجتہاد کی اجازت دیجائے۔

پھر اگر وہ خود ہی فیصلے کرے، اجتہاد کرے، فتوی و تدریسی فرائض انجام دے تو اس کے لئے اجر نہیں گناہ ہے، اور تو اور اس کا فتوی اور قضاء و فیصلہ بھی مردود اور ناقابل تنفیذ ہے، اگرچہ وہ حق کے مطابق ہی فیصلہ کیوں نہ کرے، کیونکہ اس کا اصابتِ حق اور صوابِ رائے بھی اتفاقی ہے، نہ کہ کسی مستند شرعی کی بناپر صادر شدہ فیصلہ! یہی نہیں وہ اپنے تمام تر احکامات میں گناہ گار ہے اور کسی بھی چیز میں اسے معذور نہیں سمجھا جائیگا، بلکہ اس کا شمار مندرجہ ذیل حدیث رسول ﷺ میں وارد جہنمی قضاۃ میں ہوگا۔ آپ کا فرمان ہے: کہ قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں جن میں ایک جنت کا حقدار جبکہ دو جہنم واصل ہونگے، جنت وہ جائیگا جو حق کو جانتا اور اس کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، اور وہ شخص جنہم میں جائیگا جو حق کو جان کر اس کے برخلاف فیصلہ کرتا ہے، ایسے ہی وہ بھی جنہم رسید ہوگا جو جہالت کی بنیاد پر فیصلے کرتا ہے۔ (1)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "**من تکلم فی الدین بلا علم کان کانہ باو ان کان لا یتعمد الکذب**"(2) "دین میں بغیر علم کے بات کرنے والا شخص جھوٹا ہے اگرچہ وہ جھوٹ کا ارادہ بھی نہ کرے اور صحیح ہی کیوں نہ بولے"۔ اور ایک مقام پر فرماتے ہیں "کہ عام طور پر لوگوں میں ظاہری وضع قطع میں دیندار ٹائپ کے جاہل لوگ اپنی دینداری کا فائدہ اٹھا کر دین میں بغیر علم کے کلام کرتے اور زبردست غلطیاں کرتے ہیں، امور اور اشیاء کو اس کی اصلی ماہیت و حقیقت سے پلٹ اور پھیر کر لوگوں سے بیان کرتے ہیں اور یاد رہے کہ اس طرح جو بھی شخص بغیر اہلیتِ کلام اور صلاحیتِ اجتہاد کے دین میں کلام کرکے لوگوں سے غلط سلط بیان کرتا ہے وہ جھوٹا اور گناہ گار ہے

1۔المنہاج شرح صحیح مسلم ابن الحجاج: امام نووی: 14/12۔ح: 1716

2۔ مجموع الفتاوی: 191/1

جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ نے سنن میں وارد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں فرمایا کہ قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔ (الحدیث)[1]

ان کو معذور سمجھنے کا حکم:

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "**ومن تكلف ما جهل وما لم تثبته معرفته كانت موافقته للصواب — وإن وافقه من حيث لا يعرفه - غير محمودة والله اعلم وكان بخطئه غير معذور**"[2] "کہ جو بھی شخص اس چیز میں تکلف کرتا ہے جسے وہ نہیں جانتا جس کی پکی اور یقینی معرفت و جانکاری نہیں رکھتا ، اس باب میں اس کی سچائی اور موافقتِ صواب بھی مذموم قرار دی جائے گی، پھر نہ اس کی خطا پر اسے بخشا جائیگا اور نہ اس کی معذرت قبول کی جائیگی"۔

چنانچہ ان جاہلوں کو دین میں نہ تو خرد برد کرنے دینا چاہیئے اور نہ ان کی غلطیوں پر انہیں معذور سمجھنا اور بخشنا چاہیئے۔ لیکن افسوس آج عالم سے لیکر جاہل تک جسے دیکھئے ان کی بے حد و حساب اور لا تعداد و لا شمار غلطیوں پر بھی انہیں معذور سمجھتے ہیں، اور بڑی معصومیت سے ان کا دفاع کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جو غلطیاں عالم کرتے ہیں وہی غلطیاں یہ بھی کر رہے ہیں کیا برا کر رہے ہیں ؟

اللہ کے بندو! کچھ تو انصاف کرو سب غلطی کرنے والے ایک جیسے نہیں ہوتے، ہمارے سلف تو ان جاہلوں کو غیر معذور کہیں اور ہم کسی جاہل چرواہے کی طرح عالم اور جاہل داعی سب کو ایک ہی ڈنڈے سے ہانکنے لگیں؟ **تلك اذا قسمة ضيزى** !

اور واللہ ! لوگوں کے اسی گھٹیا دفاع اور خاموش تائید کی وجہ سے انہوں نے دعوتِ دین کے نام پر بابِ دعوت میں زلزلہ اور طوفان ہی نہیں قیامت ڈھا دی ہے۔ دینی قدروں کی پامالی ہی نہیں تاریخِ دعوت و تبلیغ، تعلیم و توجیہ، ارشاد و بیان کا دھارا

1۔ الرد علی الاخنائی: شیخ الاسلام ابن تیمیہ: 1/105-107

2۔ الرسالۃ: امام الشافعی: 1/50

موڑ دیا ہے۔ چنانچہ زمانۂ قدیم سے لوگ جن علماء سے دین سیکھتے اور سکھاتے آئے تھے اور خود جنہیں نبی کریم ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ، حضرت ابو موسی الاشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن اور اصحابِ صفہ کے ستر قراء صحابۂ کرام کو دعاۃ و معلّمین کے طور پر بھیج کر، دعوت و تبلیغ اور حصول علم کا محور مرکز قرار دیا تھا۔ اپنے فرمان "تسمعون ويسمع منكم ويسمع ممن سمع منكم"[(1)] کہ تم مجھ سے اللہ کا کلام اور میری حدیث سنتے ہو یہی تم سے بھی سنا جائیگا، جو تم سے سنیں گے ان سے بھی سنا جائیگا، کے ذریعے جنہیں (علماء) تلقیٔ علم کا مصدر قرار دیا تھا، اپنی طفلانہ کاوشوں سے ان جاہلوں نے اسے بھی تبدیل کر دیا، اور رخ پھیرا بھی تو صغار طلبۃ العلم کی طرف! یا اپنے ہی جیسے کسی جاہل کی طرف یا کسی لوکھنڈ والے، لکڑے والے، پھاٹے والے، بھنڈی بازار یا کسی سبزی اور مرغی بازار والے کی طرف کسی گجراتی یا حیدرآبادی یا اورنگ آبادی کی طرف، جس کی کل علمی کائنات و بساط مثقفین کی چند کتابوں کے ذاتی مطالعے، چند ماہی دینی و دعوتی کورسس میں شرکت، یا سورۂ فاتحہ یا دو تین عقلی دلائل یا کسی نقلی داعی کے ساتھ کئے گئے بعض دعوتی اسفار کے ناقص تجربوں سے متجاوز نہیں یا پھر یہ زمام سونپی بھی تو کسی عقلانی کے ہاتھ میں یا کسی طبیب و مہندس وانجینئر اور ایڈوکیٹ کے ہاتھ میں، یا کسی سائنس پڑھنے والے طالب علم کے سر اس کا سہرا باندھا، جس کی قابلیت صرف اتنی کہ وہ ادھر ادھر سے علمی مواد چوری کرکے، کتاب وسنت کی باتوں کو اپنی ناقص فہم و سمجھ کے مطابق انگریزی زبان میں طب، یا سائنس، یا انجینئرنگ یا عقل کے اصولوں پر سمجھا سکے۔ تھوڑا بہت ہنسانا بھی جانتا ہو، ایکٹنگ کا ماہر ہو، کوٹ ٹائی اور بوٹ بھی پہنتا ہو، چہرے پر داڑھی رکھتا ہو اور سر پر سفید ٹوپی لگاتا ہو تبلیغی جماعت والوں کی طرح جھک جھک کر ملنا بھی جانتا ہو، انگریزوں کی طرح بات بات پر مسکراتا اور اسمائل بھی دیتا ہو، خوارج کی طرح خود کو

1۔ سنن ابی داؤد۔ ح: 3659 (شیخ البانی نے سلسلہ الصحیحہ، ح: 1748 پر اسے صحیح قرار دیا ہے)

کائنات کا بہترین انسان بھی سمجھتا ہو اور وقت پڑنے پر اوٹو گراف بھی دیتا ہو اور سیلفی بھی لیتا ہو، جسے اپنے اپ ٹو ڈیٹ ہونے پر فخر اور پرسنالٹی پر غرور بھی ہو۔

اکبریت یا اصغریت ؟!:

جی ہاں ! یہی چیز لوگوں کی ہلاکت کا سبب بن رہی ہے اور انہیں اس کا شعور بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے ”**لا یزال الناس بخیر ما أخذوا العلم من أکابرھم فاذا أخذوھا عن أصاغرھم وشرارھم ھلکوا**“[1] کہ لوگ اس وقت تک بھلائی اور خیر پر رہیں گے جب تک بڑوں سے علم حاصل کرتے رہیں اور جب چھوٹوں اور برے لوگوں سے علم سے حاصل کرنے لگیں گے تب ہلاک ہو جائیں گے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ”**قد علمت من یھلك الناس، اذا جاء الفقه من قبل الصغیر استعصی علیه الکبیر و اذا جاء الفقه من قبل الکبیر تابعه الصغیر فاھتدیا**“[2] کہ مجھے معلوم ہے کہ کون لوگوں کی تباہی کا سبب ہے ! صغار اور چھوٹوں کا لوگوں کو تعلیم دینا ہلاکت کا باعث ہے اس لئے کہ جب علم چھوٹے کی طرف سے آتا ہے تو بڑا اسے لینے میں تأمل کرتا ہے، اس کے بالمقابل اگر علم بڑے کی طرف سے آئے تو چھوٹے اس کے تابع ہو جاتے ہیں اور بڑے اسے لینے میں تامل نہیں کرتے اس طرح چھوٹے بڑے دونوں ہدایت یاب ہو جاتے ہیں۔

ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اصاغر اور چھوٹے لوگ کون ہیں ؟ تو آپ نے فرمایا کہ: ”اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنی رائے اور فکر و خیال سے کلام کرتے ہیں، وہ چھوٹا بچہ یا صغیر طالب علم مراد نہیں ہے جو علماء و مشائخ سے روایت کرکے، سیکھ کر بیان کرتا ہے بلکہ وہ بڑا ہے گرچہ عمر میں چھوٹا ہی کیوں نہ ہو۔۔۔۔ پھر فرمایا کہ بعض اہل

1۔ الزھد: ابن المبارک، ح: 815

2۔ جامع بیان العلم وفضلہ: 615/1، ح: 1055

علم نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث اور اس جیسی دیگر احادیث میں وارد صغیر سے مراد وہ شخص ہے جس سے فتوے پوچھے جائیں علم سیکھا جائے حالانکہ وہ جاہل ہو۔ اور عالم تو بڑا ہوتا ہے چاہے وہ چھوٹی عمر ہی کا کیوں نہ ہو۔۔۔۔۔ اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فتوے پوچھے جاتے تھے حالانکہ وہ اس وقت چھوٹے تھے ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ لوگوں کو فتوے دیا کرتے حالانکہ وہ انتہائی کم عمر تھے ، یہی نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں صغر سنی کے باوجود ولایت بھی عطا فرمائی تھی ، اور اس طرح علماء کرام میں بہت ہوتا آیا ہے ۔" (1)

بھلا بتایئے جو ایک ہی تقریر کو پچاسوں جگہوں پر کسی رٹو طوطے کی طرح بغیر کسی کمی بیشی کے دھراتا پھرتا ہو اسے صغیر نہ کہا جائے تو کیا نام دیا جائے ؟ جو اپنی جہالت کے ساتھ شدید سوء حفظ کو چھپانے کے لئے اسٹیج کی آڑ میں نوٹس کے سہارے تقریر کرتا اور سوالات کے جوابات دیتا ہو ، اسے صغیر نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے ؟

جو پہلے سے تیار کردہ سوالات بٹوا کر ، انکے نپے تلے جوابات کو دہرا کر علامہ اور فہامہ ہونے کا دھوکہ دیتا ہو اسے صغیر نہ کہا جائے تو کیا نام دیا جائے ؟

جو اپنی شدید غفلت اور فرطِ جہالت میں توحید کے موضوع پر بیان اور اس سے متعلق ہونے والے سوالات کو تفرقہ بازی کا سبب بتاتا ہو اسے صغیر نہ کہا جائے تو آپ ہی کوئی نام تجویز کر دیں جس سے اسے موسوم کیا جا سکے ؟ جو کسی سیاسی جاہل نیتا کی طرح مشیروں اور حواریوں ، مواریوں ، کچھ ابن الوقتوں ، ابن الدنیاء ، عباد دراھم و دنانیر علماء کے بل بوتے پر تقریر کرتا ، میڈیا والوں ، کافروں اور مشرکوں کے سوالات کے جوابات دیتا ہو اسے صغیر نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے ؟ جو بیوع اور تجارت و کاروبار جیسے عظیم باب میں جس میں کبار علماء بھی کلام کرنے میں تامل کرتے ہوں ، چھ مہینہ

1۔ مصدر سابق: 617-612/1

کسی غار و کہف نمامدرسے میں علماء کوانیس سے پڑھ کر، فتوے بازی اور درس وتدریس اس انداز سے کرتا ہو جیسے امت میں اس باب کو اس سے اچھا کوئی جاننے والا ہی نہیں۔ اسے صغیر نہ کہا جائے تو کیا مانا جائے ؟

جن کا کوئی علمی سلسلۂ نسب نہ ہو، کوئی روحانی باپ نہ ہو، جنہیں یا تو محض کتابوں نے معجزاتی انداز میں جنا ہو یا جو جذبات اور احساسات کے جن کے لگنے سے خبطی اور پاگل ہو کر بکبکانے لگے ہوں، یا جنہیں پیٹ کی بھڑکتی آگ اپنی تسکین کے لئے مختلف فنوں چھوڑ کر دین میں دعوت کے نام پر لے آئی ہو، انہیں صغیر نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے ؟

ظاہر بات ہے ایسے صغار کے پاس کہاں علم کی چاشنی مل سکتی ہے ؟ قرآن کی عظمت، حدیث کی محبت، رسول کی اطاعت کا جذبہ، صحابہ کرام کا منہج، سلف کے علمی لؤلؤ، گوہر اور موتی مل سکتے ہیں، ہاں ! مل سکتا ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہ جو کر گری مل جائے، تھوڑی بہت ایکٹنگ آجائے، مگرمچھ کے آنسو بہانا سیکھ جائے، لحن جلی و خفی سب کے ساتھ الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم پڑھ کر تھوڑا بہت بولنا سیکھ جائیں، تقلید سیکھ جائیں، علمی مواد چوری کرنا سیکھ جائیں، کتاب وسنت کو، علماء وسلف کو بے وقعت کرنا سیکھ جائیں، لوگوں کے بے وقوف بنا کر پیسہ اینٹھنا اور ان کی جیبیں خالی کرنا آجائے، واہ واہی اور ریاکاری وشہرت کے راستے معلوم ہو جائیں، دنیاداروں جاہل گنواروں کی سرداری مل جائے، اور جہاں تک علم کی بات ہے تو ان کی خاک بھی چھان لیں، پیر دھو کر بھی پی لیں تو نہیں ملے گا کہ فاقد الشئی لا یعطی جس کے پاس خود نہ ہو وہ آپ کو کیسے دیگا۔۔۔؟

عدم توازن:

ہاں ! یہ آپ کا رہا سہا توازن ضرور بگاڑ سکتے ہیں کیونکہ یہ خود غیر مستقیم شخصیات ہیں اوران کے بیانات بھی توازن سے خالی ہیں، چنانچہ ترغیب وترہیب میں توازن شریعت مطہرہ کا بہترین اصول، خوبی اور حسن ہے، اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے

فرمان: "یاحنظلۃ ساعۃ وساعۃ" کہکراسی توازن کی طرف اشارہ فرمایا تھا،اوراسی توازن کی برقراری دراصل بندے کو اللہ کی رحمت کاامیدوار بناتی ،اس کے عذاب سے خوف دلاتی،اوراللہ کے تئیں بندے میں حسنِ ظن پیدا کرتی ہے،اس کے بالمقابل اس پیمانے کااختلال بندے کو بے عملی ، مایوسی اور اللہ سے بد ظنی میں مبتلا کر دیتا ہے، اس اصول سے متعلق آپ انہیں دیکھیں گے کہ وہ لوگوں کو خیر و بھلائی پر ابھارنے اور شر و برائی سے روکنے کی تڑپ میں اسقدر مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں کہ شرعی نصوص کی دلالتوں کو بھی انکی حدوں سے باہر نکال دیتے ہیں،چنانچہ کبھی کسی جرم کی قباحت اور اس کی سزا کو اس قدر بڑھاچڑھا کر پیش کرتے ہیں کہ سننے والے یااس جرم میں واقع شخص کو لگنے لگتاہے کہ اب تواللہ کا عذاب چکھے بغیر چارہ نہیں، اس گناہ کے بعد توبہ بھی مفید نہیں، گذشتہ صالح اعمال بھی کام نہ آئیں گے وغیرہ وغیرہ ۔اور کبھی اسقدر نرمی سے کام لیتے ہیں کہ منکرینِ سنت و رسالت کو بھی اپنے ادھورے اسلام کے مفید ہونے کاوہم ہونے لگتاہے، جبکہ ان دونوں اندازوں میں سچا سلفی پیمانہ یہی ہے کہ خوف ورجاکے میزان کواختلال ومیلان کاشکارنہ ہونے دیاجائے۔

ہویٰ پرستی کے مطابق دعوت

اور یہ دعوت کاکام بھی منہجِ ربانی کے مطابق نہیں لوگوں کی ھوی پرستی کے مطابق کررہے ہیں۔

فلمی انداز دعوت:

چنانچہ لوگوں کو فلمیں پسند ہیں تو فلمی انداز میں دعوت دیجارہی ہے۔لوگوں کو فلم اسٹاروں سے محبت ہے تو فلم اسٹاروں کے ہاؤبھاؤاور سوٹ بوٹ اور طرز وانداز اختیار کرکے دعوت کاکام کررہے ہیں، لوگوں کو حسین مناظر بھاتے اور لبھاتے ہیں تو حسین مناظر دکھا کر دعوت کاکام کررہے ہیں، بھلا بتایئے کہ کیارسول ﷺ کے زمانے میں لوگ آپ سے دعوتی مطالبات نہیں کرتے تھے، چنانچہ مشرکین چاہتے کہ رسول اللہ

ﷺ کے ساتھ فرشتے نازل ہوں، کبھی وہ کہتے کہ ان پہاڑوں کو سونے کا بنادو، کبھی کہتے کہ ہمارے سامنے آسمان سے کتاب نازل کرکے دکھاؤ جسے ہم چھو سکیں، دیکھ سکیں، ہمیں بھی ایک ایک کتاب لا کردو، عذاب لے آؤ، ہمارے مردے آباء واجداد کو زندہ کرکے ان سے اپنی صداقت کی شہادت دلادو، نبی کا خزانہ ہونا چاہئے یا اس کے پاس باغ ہونا چاہئے، اس کی نرینہ اولاد ہونا چاہئے، کبھی کہتے کہ ایک دن ہم تمہارے معبود کی دوسرے دن تم ہمارے معبود کی پیروی کرو وغیرہ وغیرہ، لیکن کیا اللہ رب العالمین نے ان کی ہواپرستی کے مطابق اپنے نبی ﷺ کو دعوت کی اجازت دی؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ بارہا نہ صرف اس اصول کی وضاحت کی کہ ﴿ بَلِّغۡ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَ ﴾[1] ﴿ إِنۡ عَلَيۡكَ إِلَّا ٱلۡبَلَٰغُ ﴾[2] کہ نبی پہنچایئے! کہ آپ کا کام پہنچانا ہی ہے۔ بلکہ کبھی دھمکی آمیز انداز میں اپنے نبی ﷺ سے فرمایا بھی کہ ﴿ وَإِن كَانَ كَبُرَ عَلَيۡكَ إِعۡرَاضُهُمۡ فَإِنِ ٱسۡتَطَعۡتَ أَن تَبۡتَغِيَ نَفَقٗا فِي ٱلۡأَرۡضِ أَوۡ سُلَّمٗا فِي ٱلسَّمَآءِ فَتَأۡتِيَهُم بِـَٔايَةٖۚ وَلَوۡ شَآءَ ٱللَّهُ لَجَمَعَهُمۡ عَلَى ٱلۡهُدَىٰۚ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ ٱلۡجَٰهِلِينَ ﴾[3] "کہ اے نبی ﷺ اگر کفار کے مطالبے کے مطابق نشانی نہ لانے پر ان کا اعراض آپ پر اس قدر شاق گذر رہا ہے تو اگر تم میں طاقت ہو تو زمین میں سرنگ کھود کر یا آسمان میں سیڑھی لگا کر خود ہی کوئی نشانی لے آؤ، یہ کیوں بھولتے ہو کہ اللہ چاہتا تو ساری انسانیت کو ہدایت سے مالا مال کردیتا چنانچہ جاہلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔

اور کبھی واضح لفظوں میں حکم بھی دیا ﴿ وَلَا تَتَّبِعۡ أَهۡوَآءَ ٱلَّذِينَ لَا يَعۡلَمُونَ ١٨ إِنَّهُمۡ لَن يُغۡنُواْ عَنكَ مِنَ ٱللَّهِ شَيۡـٔٗا ﴾[4] "کہ جاہلوں کی ہوی پرستی کی پیروی نہ کرو اس لئے کہ یہ اللہ کے یہاں تمہارے کچھ کام نہ آئیں گے"۔

1۔المائدہ: 67

2۔الشوری: 48

3۔الانعام: 35

4۔الجاثیہ: 18-19

اور کبھی اپنے نبی کریم ﷺ کی زبانی کہلوا بھی دیا ﴿قُل لَّآ أَتَّبِعُ أَهۡوَآءَكُمۡ قَدۡ ضَلَلۡتُ إِذٗا وَمَآ أَنَا۠ مِنَ ٱلۡمُهۡتَدِينَ﴾[1] "کہ اے نبی ﷺ کہہ دیجئے کہ میں تمہاری خواہشوں کے مطابق چلنے والا نہیں اور اگر میں نے ایسا کیا تو یقینا میں گمراہ ہو جاؤں گا۔ یہ ایسا سمجھتے ہیں کہ لوگوں کی خواہش کے مطابق دعوت کا کام کریں گے تو لوگ جلد بات قبول کرلیں گے حالانکہ یہ ان کی نری جہالت ہے کیونکہ پہلی بات تو یہ کہ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے، ہمارے منہج ربانی میں خرد برد کرنے سے کسی کو ہدایت مل جائے ایسا ضروری نہیں، دوسری بات لوگوں کی ہوا پرستی پر دعوت کو موقوف کرنا در اصل دعوت کی تباہی ہے کیونکہ لوگوں کی ہوی پرستی اور خواہشات سمندر بے کنار ہے، دوسرے لفظوں میں وہ ضلالت و گمراہی کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا لامتناہی سمندر ہے اس کی کس کس موج کا آپ سامنا کریں گے۔؟؟

اسی لئے اللہ کا واضح فرمان ہے کہ ﴿وَلَوِ ٱتَّبَعَ ٱلۡحَقُّ أَهۡوَآءَهُمۡ لَفَسَدَتِ ٱلسَّمَٰوَٰتُ وَٱلۡأَرۡضُ وَمَن فِيهِنَّۚ بَلۡ أَتَيۡنَٰهُم بِذِكۡرِهِمۡ فَهُمۡ عَن ذِكۡرِهِم مُّعۡرِضُونَ ٧١﴾[2] کہ اگر حق بھی لوگوں کی خواہشات کی پیروی کرنے لگے تو آسمان و زمین اور ان کے بیچ رہنے بسنے والے تباہ و برباد ہو جائیں، چنانچہ ایسا نہ کرتے ہوئے ہم نے انہیں ان کا ذکر موعظت و نصیحت عطاء فرمائی ہے، لیکن افسوس وہ اس سے بھی رو گردانی کر رہے ہیں۔ دوسرے مقام پر پیار بھرے انداز میں اسی بات کو رب کریم نے کچھ یوں سمجھایا کہ ﴿وَٱعۡلَمُوٓاْ أَنَّ فِيكُمۡ رَسُولَ ٱللَّهِۚ لَوۡ يُطِيعُكُمۡ فِي كَثِيرٖ مِّنَ ٱلۡأَمۡرِ لَعَنِتُّمۡ﴾

[3] اور یاد رکھو کہ اللہ کے رسول ﷺ تمہارے درمیاں موجود ہیں اگر وہ بہت سارے امور میں تمہارے کہے پر چلتے رہے تو تم بڑی مشکل میں پڑ جاؤگے۔ اسی لئے رب العالمین نے اپنے نبی ﷺ اور امت کو منہج ربانی کی پیروی کا صریح حکم فرمایا تھا کہ

1۔ الانعام: 56

2۔ المومنون: 71

3۔ الحجرات: ۷

﴿ فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ ۖ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ ۖ وَقُلْ آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ ﴾[1] کہ اے ہمارے نبی ﷺ اسی لئے دعوت کا کام کرو اور جیسے کہا جا رہا ہے، جیسے حکم دیا جارہا ہے ویسے ہی کرو اسی پر استقامت سے ڈٹے رہو، اور لوگوں کی ہوا پرستی اور خواہشات کی پیروی نہ کرنا اور کھلے لفظوں میں کہنا کہ میں اللہ کی نازل کردہ کتاب پر ایمان لایا ہوں۔۔۔۔

اسی لئے میرے بھائی! لوگوں کو کتاب و سنت کی دعوت پہنچانا ہی اصل ہے جو محض اخلاص و للّٰہیت شفقت و نرمی، حکمت و موعظت، نصیحت اور علم و دلیل کی قوت کی بنیاد پر لوگوں تک بڑی آسانی سے پہنچائی جاسکتی ہے، اس کے لئے حسین مناظر دکھانے، خوب سوٹ بوٹ میں آنے، تصنع اور تکلف کی حدیں پار کرنے کی قطعی حاجت و ضرورت نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کی ناقص فہم کے مطابق یہ چیزیں لوگوں کو متاثر کرنے والی ہوں!، لیکن حقیت امر میں یہ چیزیں شیطان کا مٹیریل ہے جو اس نے آپ کی جہالت کے راستے دعوتِ دین میں داخل کردی ہیں، جس کے ذریعہ وہ بڑی آسانی سے کتاب وسنت سے لوگوں کو دور کررہا ہے، چنانچہ آپ غور کریں کہ لوگ مختلف طبیعتوں کے مالک ہوتے ہیں ان میں کوئی اچھی طبیعت کا ہوتا ہے تو کوئی بری، کسی کی نظریں ظاہر سے تجاوز نہیں کرتی تو کوئی پردے کے پیچھے کے امور اور بین السطور بھی مقدمات کی بنیاد پر جان اور پڑھ لیتا ہے، ان میں ظاہریت کے شکار، ہر چمکتی کو سونا سمجھنے والے زیادہ ہوتے ہیں چنانچہ جب آپ کسی ہیرو کے اسٹائل میں کبھی مندر سے گذرتے، کسی چرچ میں داخل ہوتے کبھی کسی پہاڑی سلسلے پر ٹہلتے وادیوں اور سمندری کناروں پر گھومتے نپے تلے جچے اور سجے مسجع و مقفع عبارت سے پر، ڈائیلا گز کے طرز وانداز میں، مختلف اینگل اور زاویوں سے بات کو کاٹ کاٹ کر پیش کرتے ہیں، تو بہت سارے لوگ اسلامی دعوت یا اللہ اور اس کے رسول کی بات سے متاثر ہونے سے قبل

1۔ الشوریٰ: 15

آپ کی شخصیت سے مرعوبیت کا شکار ہو جاتے ہیں، اور یہی شیطان کا منفذ ہے جہاں پر وہ کامیاب اور آپ فیل ہو جاتے ہیں، پھر گرچہ آپ کو لگتا ہو کہ آپ اللہ اور رسول کے دین کی تبلیغ کر رہے ہیں لیکن حقیقت میں آپ شیطان کے آلۂ کار بن جاتے ہیں چنانچہ وہ آپ کے ذریعہ اس طور پر لوگوں کو دین سے روکتا ہے کہ کسی کو حسین مناظر میں الجھا دیتا ہے کسی کو آپ کے کوٹ اور سوٹ بوٹ میں اٹکا دیتا ہے، کسی کو فلمی انداز کا مداح بناتا ہے، کسی کو ہیرو بننے کی تعلیم دیتا ہے کسی کو فلموں کے جواز کا اشارہ دیتا ہے اور کسی کو کچھ تو کسی کو کچھ ،رہی کتاب وسنت کی بات تو وہ ان ملابسات اور لوگوں کی خواہش و تمنا اور آنکھوں اور دل کو سرور پہنچانے والے بہت سارے امور کی رعایت میں گم ہو کر رہ جاتی ہے۔

شارٹ سیریل انداز دعوت:

پھر یہ کونسا طریقہ دعوت نبوی ہے کہ کسی حسین چہرہ بچے کا انتخاب کر کے کسی سیریئل کے طرز پر فرضی واقعہ گڑھ کر دعوت کے نام پر غلط کام کی اصلاح کی کوشش کیجائۓ جس میں آپ پہلے کسی کو چوری کرتے، خیانت اور ظلم و ستم کرتے، دغا اور دھوکہ کرتے ہوئے، بیڑی وسگریٹ نوشی تمباکو وشراب نوشی کرتے جوا کھیلتے اور دیگر جرائم کا ارتکاب کرتے ہوئے بتائیں پھر ان پر اسلامی احکامات وارد کریں۔

بھئی! آپ کے اس سیریل کو دیکھنے والے ہر طبقے کے لوگ ہوتے ہیں، جاہل گنوار، بچے بوڑھے، نوجوان مرد وعورت، اچھی خصلت اور بری خصلت والے سبھی اسے دیکھ کر اپنی اپنی طبیعت کے مطابق اس سے علم اور چیزیں اخذ کرتے ہیں، اب جو چور طبیعت کا ہو اور ساتھ ہی جاہل بھی ہو تو کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ یہ سمجھ لے کہ چوری کرنا جائز ہے اس لئے کہ اس نے کسی کو اسلامک چینل پر چوری کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ اور اس کے نزدیک اسلامی چینل میں غلط تھوڑی بتایا جاتا!!

پھر حقیقت امر میں کیا یہ دعوت کا نبوی اسلوب ہے؟ کیا صحابہ کرام نے بھی لوگوں کو سکھانے کے لئے نعوذ باللہ غلطیاں کیں پھر اصلاح کرکے بتائی۔۔؟ یا ان کا

طریقہ آپ کے طریقے سے مختلف تھا؟ اگر واقعی آپ کو لگتا ہے کہ آپ کا طریقہ اکمل و مکمل اور بہتر ہے کیونکہ اس میں تھیوری کے ساتھ پریکٹیکل بھی پایا جاتا ہے جبکہ صحابہ کرام و نبی ﷺ کے طریقے میں صرف بیان اور تھیوری پائی جاتی تو آپ کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہئے کہ آپ نہ صرف سلف کے طریقے کو ناقص بتا رہے ہیں بلکہ دوسرے لفظوں میں یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ نعوذ باللہ سلف کو بھی دعوت پہنچاتے ہوئے چوری سے ڈرانے کے لئے چوری کرکے، زنا سے ڈرانے کے لئے نعوذ باللہ زنا کرکے، حرام خوری سے بچانے کے لئے حرام خوری کرکے، ناانصافی سے ڈرانے کے لئے ناانصافی کرکے، جھوٹ سے ڈرانے کے لئے جھوٹ بول کر بتانا چاہئے تھا پھر کہنا چاہئے تھا کہ دیکھو اس کو فلاں اور فلاں گناہ کہتے ہیں اس سے بچتے رہنا۔!!

شخصیت پرستی کا رواج:

پھر ان ساری چیزوں کا آپ انکار بھی کر دیں تو اس حقیقت کو نہیں جھٹلا سکتے ہیں کہ اس قسم کی ویڈ کلپنگ کے ذریعہ دعوت کا کام کرنا شخصیت پرستی کو جنم دیتا ہے آج پچاسوں سالوں سے چلتی فلموں اور ان کے ایکٹرس کے تئیں لوگوں کے جذبات و احساسات کا تجزیہ ونچوڑ اس بات کا عینی شاہد ہے کیونکہ T.V، انٹرنیٹ اور کیمرے کی دنیا میں اجاگر کی جانے والی تہذیب کا معیار عام لائف اور زندگی سے کئی درجہ اونچا ہوتا ہے، اس کے لئے جگہ وماحول کو، کہنے والے اور پیش کرنے والوں کو بڑے ہی اچھوتے انداز میں پیش کیا جاتا ہے اور چونکہ اس قسم کے مناظر اور حسین چہرہ و خوبصورت لباس میں ملبوس انسانوں کو دیکھ کر فرد فطرتا جلد ہی مرعوب ہو جاتا ہے، اور نہ صرف مرعوب ہوتا ہے بلکہ اسے بڑی آسانی سے قبول بھی کرلیتا ہے اور خود کو ویسا ہی بنانے کی سوچنے بھی لگتا ہے۔ پھر چاہے حقیقت میں وہ شخصیت کیسی بھی ہو اسے اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا اس کے مد نظر صرف یہی چیز ہوتی ہے کہ فلاں کو T.V، پر پیش کیا گیا، جی ہاں! اسی طرح لوگ فلمیں دیکھ دیکھ کر ہیرو سے محبت کرنے لگتے ہیں، اس کے طور طریقے اپناتے ہیں، گرچہ وہ فی نفسہ کتنا بھی گھٹیا انسان کیوں نہ ہو، کتنا بھی بدصورت

کیوں نہ ہو، انہیں نہ اس سے کوئی غرض ہوتی ہے نہ اس کی پرواہ، اسلئے کہ وہ محبت کے ہاتھوں اندھے ہو چکے ہوتے ہیں، شخصیت پرستی کے خطرناک مرض میں مبتلا ہو چکے ہوتے ہیں، اور یہی حال لوگوں کا T.V، اور انٹرنیت پر دندنانے والے دعاۃ کے ساتھ ہورہا ہے۔ اور اسلام دراصل یہی نہیں چاہتا کہ لوگ نبی کے علاوہ کسی کی شخصیت سے مرعوب ہوں، اللہ کے علاوہ کسی اور سے دل لگائیں، جبکہ شخصیت پرستی اس راستے کا سب سے بڑا روڑا ہے، اور ہر زمانے میں دارصل یہ فتنہ کا سب سے بڑا سبب رہا ہے۔ کیونکہ یہ کتاب وسنت اور حبل اللہ سے لوگوں کو جوڑنے کے بجائے درمیانی واسطوں اور شخصیات ہی سے جوڑ دیتی ہے، بھلا بتایئے کہ قوم نوح میں شرک کیسے درآیا تھا؟ کیا وہ تصویر اور مجسموں کا فتنہ نہیں تھا، اندازہ لگایئے کہ جب شیطان ایک تصویر، ایک بے جان مجسمے سے پوری قوم کو شخصیت پرستی اور پھر اسی راستے شرک کے عظیم فتنے میں مبتلا کرسکتا ہے تو آپ کا حرکت کرتی ہوئی تصویر اور اس ویڈیو کے بارے میں کیا خیال ہے جو اپنے سارے مفاتن و شرور کے ساتھ ہوتی ہے، جس میں ماحول و معاشرے کو انتہائی بنا سنوار کر پیش کیا جاتا ہے، خطیب کو دولہے کی طرح سجا کر پیش کیا جاتا ہے اس کی حسین حرکات وسکنات کو پوری امانت کے ساتھ پہنچایا جاتا ہے، پھر اگر حرکات حسین نہ ہو تب بھی حسین بنانے کی ٹرینگ دیکر حسین بنا کر پیش کیا جاتا ہے، قائل اور خطیب گورا نہ ہو تو اسے گورا بھی بنادیا جاتا ہے، اس کے کپڑے گندے ہوں تو اسے بھی سفید کردیا جاتا ہے، وہ ہنسنا نہ جانتا ہو تب بھی ہنسنے کی ترغیب و تلقین کی جاتی ہے، پھر اس پر طرہ یہ کہ اسے کبھی آگ سے نکلتے ہوئے، کبھی دھویں میں آتے ہوئے، کبھی کھلیانوں سے گذرتے ہوئے کبھی جھرنوں سے کھیلتے ہوئے، کبھی ہواؤں سے باتیں کرتے تو کبھی پہاڑوں کی بلندیاں سر کرتے دکھایا جاتا ہو، یہ کس قدر فتنہ انگیز ہے، اور شیطان اس کے ذریعہ کہاں تک جاسکتا اور امت کو تباہی کے کس غار میں کس حدتک ڈھکیل سکتا ہے، اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے اسی لئے ہمارے سلفی علماء T.V، پر دعوت کے لئے نہیں آتے ہیں اور آئیں بھی کیوں؟ جب کہ رکارڈنگ کے ذریعہ یہ کام بطریق

احسن ہو سکتا ہو۔ اور ویسے بھی جب ویڈیو تقریر میں عالم بول ہی رہا ہے اور مقصود اس کی بات سننا ہی ہے، کسی اور طرح کی حرکت مطلوب نہیں، نہ اس کے چہرے کی خوبصورتی سے لین دین ہے، نہ کپڑے کی بناوٹ وسجاوٹ اور ماحول کی دیدہ زیبی سے کوئی سروکار! تو پھر ویڈیو کا فائدہ کیا ہے؟

تمثیل و مصنوعی حکایات کے ذریعے دعوت کا حکم:

اسی لئے سلفی علماء دعوت کے وسائل میں چھوٹی، بڑی، جھوٹ، سچ، ہر قسم کی تمثیل اور سیریل و فلموں کو ناجائز قرار دیتے ہیں، کیونکہ وہ جھوٹ کا پلندہ ہوتی ہے، گرچہ وہ سچے واقعہ ہی کی نقل کیوں نہ ہو، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ "**لا یصلح الکذب فی جدل ولا هزل**"[1] کہ جھوٹ حقیقت و مذاق ہر صورت میں ناجائز ہے، اس میں اداکاری پائی جاتی ہے جس کو تمسخر کی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فعلی غیبت قرار دیا ہے، حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے "**ما أحب أن حکیت إنسانا وأنی لی کذا کذا**"[2] کہ بہت زیادہ مال و دولت کے عوض بھی کسی کی نقالی مجھے پسند نہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی سچی بات کہی تھی فرمایا تھا "**ومن الناس من یستجیز صنع الحکایات المرغبة في الطاعات ویزعم أن قصده فیها دعوة الخلق إلی الحق فهذه من نزغات الشیطان فإن في الصدق مندوحة عن الکذب وفیما ذکر الله سبحانه وتعالی ورسوله صلی الله علیه وسلم غنیة عن الإختراع في الوعظ**"[3] کہ بعض لوگ اللہ کی اطاعت پر ابھارنے اور اس کی طرف رغبت دلانے کے لئے جھوٹی کہانیوں کا سہارا لینا جائز قرار دیتے ہیں اور ایسا سمجھتے ہیں کہ وہ حق کی طرف لوگوں کی رہنمائی کر رہے ہیں، جبکہ یہ شیطان کا انہیں صریح دھوکہ ہے اس لئے کہ اللہ کی طرف بلانے کے

1۔ سنن سعید بن منصور: 295/5

2۔ سنن ابی داؤد: 269/4، ح: 4232 (شیخ البانی نے صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ، ح: 1533 پر اسے صحیح قرار دیا ہے)

3۔ احیاء علوم الدین: 36/1

لئے سچائی کافی ہے، اور اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے دعوت کے جو وسائل و طرق اور مواعظ و نصائح دیدیئے ہیں وہ وعظ و نصیحت میں جھوٹے قصے کہانیوں کا سہارا لینے سے بے نیاز کردیتے ہیں"۔

اناشید کے ذریعہ دعوت کا حکم:

اسی طرح ان کے وسائل دعوت میں داخل کردہ اناشید اسلامیہ کو بھی ہمارے علماء نے ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ دعوت عبادت ہے اور عبادت میں اصل توقیف ہے اور اس طرح کے اناشید دعوت کے لئے کبھی رسول اللہ ﷺ اور سلف نے استعمال نہیں کیئے۔اور کیسے اسے جائز قرار دیا جائے؟ جبکہ اس میں کفار کی مشابہت ہے یہ یہود و نصاریٰ کی عبادت کا شعار ہے، موسیقی کے طرز اور سر و تال پر اسے ترتیب دیا جاتا ہے صوفیہ جس کے ذریعہ عبادت کرتے ہوں، جو اللہ کے ذکر سے غافل کرنے والی، قرآن سے دور کر کے لہو لعب اور غناء میں مشغول کرنے والی ہو، اکثر اوقات میٹھی آواز اور صاحب آواز کا اسیر بنادیتی ہو، دلوں میں نفاق کا بیج ہی نہیں بوتی پیڑ پودے اگادیتی ہو اسے کیسے عبادت قرار دیا جائے۔؟

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر ان وسائلِ غیر مشروعہ کی حاجت ہی کیا ہے؟ بھلا بتایئے کیااسلام مکمل نہیں ہوگیا؟ پھراس کے مکمل ہونے کا معنی کیاہے؟اس کی تکمیل کا تقاضاکیاہے؟ کیارسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ،تابعین ، تبع تابعین ،اوران گذشتہ تیرہ سوصدیوں میں سلف صالحین کے زمانوں میں اس قسم کے ناٹکوں ،ڈراموں ،اناشیدوں وغیرہ کے ذریعہ دعوت کی حاجت نہیں تھی ؟اگرضرورت تھی توانھوں نے اسے استعمال کیوں نہیں کیا؟ پھر کیا یہ ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، ملنے جلنے، اورپیشاب پاخانے وغیرہ امور کی وضاحت کریں پر دعوت اور وسائلِ دعوت جس پراسلام کی بقا،ترویج واشاعت منحصر ہےاسے نہ بتائیں؟! پھراگر واقعی ان وسائل میں خیر تھاتوکیارسول اللہ ﷺ اور صحابہ وسلف ہم سے زیادہ اس کی طرف سبقت کے حقدار نہ تھے؟

شبہ اور اس کا ازالہ:

اس کے باوجود کوئی بندہ ان وسائل کے ذریعہ کثرت سے اسلام قبول کرتے لوگوں کو دیکھ کر اس کے معتقد ہونے پر اصرار کرے تو اسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی یہ جواب ملنا چاہیئے کہ : "وسائلِ مشروعہ کا غیر مشروعہ سے مقارنہ کرنا اور یہ کہنا جائز ہی نہیں کہ اللہ رب العالمین نے جو وسائلِ دعوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں ان کے ذریعہ لوگ تائب نہیں ہوتے یا کم تائب ہوتے ہیں ! اسلئے کہ عقلی و نقلی اور فطری و طبعی طور پر یہ بات معروف ہے کہ ماضی میں ان وسائل کے ذریعہ کتنے کافر مسلمان، کتنے فاسق مومن ، کتنے عاصی تائب اور کتنے گمراہ ھدایت یاب ہوئے ہیں ! بلکہ اللہ جانے کتنی قومیں ،جماعتیں اور امتیں انہیں وسائل کی بدولت راہ یاب ہوئیں ! اس سے بڑھ کر سابقین اولین مہاجرین وانصار اور احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے سلف صالحین جن سے بڑھ کر اللہ کا کوئی ولی نہیں ہوسکتا۔ وہ مبارک جیل بھی انہیں وسائل کے مرہون منت دائرۂ اسلام میں داخل ہوئی تھی،اور آج بھی دیار اسلام اور دیار کفار میں کتنے لوگ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انہی پسندیدہ وسائل کے ذریعہ مسلمان ہورہے ہیں نہ کہ بدعی وسائل کے ذریعہ ! بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بعض ظاہر میں نظر آنے والے شیوخ اور دعوت کا کام کرنے والے دعاۃ کتاب وسنت کے جاہل ، آدابِ مخاطبت کے طرق سے عاری اور ان مشروع وسائلِ دعوت سے نابلد ہوتے ہیں جن کے ذریعہ اللہ لوگوں کو ھدایت سے ہمکنار فرماتاہے، چنانچہ وہ بدعی وسائل وطرق دعوت کیلئے استعمال کرنے لگتے ہیں، یادرہے کہ ان میں سے کچھ تو ایسا اچھی نیت سے کرتے ہیں جبکہ اکثر لوگ سرداری اور باطل طریقے سے مال وزر کے حصول کیلئے ایسا کرتے ہیں۔"[1]

1۔ مجموع الفتاوی: شیخ الاسلام :11/624-625

غیر مشروع وسائل اور ان کے استعمال کرنے والوں سے مرعوبیت کی وجہ:

اس قائل اور اس جیسے بیشمار لوگوں کے غیر مشروع وسائل کی کامیابی سے تاثر۔ دوسرے لفظوں میں بردرس کے منہج سے تاثر۔کی وجہ دراصل یہ غلط فہمی ہے کہ اکثر لوگ داعی کی دعوت کے نتائج (کامیابی یا ناکامی) دیکھ کر اس کے منہج دعوت کی صحت یا عدم صحت کا عاجلانہ و ظاہرانہ فیصلہ کر لیتے ہیں جبکہ حقیقتِ امر میں منہج کی صحت وفساد کا نتائجِ دعوت کے مثبت یا منفی ہونے سے کوئی تعلق ہی نہیں ! ورنہ کہنا پڑیگا کہ حضرت نوح علیہ السلام جیسے اولوالعزم رسول نعوذ باللہ اپنی 950سالہ تبلیغ میں ناکام تھے ! ان کا منہجِ دعوت درست نہ تھا ! انہوں نے کچھ کیا ہی نہیں ؟ ! وہ سارے انبیاء جن کے متبعین ایک یا دو تین کی تعداد میں تھے، اپنے مشن میں ناکام رہے؟ یا انہوں نے اللہ کا پیغام کماحقہ نہیں پہنچایا؟ ! صحیح بات یہ ہے کہ منہج کا تعلق بندے کی نبوی تابعداری کے امتحان سے ہے، جو بندے کی کوشش کے قبیل سے ہے، جبکہ دعوت کی قبولیت اور اسکے مثبت نتائج کا تعلق توفیقِ الٰہی سے ہے ،جو کبھی رب کے فضل وانعام اور رزق کے قبیل سے ہوتی ہے جیساکہ نبی موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور آپ ﷺ کے ساتھ ہوا ۔﴿ ذَٰلِكَ فَضْلُ ٱللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَآءُ ۚ وَٱللَّهُ ذُو ٱلْفَضْلِ ٱلْعَظِيمِ ﴾[1]، ﴿ أَوَلَمْ يَرَوْا۟ أَنَّ ٱللَّهَ يَبْسُطُ ٱلرِّزْقَ لِمَن يَشَآءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾[2] تو کبھی سبب، وسیلے اور ذریعہ کے قبیل سے ہوتی ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان: **ان اللہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر**"[3] اسی بات کی وضاحت کرتا ہے، شاعر کا کلام : پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے" بھی اسی ضمن میں کہا گیا ہے، اسی وجہ سے آپ تاریخ میں بہت سارے لوگوں کو کئی لوگوں کے قبولِ

1۔ الجمعۃ:4

2۔ الروم:37

3۔ متفق علیہ (بخاری:ح:6606، مسلم:ح:111)

اسلام کا سبب بنتے دیکھیں گے لیکن اس سے ہر گز بھی ان کا حق پر ہونا ثابت نہیں ہوتا، خود ہندوستان کی تاریخ میں خواجہ اجمیری معین الدین چشتی اور نظام الدین اولیاء جیسے کئی صوفیاء وغیرہ ایسے گذرے ہیں جن کے ہاتھ پر ہزاروں لوگوں نے اسلام قبول کیا تو کیا یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ان کا منہجِ دعوت درست تھا؟!

پھر وہ ان وسائل کے ذریعہ دعوت کے ایک ہی پہلو کو کیوں دیکھتے ہیں کہ ان کے ذریعہ بہت سارے لوگ ہدایت یاب ہو رہے ہیں، اس پہلو پر نظر کیوں نہیں ڈالتے کہ ان وسائل نے مسلمانوں کو دعوت کے ساتھ اور کن کن ابواب میں حقیقی دین سے دور کر دیا ہے؟

پھر ان وسائل کے ذریعہ جو مسلمان ہو بھی رہے ہیں وہ کس قدر منحرف فکر، گمراہ معتقد، ڈھلمل یقین، کمزور ایمان اور کچے دین ہوتے ہیں، پل میں تو شہ پل میں ماشہ جن کا وصف، منافقت جن کی نشانی ہوتی ہے، کبھی کبھی ان کے ہاؤ بھاؤ دیکھ کر انہیں اسلام قبول کروانے والا بھی ان کے اسلام کو لیکر تردد کا شکار رہتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان وسائل کی طرف رغبت دراصل نبوی آثار سے دوری، سلفی منہج سے اعراض اور حبل اللہ پر کمزور گرفت ہی کا نتیجہ ہے، سچ فرمایا تھا علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے کہ: **کلما ضعف تمسک الامم بعهود انبیائهم ونقص ایمانهم عوضوا عن ذلک بما احدثوه من البدع والشرک**"[1]، کہ لوگ جس قدر منہجِ انبیاء سے عملا دور اور اس کی صداقت، حقانیت، ابدیت اور صالحیت پر ایمان ویقین میں عقیدۃ کمزور ہوتے جاتے ہیں اسی قدر بدعات وخرافات اور شرکیات وکفریات کی دلدل میں دھنستے چلے جاتے ہیں۔

اس طرف کیوں نہیں دھیان دیتے کہ یہ وسائل، دعوت کے نام پر کس طرح حقیقی دعوت سے روک اور شرعی وسائلِ دعوت سے دور کر رہے ہیں؟

1۔ اغاثۃ اللهفان من مصائد الشیطان: 200/1

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا''**فالعبد إذا أخذ من غير الأعمال المشروعة بعض حاجته قلت رغبته في المشروع وانتفاعه به بقدر ما اعتاض من غيره بخلاف من صرف نهمته وهمته إلى المشروع فإنه تعظم محبته له ومنفعته به ويتم دينه ويكمل إسلامه**''[1] ''کہ بندہ اگر غیر مشروع اعمال سے اپنی تھوڑی بھی حاجت پوری کرتا ہے تو جس قدر اس نے غیر مشروع اعمال سے ضرورت پوری کی اسی قدر مشروع اعمال سے اس کا استفادہ اور اس میں اس کی رغبت کم ہو جاتی ہے۔ بر خلاف اس بندے کے جو مشروع اعمال کو اپنا مطمح نظر بناتا ہے، اپنی توجہ جائز امر سے استفادے پر مرکوز رکھتا ہے چنانچہ ایسے بندے کے دل میں نہ صرف ان مشروع کاموں کی محبت بڑھ جاتی ہے بلکہ ان سے اسے دوگنا فائدہ بھی ہوتا ہے اور اس کا دین وایمان بھی مکمل ہو جاتا ہے''۔

غیر مشروع وسائل سے لگاؤ کے نقصانات:

جی ہاں ! ان کے غیر مشروع وسائل دعوت سے اشتغال ہی کی وجہ سے آج لوگوں میں اسلام کے مسلمانوں کو دیئے ہوئے محکم دعوتی وسائل سے بے رغبتی در آئی ہے، اس کی اہمیت لوگوں کی نگاہوں میں کم ہو گئی ہے۔

آفاقی رسالۂ و پیغام مسجد کی محدودیت:

چنانچہ آج وہ مسجد درس وتدریس کے قابل نہیں سمجھی جاتی ہے، جس کو کل تک نبی کریم ﷺ اپنی دعوت کا مرکز بنائے ہوئے تھے۔ ہر چھوٹے بڑے معاملے میں ''**الصلاۃ جامعۃ**'' کہکر لوگوں کو اس کی طرف بلاتے، اور منبر سے احکامات صادر فرماتے تھے، پھر وہ جیش اور لشکر کی تیاری ہو، غرباء وفقراء اور مساکین پر خرچ کرنے اور ان کی حاجت براری کا مسئلہ ہو، کسی واجب، مندوب، مستحب، مکروہ، حرام امر کو

1۔ اقتضاء الصراط المستقیم۔ ص: 217

بتانا ہو، مال غنیمت تقسیم کرنا ہو، صدقۃ الفطر جمع کرنا ہو، دشمن کو قید کرنا ہو، دعوتی وفود کی رہنمائی اور ان کے ٹھہرانے کا مسئلہ ہو، غرض کہ بہت کچھ آپ ﷺ یہیں سے کرتے اور یہی آپ کے خلفاء راشدین اور ان کے بعد ائمۂ ھدی اور سلف صالحین کرتے آئے تھے، لیکن آج دعوت کے عبادت اور مسجد کے عبادت گاہ ہونے کا کچھ خیال ہے نہ اس سے برکت کے حصول کا کوئی شعور، جسے دیکھئے کمیونٹی ہال کا رخ کرتا نظر آتا ہے اور کرے بھی کیسے نہ؟ جبکہ موجودہ دعوتی پروگراموں کے خرافاتی سجاوٹ کے انتظامات و لوازمات مسجد میں پورے نہیں ہو سکتے۔

خطبۂ جمعہ اور اس کی مقصدیت سے بے اعتنائی:

اسی طرح جمعہ کے ان خطبوں کو جس میں ماحول و معاشرے، وقت اور حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے سارے ہی مسلمانوں کو انتہائی مختصر وقت میں جامع کلمات کے ساتھ توجیہ و نصائح پیش کئے جاتے ہیں، رسم بنا کر رکھ دیا گیا ہے، اس سے سیکھنے اور کچھ لے کر گھر لوٹنے کا تصور معدوم ہو چلا ہے جسے دیکھئے وہی لیٹ آتا ہے، کوئی ٹائم بچاتے ہوئے نیند پوری کرتا ہے، کوئی دکان داری کا حساب کتاب کرتا ہے، اور امام صاحب کے اچھے نہ ہونے کا شکوہ کرکے ان کی باتوں پر کان نہیں دھرتا۔ لیکن یہی مسلمان کسی اردر بردر کے پروگرام میں نہاد ہو کر، تیل کنگھی کرکے، پوری تیاری کے ساتھ کمیونٹی ہال میں حاضر ہوتا ہے، اگلی صفوں یا کسی اونچی جگہ کا انتخاب کرتا ہے، ابتداء بیان سے انتہاء تک پوری چوکسی سے سنتا ہے، اسکی آنکھوں کے ساتھ گردن بھی بلند رہتی ہے کہ کب مجھ غریب پر کیمرے کی نظرے کرم ہو جائے، اور TV کے روشن مقدر میں میری بھی تصویر چمک جائے، رہتی دنیا تک میں بھی امر ہو جاؤں۔

یومیہ دروس کا دیوالیہ:

مسجد کے فجر بعد اور عشاء یا عصر بعد کے یومیہ دروس بھی حالت نزاع کو جا پہنچے ہیں، دو چار، پانچ بوڑھے آدمی جواب زندگی سے اوب کر مسجد کا رخ کئے ہوتے ہیں وہی اس کی زینت ہوتے ہیں اور بس!

مدارس کی افادیت کو ٹھیس:

زمانۂ قدیم سے مدارس تبلیغ اسلام کے اہم سورسس اور بنیادی وسائل شمار ہوتے رہے ہیں ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات خود ایک مدرسہ تھی ،صفہ کو اس سلسلے کی مبارک بنیاد ہونے کا شرف حاصل ہے،کہنے کا مقصود یہ ہے کہ ان مدارس کی اہمیت بھی ختم ہوتی جارہی ہے۔

کتب کی بے وقعتی:

دور دور تک اور نسل در نسل پیغام پہنچانے کا وسیلہ کتاب بھی بے وقعت ہو گئی ہے، مسجدوں، گھر مدرسوں، اور عام پبلک لائبریریوں کی کتابیں گرد و غبار سے اٹی رہتی ہے ، پر کوئی ان کی گرد جھاڑنے والا نہیں ، دیمکیں ہی بیچاریاں ان کی خیر خواہ ہیں جو انہیں موقع بموقع چاٹتی رہتی ہے۔

علماء کی ناقدری:

قرآن کریم کے حاملین ،احادیث رسول ﷺ کے عارفین اور سلف کے آثار و علمی اثاثے کے ترجمان محترم علماء کرام ناقابل التفات ہوگئے۔

افادیتِ اذان سے غفلت:

وہ اذان جس کے ذریعہ کافروں ،مشرکوں، ملحدوں ،اہل کتاب ، مسلموں ،فاسقوں، فاجروں اور نافرمانوں پر ہر دن پانچ مرتبہ حجت پوری ہوتی ہو، جسے اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی زبانی مکمل دعوت (**اللہم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ**[1]) کہا ہو، جس کی اہمیت جان کر کفار جسے بند کروانا چاہتے ہوں ،جس کے بیشمار فضائل ہوں اس کی دعوتی اہمیت کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا۔

1۔ صحیح ابی داؤد-الام : شیخ الالبانی:25/3،ح:540

انفرادی دعوت کا فقدان:

انفرادی دعوت جو شخصی تربیت شمار ہوتی ہے، مکمل دعوت کا وہ مظہر ہے جسمیں مدعو کی ہر دینی، دعوتی و علمی ضرورت پوری ہوتی ہے، اشکالات دور کئے جاتے ہیں، مناقشات اور ردود ہوتے ہیں، علمی دلائل کا تبادلہ ہوتا ہے، علمی ٹریننگ اور تربیت کا موقع ہوتا ہے جس میں ایک ایک غلطی کا چن چن کا صفایا ہوتا ہے، جس میں مدعو کے ساتھ طویل دعوتی روابط رکھے جاتے ہیں اسلام کے بنیادی اصولوں کو جس کے ذریعہ مدعو کے دل و دماغ میں آسانی سے پیوست کیا جاسکتا ہو، جس کے ذریعہ حجت تمام ہوتی ہو۔ جو دین کے مدد گاروں کے اکٹھا کرنے کا سب سے تیز رفتار بے ضرر، بے خرچ، ذریعہ ہو، جس کے لئے غزیر اور گہرے علم کی بھی ضرورت نہ ہو جس کو ہر کوئی ہر وقت ہر جگہ طالب علم اپنے اسکول و کالج میں، ڈاکٹر اپنے پیشے میں تاجر اپنی تجارت میں مزدور اپنی مزدوری میں باآسانی استعمال کرسکتا ہے جس کا رسول اللہ ﷺ اور سلف نے سب سے زبردست استعمال کیا ہو آج ان دعاۃ نے لوگوں کی توجہ اس سے بھی پھیر دی ہے، چنانچہ اب ہر کوئی اسٹیج پروگرام کروانا چاہتا ہے، کیمرہ، زبردست مائک، کھچا کھچ پبلک اور دیدہ زیب اسٹیج کے ساتھ کئی گئی اپنی تقریر کو نیٹ پر اپلوڈ کروانا چاہتا ہے، ہر کوئی ٹی وی چینل کھول کر ان مجہول لوگوں تک، جنہیں وہ جانتا پہچانتا بھی نہیں، اور شاید جن کا اللہ نے اسے مکلّف بھی نہیں کیا ان تک دعوت پہنچانا چاہتا ہے، اس کے لئے ہزاروں بلکہ لاکھوں اور کروڑوں روپئے ہر دن پانی کی طرح بہا بھی رہاہے، لیکن جن کے بارے میں اللہ پوچھے گا ان سے صرف نظر کرلی ہے، چنانچہ بیوی بچوں کی پرواہ نہیں، بہن غیر مردوں سے کبھی فون پر کبھی واٹس اپ اور کبھی فیس بک پر اور کبھی تو اسکول و کالج میں تعلقات بناتی رہے، اس سے سروکار نہیں، بھائی ماڈلنگ کرے، اس کی فکر نہیں، والدین نماز چھوڑ کر سوتے رہیں احساس نہیں، گھر میں رات دن ٹی وی چلے، گانے سنیں اور فلمیں دیکھی جائیں، فکر کی بات نہیں، پڑوسی شراب خوری کریں، جوا کھیلیں، گلیوں

کے نوجوان چھورے ماں بہنو کا نکڑ پر تاک تاک کر، سیٹیاں اور تالیاں بجا بجا کر، آنکھیں مار کر، گندے سندے فقرے کسکر گذرنا اور جینا دو بھر کریں، اس کی پرواہ نہیں۔

اہل خانہ کی تربیت سے بے پرواہی:

غرض کہ یہ اپنے ساتھ امت کی پوری توجہ اور طاقت دنیا کے تیسرے کونے میں موجود شخص تک دعوت (وہ بھی اردو زبان میں ! جس کو شاید وہ سمجھتا بھی نہیں !) پہنچانے کے لئے صرف کر رہے ہیں، اسی کو پوری دنیا میں دعوت پھیلانا سمجھتے ہیں، جو ایسا نہ کرے اسے داعی بھی نہیں سمجھتے، حالانکہ اگر یہ بات سچی ہوتی تو سب سے پہلا اعتراض نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ پر وارد ہوتا کہ اللہ رب العالمین نے آپ کو ساری دنیا کے لئے رسول بنا کر بھیجا تھا لیکن آپ نے زندگی کا اکثر حصہ عربوں ہی کو وہ بھی مکہ اور مدینہ اور اس کے آس پاس کی بستیوں کو سکھانے پڑھانے میں گذار دیا اور انتہائی آخری مرحلے میں خطوط کے ذریعہ جزیرہ عرب سے باہر دعوت دی، لیکن سبحان اللہ ! رسول اللہ ﷺ جن کو اللہ نے ساری انسانیت ، سارے زمانوں اور مکانوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا تھا ان کا یہ طرز عمل ہی بتاتا ہے کہ اصل دعوت یہ ہے کہ اسلام کی ترویج کے ساتھ اپنے راس المال کی حفاظت کریں۔ جو بندے مسلمان ہو چکے ہیں، آپ کے قریبی ہیں، آپ کے پاس اور قرب جوار کے رہنے والے ہیں آپ انہیں کی بہترین ٹریننگ اور تربیت کا انتظام کر کے آئندہ کئی نسلوں کے لئے انہیں تیار کر جائیں، خود اپنی ذات سے یہ عمل اسٹارٹ کریں اپنے بھائی بندوں، قریبی رشتہ داروں کو سکھائیں اور ان کی اصلاح کریں۔ پڑوسیوں اور محلّہ گاؤں والوں کی دینی حاجت پوری کریں، ساتھ ہی صدع بالحق کا فریضہ بھی جاری رکھیں، ایسا نہ ہو کہ آگے پاٹ پیچھے سپاٹ ہو جائے، اس آدمی کی گت بنے جس کا جیب پھٹا ہو اور وہ اس میں پیسہ ڈال ڈال کر اگلے پیسوں کے چکر میں موجودہ پیسے گنواتا جائے اس شخص کی حالت نہ ہو جو ایک ہی جگہ کھڑے ہو کر کسی جوگنگ مشین پر آگے کو بھاگتا ہے مگر اس کی ترقی اور تقدم صفر ہو۔

اسٹریٹ دعوت کی حقیقت:

جی ہاں ! یہ دعاۃ یہی کر رہے ہیں یقین نہ آئے تو کبھی اسٹریٹ دعوت پر جا کر دیکھ لیجئے کہ کس طرح یہ لوگوں کو مسلمان بناتے ہیں۔ کچھ تھوڑا بہت پڑھے لکھے آبائی مسلم نوجوان ، کچھ نو مسلم جوان جو کسی اسلامک دعوہ سینٹر کے تحت کام کرتے ہیں کسی مخصوص دن سنڑس کے نام کی ٹیشرٹ جس پر کبھی I love Islam، تو کبھی I love Muhammad، تو کبھی "قرآن سب کے لئے" جیسے فقرے لکھے ہوتے ہیں پہن کر نکل کھڑے ہوتے ہیں دعوت کرنے کے لئے ! ان میں سے کسی کو گیتا ، کسی کو رامائن ، کسی کو مہابھارت تو کسی کو بائبل اور اتھر وید وغیرہ کے کچھ اشلوک یاد ہوتے ہیں، اپنے ساتھ Free Distribution (مفت تقسیم کے لئے) قرآن، کتابچے، پمفلٹس لئے ، یہ کسی درخت کے نیچے ، کسی بہتی شاہراہ کے کنارے ، یا کسی ریلوے پلیٹ فارم پر یا کسی بس اسٹینڈ پر یا کسی بھی پبلک جمع ہونے کی جگہ اپنا اسٹال لگاتے ہیں ، ہر گذرنے والے کے ساتھ کھڑے ہو کر تھوڑی بہت باتیں کریں گے ، ساتھ میں دو تین فوٹو کھنچوائیں گے ، تھوڑا بہت سمجھا دیں گے جس کو کبھی وہ سمجھ پاتا ہے تو کبھی نہیں، اس کے بعد اس سے کہتے ہیں کہ میں جو کہوں وہ کہو وہ بیچارہ ہامی بھرتا ہے، ادھر یہ کلمہ "**لا اله الا الله محمد رسول الله** ﷺ" لفظ بلفظ سے پڑھوا دیتے ہیں اس کا نام، ولدیت، پتہ ، فون نمبر وغیرہ نوٹ کر لیتے ہیں، بعد میں بھلے ہی اس سے کوئی رابطہ نہ رکھیں لیکن وہ بندہ بڑی آسانی سے ان کے نو مسلموں کی لسٹ پر چڑھ جاتا ہے ، اسی طرح گذرنے والے گذرتے رہتے ہیں، ان کے اوراقِ ڈائیری پر مسلمان ہونے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا ہے ایک دو ہفتہ میں اچھی خاصی تعداد ہو جاتی ہے، پھر کسی غنی اور امیر پارٹی کو پکڑا جاتا ہے، اور اس پر اپنے اس انتاج اور دعوتی پروڈکشن کی لسٹ پیش کی جاتی ہے ، وہ بیچارہ اتنے نو مسلموں کی تعداد دیکھ کر ہی مبہوت رہ جاتا ہے، متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا، پھر وہ ان پر بے دریغ پیسہ خرچ کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، اس طرح با آسانی ایک بڑی رقم ان کے ہاتھ لگ جاتی ہے۔ ان میں سے بعض اسی مقصد سے غیر

مسلموں کو عوام کے بھرے مجمع میں اسلام قبول کرواتے ہیں ایسا ہم اس لئے کہہ رہے ہیں کہ بھرے مجمع میں ان کے اسلام قبول کروانے کا کام وہ بھی ہندوستان جیسے غیر مذہبی اکثریت والے ملک میں، حکمت دعوت اور شریعت کے اصولوں دونوں کی خلاف ہے، مانتے ہیں کہ اس کے کچھ پہلو خیر سے خالی نہیں جیسے اسلام میں رغبت رکھنے والوں کو کھل کر اسلام قبول کرنے کا موقع ملتا ہے، اسلام کی تبلیغ ہوتی ہے اور لوگوں میں جانکاری کا جذبہ بڑھتا ہے، لیکن پھر بھی اس کی سلبیات ایجابیات سے بہت بڑھ کر ہے خاص کر، غیروں کی طاقت و قوت اور حکومت والے دیش میں۔

مخلوط معاشرے میں نومسلم کے تشہیرِ اسلام کا مسرجو نقصان:

چنانچہ یہ کیسے ممکن ہے کہ غیر مسلم اپنے ہی وطن اور ملت میں، اپنی نگاہوں کے سامنے اپنے بھائیوں، رشتہ داروں کو، دوستوں اور اعزاء کو اپنا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرتے دیکھتے رہیں، اپنی ناک کے نیچے دشمن کو پلتا اور پھلتا پھولتا دیکھتے رہیں، اس کی نفری قوت بڑھتی برداشت کرتے رہیں، اور ان کی جاہلی حمیت وغیرت اپنے آباء و اجداد، دین ودھرم اور جھوٹے معبودوں کے تئیں بیدار نہ ہو! اور کسی طرح کا ردعمل سامنے نہ آئے! ایسا نہیں ہوسکتا، خاص کر اس وقت جب کہ ملک میں ان کی اکثریت غلبہ، قوت وطاقت ہو چنانچہ جب ردعمل طئے پایا تو عقل وحکمت کا تقاضا ہے کہ غیر مسلموں کے اسلام کی تشہیر خاص طور پر مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مخلوط مجمع یا کسی وسائل اعلام کے مباشر وسیلے پر نہ کیجائے، بلکہ جہاں تک امکان ہو اس میں سریت برتی جائے، ابتدائے اسلام میں یہی نبی کریم ﷺ کا طریقہ تھا چنانچہ آپ ﷺ کے بارے میں آپ کو کہیں نہیں ملے گا کہ آپ نے فلاں بن فلاں صحابی کے اسلام کی تشہیر کی ہو (الاماشاء اللہ) بلکہ اس زمانے میں اپنے اسلام کی تشہیر کرنے والے کو زدو کوب اور دردناک اذیتوں سے گذرنا پڑتا، خود حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو اپنے اسلام کے اعلان پر مشرکین سے دن بھر لڑائی کرنی پڑی، اسی لئے آپ ﷺ فرماتے تھے کہ "**استیعنوا**

علی حوائجکم بالکتمان فان کل ذی نعمۃ محسود"[1] کہ اپنی ضرورتوں کو چھپا کر پورا کرو اس لئے کہ ہر صاحب نعمت کے حاسدین ہوتے ہیں، بھلا بتایئے تبلیغ اسلام سے بڑھ کر بھی ایک مسلمان کی کوئی حاجت ہو سکتی ہے؟ اور لوگوں کے قبول اسلام سے بڑھ کر انعام اور نعمت بھی کوئی ہو سکتی ہے؟ پھر کیوں نہ اسے چھپایا جائے، خاص طور پر اس وقت جبکہ حالات سازگار نہ ہو، اور یہ بھی دیکھئے کہ اس میں داعی مدعو اور دعوت تینوں جہت کا فائدہ ہے، اور اس کی مخالفت میں تینوں جہت کے نقصان کا قوی خدشہ ہے۔

عدمِ تشہیر کا ممکنہ فائدہ:

داعی کا فائدہ:

چنانچہ داعی کا فائدہ اسطور پر کہ جب اس کی دعوت کے اثرات و نتائج لوگوں (مشرکوں) سے مخفی ہونگے اس کی ترقی کافروں کے سامنے نہیں آئے گی تو نہ کوئی کافر اس سے حسد کرے گا اور نہ اسے دعوت سے باز رکھے گا، وہ بڑی آسانی کے ساتھ اپنے اسٹیج پروگرام جہاں چاہے گا رکھ سکے گا، انفرادی طور پر جہاں چاہئے جس محفل، بازار، ایریے اور شہر میں دعوت کے لئے گھومنا چاہے اسے کوئی روکنے والا نہ ہوگا، وہ اس طرح انتہائی اطمینان سادگی اور پوری کامیابی کے ساتھ آگے بڑھتا اور دعوت کو آگے بڑھتا چلائے گا۔

مدعو کا فائدہ:

مدعو کا فائدہ اس طور پر کہ مخلوط مجالس سے ہٹ کر، تشہیرِ عام سے بچ کر صرف مسلمانوں کے معاشرے، ان کی خاص محفلوں اور مجمعوں میں اس کا تعارف ہوگا، تو اس میں اس کے مصالح کی حفاظت بھی ہوگی اور وہ مفاسد سے بچ بھی جائے گا، مصلحتیں اس طرح حاصل ہوگی کہ اس کا اپنے نئے مسلمان بھائیوں سے تعارف ہوگا، ہندو سے مسلمان ہونے کی صورت میں پوری لائف چینج کرنے میں اسے ابتدائی ایام میں جس

1۔ المعجم الکبیر للطبرانی: 292/2، ح: 1186 (شیخ البانی □ نے صحیح الجامع الصغیر وزیادتہ، ح: 943 پر اسے صحیح قرار دیا ہے)

سریت کی ضروت ہوتی ہے وہ اسے ملے گی، اسی سریت کے پردے میں وہ کسی خطرے کے بغیر گھر بسالیگا، شادی کرلیگا، تجارت وکاروبار چینج کرلیگا، نئے دوست بھائی مل جائیں گے ،اور مسلمانوں کو بھی ایک نئے مہمان کی آمداوراپنی بڑھتی نفری قوت پر خوشی ہوگی ،ان مصالح کے مل جانے کے بعد پھر گرچہ تشہیر ہو بھی جائے تواسے وہ کوئی نقصان نہیں پہنچا ئیگی ۔ مفاسد سے اسطور پر بچے گا کہ غیر مسلم بھائیوں کو اس کے مسلمان ہونے کی اطلاع کی صورت میں ان کی طرف سے متوقع گھر بار ، بیوی بچوں ، مجتمع اور معاشرے کی مشکلات اور پریشانیوں سے بچ جائیگا۔

دعوت کا فائدہ :

اور جہاں تک دعوت کے فائدے کی بات ہے تو دراصل داعی اور مدعو کے فوائد ہی میں دعوت کے فوائد مضمر ہیں لیکن اگر ایسا نہ کیا جائے بلکہ مخلوط مجمع میں یا مباشر چینل پر اسکے اسلام کا اعلان کر دیا جائے تو نہ اس بیچارے نو مسلم کو مسلمانوں کی خاص مجالس میں متعارت کرانے کی صورت میں ہونے والے فوائد حاصل ہونگے اور نہ کوئی نئی زندگی کی اسٹارٹنگ میں اس کی مدد کو ہاتھ بڑھائیگا ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ تھوڑی بہت شہرت مل جائے اور وہ بھی کافروں اور مشرکوں کی شدید مخالفتوں پر منتہی ہو جو ممکن ہے اس کے پائے ثبات میں تنزلزل کا سبب بن جائے، اسلام کے بعد پھر اسے کفر کی وادیوں میں لوٹادے۔ پھر ردعمل کی یہ مفسدت مدعو کے ساتھ ہی داعی کی طرف بھی منتقل ہوسکتی ہے، اور اس کے ساتھ ہی پور مسلم برادری کی طرف بھی چنانچہ کوئی بعید نہیں کہ مسلمانوں کو ہی انتقام کی آگ میں ٹارگیٹ پر رکھ لیا جائے ، پھر گھر واپسی کا ڈھونگ رچا کر، یامذھبی جذبات مجروح کئے جانے کا بہانا بنا کر قتل، فساد، اغواء مار دھاڑ اور غارت گری کا بازار گرم کرکے تھوڑی بہت چلتی دعوت کو بھی شانت اور خاموش کردیا جائے ؟

دعوۂ دعوت (دعوت غیر مسلموں جبکہ اصلاح مسلمانوں میں ہوتی ہے) کی حقیقت

بہر حال حقیقت یہ ہے کہ یہ غیر مسلموں کی دعوت کے نام پر جو کچھ کر رہے ہیں ، وہ صرف دعوت کا ایک جزء ابلاغ ہے۔

(1) اور معلوم ہونا چاہئے کہ دعوت یہیں پر ختم نہیں ہوتی یا اسی کو کلی دعوت نہیں کہا جاسکتا بلکہ دعوت کا عمل تو یہاں سے اسٹارٹ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کے ساتھ ہی لگے دوسرے مراحل جیسے حوار، مناظرہ، جدال بالحسن، انفرادی خصوصی ملاقاتیں، دلائل و براہین کی وضاحت، باطل کا رد، شبہات کا ازالہ، انتفاء موانع، اتمام حجت وغیرہ بھی نہیں بھلائے جاسکتے، دعوت کے مقبول ہونے کے بعد مدعو کی صحیح سلفی تعلیم و تربیت، طہارتِ باطن اور تزکیہ نفس اور تصفیہ کا مرحلہ بھی انتہائی اہم ہے، پھر مدعو کو عمل کے قابل بنا کر دوسروں کی تبلیغ کے لئے تیار کرنا بھی طویل المدت عمل ہے ،اوران تمام اراکین سے مل اور مراحل سے گذر کر ہی "**شہادۃ علی الامم**" کا فریضہ پورا ہوتا ہے، "**خیر امۃ**" کا طمغہ اور ایوارڈ ملتا ہے۔

(2) پھر آپ قرآن کریم کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ موخر الذکر مراحلِ دعوت اپنی اہمیت میں مرحلہ ابلاغ سے کسی درجہ میں بھی کم نہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے اس سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں تو بیجا نہ ہوگا اس لئے کہ اسلام کو نام کے مسلمانوں سے زیادہ کام کے مؤمنوں کی ضرورت ہے، وہ انہیں قلعے کی فصیل میں جڑے مرمر اور سجے بے کام ہیرے موتی نہیں بلکہ بنیادوں میں چھپ کر عمارت کو مضبوتی عطاء کرتی چٹانوں کی صورت میں دیکھنا چاہتا ہے ، ورنہ اگر صرف ابلاغ ہی مطلوب اور کافی ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کو "**بعثت معلما**"[1] کہنے کی ضرورت نہ تھی ، ابلاغ ہی

1۔ سنن ابن ماجہ: 83/1، ح:229۔ سلسلۃ الصحیحۃ: ح:3593۔ واضح رہے کہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے پہلے مذکورہ بالا روایت کو ضعیف قرار دیا تھا، پھر صحیح قرار دیا، دیکھیے تراجعات الالبانی: 75/1، ح:303

کافی ہوتا توفرمان ربانی: "ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ"[1] کے ذریعہ تزکیہ وتصفیہ اورکتاب وسنت کی تعلیم وتربیت کوآپ ﷺ کی نبوی ذمہ داریوں میں داخل کرنے کی حاجت نہ تھی۔

(3) اور عقل بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ فائدۂ مرجوہ کومعدومہ پر،اور موجودہ کی حفاظت کو موہومہ کے حصول پر مقدم کیاجائے، کیونکہ موجودہ (راس المال) کی حفاظت پر فائدۂ مرجوہ، موہومہ اور معدومہ سب کا حصول ممکن ہے، لیکن اگرآپ نے مرجو، موہوم یا معدوم کے چکر میں موجود کو ضائع کردیاتونہ صرف آپ نئے سرے سے نقطۂ آغاز کولوٹ آئیں گے بلکہ ماضی وحاضر کی مادی ومعنوی ہر دوکوششیں بھی آپ کی ضائع ہوگی اور مستقبل کا متوقع فائدہ بھی آپ کے ہاتھ سے جاتا رہےگا،اسی لئے اللہ رب العالمین نے قرآن کریم میں "یاایہاالذین آمنوا" کا صیغہ "یا ایہاالکافرون" سے کہیں زیادہ استعمال کیاہے، قرآن کریم کی سب سے بڑی اور سے زیادہ احکامات کو بیان کرنے والی سورہ بقرہ میں اکثرآیات احکام مسلمانوں کے متعلق ہیں یہی بات احادیث رسول ﷺ اور کلام سلف کی ہے اور یہی رنگ سلف کے مصلحین جیسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ، وغیرہ کی دعوت میں بھی آپ کو نظرآئیگا،اس سے انکارنہیں کہ ان کے یہاں کفار کی دعوت کا بھی اہتمام تھالیکن اس میں بھی کوئی دورائے نہیں کہ ان میں زیادہ اہتمام راس المال کی حفاظت یعنی مسلمانوں اور مومنوں کی تعلیم وتربیت اوران کی فتن اور شرور سے حفاظت پر دیاگیاہے، کیونکہ اگران کی اصلاح ہوگئی،ان کی تہذیب وتنقیح، تصفیہ وتربیہ کاکام مکمل ہوگیا،توپہلے مرحلے کی مصلحت خود بخود حاصل ہوجاتی ہے، کیونکہ اپنے تصفیہ کے ساتھ ایک مسلمان اپنے ایمان کے درجات کی تکمیل کے لئے، انبیاء کا سچامتبع بننے کے لئے، کم سے کم وقت میں زیادہ ثواب کے حصول کے

1۔آل عمران:164

لئے ، جنت میں اعلی درجات سے کامیابی کے لئے ، دوسروں کو بھی اسلام میں بلاتا ہی ہے۔ یہیں آپ پر یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ علماء کرام مسلمانوں ہی کی تربیت، تعلیم اور اصلاح پر کیوں زیادہ زور دیتے ہیں۔اور کس طرح ان کا کام موجودہ دعاۃ کے کام سے بڑا اور کس قدر اکمل و مکمل ہے، سلف کے طریقے پر نبوی منہج اور قرآنی بیان کے مطابق ہے، اس کے اپوز اور مخالف میں موجودہ دعاۃ کے دعوۂ دعوت کا نقص بھی سامنے آتا ہے کہ انہوں نے غیر مسلموں میں دعوت کی وہ رٹ لگائی ہے کہ راس المال کی حفاظت سے بھی مسلمانوں کی نظریں اٹھتی جارہی ہیں۔

(4) اس ناحیے سے بھی غور کیجئے کہ مدعوین کی شرعی اعتبار سے دو قسمیں ہیں، ایک قسم حق تسلیم کرنے والوں کی جبکہ دوسری قسم حق کا انکار کرنے والوں کی ہیں ، پھر حق تسلیم کرنے والوں کے تین درجات ہیں، جنہیں رب العالمین نے اپنے فرمان : **فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ**[1] میں ذکر فرمایا ہے، ان میں سے ہر درجے کی دعوت کے طرق، اسالیب، اور کیفیات دوسرے درجے سے مختلف ہوتی ہے، چنانچہ "**سابق بالخیرات**" کیلئے مجرد اخبار، قال اللہ یا قال رسولہ کہنا کافی ہوتا ہے، جبکہ "**مقتصد**" کو دعوت کے ساتھ موعظۂ حسنہ کی ضرورت ہوتی ہے، "**ظالم لنفسہ**" کو دعوت، موعظت، ترغیب وترہیب، اور جدال بالحسن کی بھی ضرورت ہوتی ہے، ان اقسام کی دینی حاجت کی پرتی پر دعوت کا اطلاق ہوتا ہے، اور دوسری قسم (حق کا انکار کرنے والوں کی) بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں ، اہل کتاب ، مشرکین، اور ملحدین، ان سب کی دعوت کے طرق واسالیب مختلف ہوتے ہیں، عمومی طور پر انہیں حکمت ، دعوت، نصیحت ، موعظت ، ترغیب وترہیب ، اور جدال بالحسن سب کی ضرورت ہوتی ہے، ان کی دعوتی حاجت کی پرتی پر بھی دعوت کا اطلاق ہوتا ہے اور مدعوین کی ان ساری اقسام اور ان کی مذکورہ دعوتی حاجتوں کی پرتی پر اللہ کا یہ

1۔فاطر:32

فرمان :" ادع الی سبیلِ ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلہم بالتی ھی أحسن "[1] انتہائی جامع انداز میں دلالت کرتا ہے، کہنے کا مقصود یہ کہ ہمیں آج تک کوئی عالم ایسا نہیں ملا جو یہ کہتا ہو کہ یہ آیتِ کریمہ صرف غیر مسلموں کی دعوت کے طریقوں کو بتاتی ہے، یا یہ کہتا ہو کہ دعوت کا اطلاق ان میں سے مدعوین کی فلاں اور فلاں قسم پر ہوگا، بقیہ پر نہیں۔ یا صراحتًا یہ کہتا ہو کہ دعوت صرف غیر مسلموں کو اسلام کی طرف بلانے کا نام ہے، مسلمانوں کو نہیں۔

دعوہ سینٹرس کی حقیقت:

حقیقت یہ ہے کہ پہلے پہل انہوں نے دعوت و تبلیغ کے اسی بدعی فرق[2] کی ایڈورٹائزنگ کے ذریعہ لوگوں کو یہ پڑھایا کہ دعاۃ وہ ہوتے ہیں جو غیر مسلموں میں کام کریں اور علماء وہ ہوتے ہیں جو مسلمانوں کی اصلاح کریں پھر غیر مسلموں میں دعوت کے بہانے کئی دعوہ سینٹر قائم کئے، اور آج بھی یہ لوگوں کو اسی بات سے دھوکہ دیتے ہیں کہ ہم غیر مسلموں میں کام کرتے ہیں، چنانچہ اگر یہ واقعتاً اپنے دعوے میں سچے ہوتے تو انہیں غیر مسلموں میں کام کرنا چاہیئے تھا، ان کی تحریریں، تقریریں غیروں کے لئے ہونی چاہیئے تھی، ان کی مجالس غیروں سے بھری رہنی چاہیئے تھی، ہر علاقے کی مادری زبان میں اسلامی تعلیمات کی اور سلف کی دوسری علمی خدمات امت کے غیر مسلموں تک ان کی زبان میں اب تک پہنچ جانی چاہیئے تھی، لیکن آج ان سینٹروں کو غیر مسلموں میں دعوت کے نام پر چلتے ہوئے تین اور تین سے چار دہائیاں ہونے کو آرہی ہیں مگر ہند کے شمال سے لیکر جنوب تک، مشرق سے لیکر مغرب تک ہر اسٹیٹ کی

1۔ النحل: 125

2۔ شیخ ناصر بن عبد الکریم العقل حفظہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا دعوت و تبلیغ میں فرق ہے؟ اور اگر فرق ہے تو کیا ہے؟ تو آپ نے جواباً فرمایا کہ: دعوت وہی ہے جو تبلیغ ہے اور تبلیغ وہی ہے جو دعوت ہے، افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ یہ فرق دراصل جہلاء کی کج فہمی کا نتیجہ ہے۔۔۔ (دروس الشیخ ناصر العقل باب: علماء ہی دعاۃ ہیں: 13/16)

مادری زبان میں علمی مواد کی کمی جوں کی توں برقرار ہے۔ مہاراشٹر میں اتنے دعوہ سینٹر ہونے کے باوجود بیچاری مراٹھی زبان کی علمی تشنگی اور تنگ دامنی پر جس قدر آنسو بہائے جائیں کم ہیں، مدھیہ پردیش، تامل ناڈو، سکم، اڑیسہ، پنجاب، وغیرہ علاقوں میں بولی جانے والی زبانوں میں بھی علمی خلاء کی یہی حالت ہے، پھر یہ کیا کررہے ہیں ؟جی ہاں ! یہ غیر مسلموں میں دعوت کے نام پر مسلمانوں میں دعوت کرکے علماء کرام کے منصب پر دست درازی کررہے ہیں چانچہ یہ جمعہ کے خطبے پڑھاتے ہیں، عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے خطبے دیتے ہیں، مسلمانوں کی مساجد میں مختلف عناوین پر ان کے دروس ہوتے ہیں، اور تو اور کل ہند جماعتی کانفرنسوں میں بھی فضیلۃ الشیخ اور اور حفظہ اللہ و تولاہ بن کر تقریریں کررہے ہیں، اور دعوہ سینٹروں میں مسلمانوں کی اپنے ناقص تجربوں کی بنیاد پر ذہن سازی کے لئے ان کی تعلیمی مراحل متعین کررکھے ہیں، شارٹ دعوتی کورسیس چلاتے ہیں کوئی شریعہ ڈپلومہ پڑھاتا ہے، کوئی حدیث ڈپلومہ کرواتا ہے، کوئی تجارت اور بیع و شراء کے مسائل سکھاتا ہے کسی نے فتوی سینٹر کھول رکھا ہے جس میں کالنگ کے ذریعہ منٹوں میں شرعی مسائل کا جواب دیا جاتا ہے۔

آخر اس کا راز کیا ہے؟

پھر یہ سینٹرس شہروں ہی میں کیوں؟؟؟ دیہاتوں میں کیوں نہیں!!! جب کہ وہاں جہالت شہروں سے زیادہ ہوتی ہے لوگوں کی دینی ضرورت کی پرتی کا مناسب انتظام نہیں ہوتا اور اس ناحیے سے بھی وہاں زیادہ ضرورت ہے کہ صہیونی لابیاں، نصرانی مبشرین، شیعہ اور رافضی دعاۃ، قادیانیت اور ہندتواوادی کے لوگ انہیں ٹارگیٹ کر رہے ہیں، پیسہ، کپڑا، گھر، مکان، بیوی، طبّی سہولیات، تعلیمی آسانیاں، اور دیگر جائز و ناجائز ضروریات پوری کرکے انہیں اپنا شکار بنارہے ہیں لیکن وہاں ان کی نظریں نہیں جاتیں!!! پھر یہ کر کیا رہے ہیں؟؟؟ جی ہاں یہ وہ سب کچھ کررہے ہیں جو ان سے بہتر انداز میں علماء کرام مسجد، مدرسوں، اپنے طلبہ اور اپنے علمی مدرسوں کے ذریعہ کررہے ہیں۔

دعوتی کیمپ:

ان کے مہینے اور ہفتہ واری دعوتی کیمپوں میں طلبہ یا دعاۃ کو یہی سکھایا جاتا ہے کہ کس طرح پبلک پر اپنی علمی دھونس اور رعب جمانا ہے؟اس کیلئے علم النفس کے مختلف اسالیب اختیار کرکے سکھایا جاتا ہے کہ باڈی لینگویج اور حرکات وسکنات کے ذریعے کس طرح دوسروں پر اثر انداز ہوا جاسکتا ہے؟ آواز میں اتار چڑھاؤ،اشارات کے بر محل استعمال، تقریر کی روانی اور نصوص کی فراوانی کے ذریعہ کس طرح عوام کی توجہ بٹوری جاسکتی ہے؟ بوقت بھول یا غلطی کس طرح خجالت چھپائی جاسکتی ہے؟ کونسے جملے بول اور انداز اختیار کرکے سامعین کو اپنی علمی ، گوناگوں اور جذاب شخصیت ہونے کا یقین دلایا جاسکتا ہے؟ چنانچہ بتایا جاتا ہے کہ اسٹیج پر پہنچنے سے پہلے کس طرح سوٹنگ بوٹنگ کرنی ہے؟ چہرے کو کس طرح صمتی، بے تاثر اور بے خوف بنانا ہے؟ اسٹیج کی طرف کس انداز سے بڑھنا ہے؟ پہنچ کر پہلے پہل کس طرح عوام پر طائرانہ اوراچٹتی ہوئی نگاہ ڈالنی ہے؟ کس طرح مائک کی سلامتی کا تاکد کرنا ہے؟ کس طرح چند ثانیے خاموش رہ کر خود کو ریلکس کرنا ہے؟ پانی کی حاجت محسوس ہو تو کتنا اور کس انداز سے پینا ہے؟ کس طرح وقفے وقفے سے ظاہری اور بناوٹی مسکراہٹ بکھیرتے رہنی ہے؟ دورانِ کلام سامعین یا دورانِ سوال سائل کی غلطی نکالنے سے کیسے بچنااور سوال کے بعد کس طرح اس کی تعریف کرنی ہے؟ تقریر ختم کرنے کے بعد اپنی تقریر کے تئیں کس انداز سے عوام کا تاثر معلوم کیا جائے؟ ان امور کے مشاہداتی تصور اور عملی آئیڈیل کے طور پر مختلف بردرس کو پیش کیا جاتا ہے ، ان کی تقریریں سنائی جاتی ہیں، پھر ان میں سے جو نمونہ پسند آئے یا طالب داعی کو جس کی نقالی ممکن ہو نہ صرف اس کی تقریریں لفظا رٹوائی جاتی ہیں بلکہ انداز بیاں میں بھی اس کی نقالی پر مجبور کیا جاتا ہے۔

امت کی تفریق:

جی ہاں ! یہ امت کی تفریق و تمزیق کا مقدس فریضہ انجام دے رہے ہیں ، چنانچہ ان میں سے جسے دعوت کا جوش چراتا ہے وہی اٹھ کر اپنی جماعت بنالیتا ہے، دعوہ

سینٹر کھولتا، ٹی وی چینل اسٹارٹ کرتا، تھوڑے بہت رفاہی کام کرتا اس طرح دھیرے دھیرے پبلک کا ہالہ اپنے گرد جمع کرلیتا ہے، پھر اپنے ہی طرز پہ ان کی تربیت شروع کردیتا ہے، خود تو جمعیت سے دور رہتا ہی ہے، اپنی خاص مجالسوں میں گاہے بگاہے اپنے کاموں کی تعریف اور جمعیت کے نکمّے پن پر کمنٹوں، کڑوے کسیلے جملوں اور طنز و تعریض کے ذریعہ انہیں بھی جمعیت اور جماعتی فکر سے باغی، آزادی پسند کالی بھیڑیں، منفرد خارش زدہ انسان اور آوارہ خارجی بنادیتا ہے، یا کم از کم ان میں جماعت اور اس کے علماء وافراد سے بغض کے جراثیم ضرور ڈال دیتا ہے،اس مرض کے لگنے کے بعد وہ ہر جگہ جماعت اور جماعتی کاموں میں کیڑے نکالتے ہوئے دیکھے جاسکتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ دعوت کے نام پر سینٹر پر سینٹر کھول کرامت کے تکڑے کررہے ہیں، ورنہ بتائیے کیا صحابہ کو دعوت کیلئے تنظیمیں بنانے کی ضرورت نہیں تھی؟! کیا ان سے پہلے علماء ہندو بیرون ہند میں دعوت نہیں کرتے آئے، انہیں کیوں اس طرح جماعتوں پر جماعتیں بنانے کی نہ سوجھی؟

شبہ اور اس کا ازالہ:

انہیں لگتا ہے کہ تنظیم کے بغیر دعوت یا تو ہو نہیں سکتی یا ترقی نہیں کرسکتی؟ ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ نے اس شبہ کا کیا ہی بہترین جواب دیا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ: کیا کتاب وسنت میں ایسے نصوص ملتے ہیں جو اسلام میں متعدد جماعتوں اور ٹکڑیوں کی اباحت پر دلالت کرتے ہوں؟ اس پر آپ رحمہ اللہ نے جوابا فرمایا کہ: "کتاب وسنت میں ہرگز بھی ایسی دلیلیں نہیں جو متعدد جماعات واحزاب بنانے کی اباحت پر دلالت کرتی ہوں، البتہ آپ کو ایسے نصوص ضرور مل جائیں گے جو اس عمل کی مذمت کرتے ہیں، اللہ کا فرمان ہے: "ان الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعا۔۔۔الایہ" کہ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے اور جماعت درجماعت کردیا آپ کا ان سے کوئی واسطہ نہیں، اللہ ہی ان سے نمٹیگا۔ اور ایک مقام پر فرمایا کہ: "کل حزب بمالدیہم

فرحون "۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جماعتیں اور ان کی کثرت اللہ کے فرمان : "ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ " کی صریح مخالفت ہے۔

اور بعض لوگوں کا یہ کہنا بھی قطعاً درست نہیں کہ " جماعت، تنظیم اور حزب کے بغیر دعوت کی ترقی، انتشار اور تقویت ممکن نہیں " اسلئے کہ دعوت کی ترقی، تقویت اور انتشار جماعتوں کی کثرت سے نہیں بلکہ اتباع کتاب وسنت کے کمال و تحقیق سے ہے، چنانچہ جسقدر مسلمان اللہ کی کتاب، اسکے رسول کی سنت اور آثار صحابہ و خلفاء راشدین کے سچے پیروکار ہونگے اسی قدر دعوت میں ترقی، برکت اور انتشار ہوگا۔"

عملی تفرق کا خطرناک اثر:

جی ہاں ! ان کی انہیں حرکتوں کی وجہ سے آج جماعت میں نہ صرف جماعت وجمعیت سے بدظنی عام ہے بلکہ ہر شخص کی یہی فکر بنتی جارہی ہے کہ جماعت میں رہ کر کچھ نہیں ہوسکتا، جمعیت سے جڑ کر کچھ کیا نہیں جاسکتا، جو بھی کرنا ہے تنہا خود ہی کرنا چاہیئے، خود کا اسٹیج، مائک اور خود کی پبلک (!) ہونی چاہئے، ندامت کی بات تو یہ ہے کہ ان کی انفرادی سرگرمیوں کو دیکھ کر جماعت کے دگج علماء بھی انفرادیت کی بات کرنے لگے ہیں، اناللہ وانا الیہ راجعون ---ایک طرف آپ جماعتی کاموں اور جماعت سے بھاگ رہے ہیں دوسری طرف جا کر پھر جماعت بنا کر کام کر رہے ہیں، سبحان اللہ ! کیسا عجب تماشا ہے ! ! کیا آپ کا یہ طرز عمل اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ آپ کو جماعت کی حاجت ہے ؟ ! پھر آپ ہی سوچ کر بتایئے اگر سبھی اس طرح سوچنے اور کرنے لگے تو امت کا کیا ہوگا ؟ ! یہ بھی دیکھئے کہ اس انفرادیت پرستی کا اسلام سے کتنا تعلق ہے ؟ ! بھلا بتایئے ایک طرف تو رسول اللہ ﷺ اکیلے مسافر کو شیطان کہیں ! گھر میں تنہا رہنے، سونے سے منع کریں ! سفر میں تین افراد کی موجودگی میں بھی ایک کو امیر بنانے کی تاکید کریں ! وغیرہ جیسے چھوٹے چھوٹے امور میں بھی التزام جماعت پر ابھاریں، دوسری طرف علماء فقہ الا قلیات الاسلامیہ اتحاد، اتفاق اور اجتماع کلمتہ المسلمین کو اقلیات اسلامیہ کی ریڑھ کی ہڈی سے تعبیر کریں، دُوَلِ کفر میں اس کے قیام کیلئے سنن و

مستحبات کی قربانی کو جائز بلکہ اولی و مستحسن قرار دے، تیسری طرف علماء مقاصد شریعت اللہ کے فرمان : "شرع لکم من الدین۔۔۔ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ "کی روشنی میں اقامت دین اور عدم تفرقہ یعنی اتحاد کو داعی کے اعلی مقاصد میں شمار کریں، چوتھی طرف یہ ہیں جو اقامت (جس کی ابتداء دعوت دین سے اور انتہاء نفاذ شریعت پر ہوتی ہے اور نفاذ اتحاد کے بغیر ممکن نہیں) بھی نہیں بلکہ اس کے پہلے مرحلے کیلئے دوسرے بنیادی مقصد کا خون کر رہے ہیں! ! اسی وجہ سے انہیں شیطان کے ایجنٹ کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کیونکہ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ سب سے زیادہ شیطان اور پھر انسانوں میں اسلام اور مسلمانوں کے دوشمن اس بات کے حریص اور کوشاں ہوتے ہیں کہ مسلمانوں میں زیادہ سے زیادہ فرقے، ٹکڑے اور پارٹی بازیاں ہوں اسلئے کہ مسلمانوں کی وحدت انہیں اس قابل بناتی ہے کہ وہ اپنے دین، ایمان، عقیدے و منہج کو لاحق خطرات کو محسوس کر سکیں، اور یک جٹ ہو کر اس کے دفعیہ کا بھرپور سامان کر سکیں، اور یہی چیز شیطان اور اسلام و مسلمانوں کے دشمنوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی، اسی وہ مسلمانوں کو بانٹنا چاہتے ہیں اور اس کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے بھی نہیں دیتے۔" یہ بھی دیکھئے کہ ان میں سے ہر بندہ امت سے اپنے اپنے سینٹر کیلئے خصوصی پیسوں کی مانگ کرتا ہے، بھلا بتایئے اس طرح امت کی انرجی بٹ کر کس قدر کمزور ہو رہی ہے؟

فریضۂ زکوۃ سے کھلواڑ:

در حقیقت یہ جسدِ امت سے چپکی ہوئی وہ جوکیں ہیں جو امت کا خون چوس رہی ہیں، یہ رمضان، جمعہ، عید، شادی، بیاہ اور عام و خاص اجتماع وغیرہ کی کوئی مناسبت نہیں چھوڑتے جس میں چندے کرکے اپنی جیبیں نہ بھرتے ہوں، بیرون ملک بھی ان کے سفراء گھومتے نظر آتے ہیں، یہ زکاتیں بھی وصول کرتے ہیں، امت بھی شرعی آدائیگی کا لحاظ رکھے بغیر اندھا دھند اپنی زکاتیں انہیں دیتی ہے، حالانکہ اس کے مصارف کا تقاضہ ہے کہ پہلے انہیں (مصارف) مقدم کیا جائے، ان میں بھی اصحاب الحوائج کو اور

ان میں بھی اقرباء ضرورت مندوں، فقراء و مساکین کو مقدم کیا جائے، لیکن نہ تو عوام اس کا خیال رکھتی ہے اور نہ یہی غریبوں کا حق مارنے میں تامل کرتے ہیں، اور زکاۃ کے نام پر وصول کردہ سارا پیسہ اسٹیج ڈیکوریشن، بہترین اور اعلیٰ معیار کی ویڈیو ریکارڈنگ اور کلیپنگ کے لئے مہنگے سے مہنگے کیمروں، جدید آلات، پروجیکٹر، ائیر کنڈیشن آفس بڑے بڑے اشتہارا، پوسٹر، بینر، بھاری اسنیکس، چائے کافی، ناشتے اور تگڑی پگاروں پر صرف کرتے ہیں۔مزید یہ کہ ان کے اسکولوں اور مدرسوں میں پڑھنے والے L.K.G اور U.K.G کے بچوں سے بیس اور تیس ہزار تک ماہانہ فیس بھی وصول کرتے ہیں۔

سیاسی پارٹیاں:

پھر آپ ان سینٹرس اور اسکولوں سے کس خیر کی امید کر سکتے ہیں جن کی اصل ہی میدان میں موجود دعاۃ کے درمیان ہونے والی منافست، ذاتی عداوت و دشمنی، جذبہ انتقام، اور جذبہ تنافر پر رکھی گئی ہو، جس میں خلوص وللّٰہیت اور خدمت قوم و خلق کو ثانوی درجہ حاصل ہو، رسول اللہ ﷺ سے ایک دفعہ آپ کی کسی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا نے اعتکاف کے لئے خیمہ لگانے کی گذارش کی تو آپ کے انہیں اجازت دینے پر دیگر ازواج مطہرات رضوان اللہ علیھن نے بھی سوکنانہ منافست اور حسد میں اپنے اپنے خیمہ لگائیے، اس پر رسول اللہ اس قدر برہم ہوئے کہ اس سال رمضان المبارک میں اعتکاف ہی نہیں کیا[1] آخر کیا وجہ تھی؟ وجہ اسی فکر کی بیخ کنی تھی جو آج ان میں سے کئی سنٹروں کے وجود میں مضمر اور ان کے اعمال کے پیچھے کارفرما ہے۔

شیخ امان جامی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دعوہ سینٹرس اور چھوٹی چھوٹی دعوتی جماعتوں اور ٹکڑیوں کے سلسلے میں فرمایا تھا کہ "میں انہیں ان سیاسی پارٹیوں کے مشابہ مانتا ہوں جو شخصی مصالح اور ذاتی اغراض کی خاطر آپس میں منافست و مسابقت کرتی ہیں، چنانچہ ان

1۔ صحیح بخاری: 51/3، ح: 2041۔ صحیح مسلم: 831/2، ح: 1172

پر نظر ثانی کی ضرورت ہے ان کے مناہج عمل، طرز دعوت، اسالیب دعوت اور سیاست دعوت کی اصلاح کی حاجت ہے اگر یہ نہ کی گئی اور انہیں ان کے موجودہ حال ہی پر چھوڑ دیا گیا تو یہ امت کے لئے اتنی بڑی مصیبت، مشکل و پریشانی اور فتنہ ہے جس کا خطرہ دعوت پر بیرونی تمام ہی خطرات سے بڑھ کر ہے، چنانچہ انہیں صحابہ و تابعین اور دور اول کے ان دعاۃ کی تاریخ پڑھنی چاہئے جو قرآن کے عملی نمونہ تھے، جن کی دعوت سے اسلام دنیا کے کونے کونے میں پہنچا، ساتھ ہی انہیں دین کو ان دعاۃ اولین کے طرز پر سمجھنا، ان کی سیرت کو اپنانا اور ان کے راستے اور طریقے پر چلنا چاہئے، موجودہ زمانے کے حساب سے لوگوں کے حالات وظروف کے مطابق دعوتی اسلوب بھی اختیار کرنا چاہئے، اگر وہ یہ راستہ اختیار نہ کریں تو ان کی دعوت نہ کبھی کامیاب ہو سکتی ہے نہ آگے بڑھ سکتی ہے، اس لئے کہ ان کا عمل کامیابی کی شرطوں سے خالی و عاری اور غیر صالح ہے، جو ساری کوششوں، سحر بیانیوں جدال و مناظروں کے باوجود بے فائدہ ہو کر رہ جائیگا، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ تھوڑے وقت تک لوگوں کو ان کا یہ چمک دمک والا اسلوب پسند آئے، وہ انہیں ان کی دعوت و دعوے میں سچا سمجھتے رہیں، لیکن اللہ رب العالمین جس کے ہاتھ میں کامیابی کی کنجیاں ہے، اسے دھوکہ نہیں دے سکتے چنانچہ انہیں اللہ سے ڈرنا چاہئے، اسی کے ہاتھوں سارے امور اور سارا خیر ہے اس کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں اور نہ کوئی اسکا شریک ہے، اور بلا شبہ وہی حامی و مددگار ہے۔[1]

انٹرنیشنل اسکولس کی حقیقت:

ان میں سے بعض تو انہیں مراکز کے تحت اسکول بھی چلاتے ہیں اور وہ بھی انٹرنیشنل جیسے براق اور جذاب نام سے، جو حقیقت میں نہ تو مدرسہ ہے نہ دنیوی اسکول وکالج ہی، ظاہر ہے کہ ایسے اسکول میں پھر چاہے وہ نام کا انٹرنیشنل ہی کیوں نہ ہو؟ بچوں

1۔ مشاکل الدعوۃ والدعاۃ فی العصر الحدیث۔ ص: 42-43

کی کھچڑی نہ پکے تو کیا ہوگا، اس پر طرفہ تماشہ یہ ہے کہ اس میں عربی مواد بھی انگریزی زبان میں پڑھائے جاتے ہیں ، حتی کہ ان اسکولوں میں ایڈمیشن کے لئے بعض تو انگریزی کی ضرورت کو اس قدر شدید بنا کر پیش کرتے ہیں کہ بچے کے ماں اور باپ کو بھی لغۃً انگریز ہونا ضروری ہو جاتا ہے۔ داخلہ کے خواہشمند کے گھر کا ماحول انگریزیانہ ضروری قرار دیا جاتا ہے، بیچارے بچہ کو ماں باپ بچپن ہی سے نصرانی اور عیسائی اسکول میں پڑھانے پر مجبور ہوتے ہیں، جہاں اس کے دین ، عقیدے، اور اسلامی فکر کا دیوالیہ نکال دیا جاتا ہے، پھر جب وہ انگریزی سیکھ کر نصرانیوں کے چنگل سے نجات پاتا ہے تو دین و ایمان کے ان صیادوں اور شکاریوں کے دام میں آ پھنستا ہے جہاں اسے میڈ ان چائنا کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، لندن اور برطانیہ سے دیدہ زیب ورق میں باتصویر چھپ کر آئیں ، علم اور اصول علم سے کوری کتابیں پڑھائی جاتی ہیں ، سمجھ بوجھ سے زیادہ رٹانے پر زور دیا جاتا ہے، فقاہت سے زیادہ خطابت سکھائی جاتی ہے، گرچہ پڑھنا نہ آتا ہو پر اسٹیج پر چڑھ کر تقریر کرنا اور رویبضہ بننا ضرور سکھایا جاتا ہے، اصول استنباط سے زیادہ آیتوں اور حدیثوں کے نمبر یاد کرائے جاتے ہیں غرض کہ ان کوکٹیل اسکولوں سے نکلنے والے بچے نہ تو مولوی ہوتے ہیں، نہ پکے مسٹر ہی، ہاں وہ دونوں کا مرکب مستری ضرور بن جاتے ہیں، جو خالی لیپا پوتی جانتا ہے اور کچھ نہیں۔

ڈانسنگ اسکولس:

جی ہاں ! یہاں بچوں کو وہ اسلامی اناشید سنائے اور سکھائے جاتے ہیں جن کے بارے میں شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ : ”پہلے پہل ہمیں ”اسلامی اشتراکیت“ کا جبری گھونٹ پلایا گیا، پھر اسلامی بنک متعارف کرایا گیا، اس کے بعد اناشید کو اسلامی بنایا گیا پھر تو گویا مختلف حرام و مکروہ چیزوں کو اسلامیانے کا سلسلہ ہی چل پڑا اور اب تک نہ جانے کتنی ناجائز چیزوں کو اسلامیا دیا گیا، آخر ایسا کیوں ہوا؟ اسلئے کہ بعض اسلام دشمن تنظیموں نے جب عالم اسلام کو اپنی طویل غفلت کے بعد بیداری کی کروٹ لیتے اور اسلامیت کی خراما خراما لوٹتے دیکھا تو اسلام مخالف امور کو اسلامیت کا رنگ دیکر

، شرعی، دینی، علمی، ثقافتی وادبی لبادہ اوڑھا کر مسلمانوں میں رائج کرنے لگے، دراصل یہی وہ تحریک ہے جس کی طرف رسول ﷺ نے "یسمونہا بغیر اسمہا" کہ کر اشارہ کیا تھا، چنانچہ ہمیں ناموں کی تبدیلی کے ذریعہ حقائق کو مسخ کرنے والی ان تحریکوں سے ہوشیار رہنا چاہیئے، جس کے زندہ حربوں میں سے ایک حربہ "اسلامی اناشید" ہے، بے شک یہ موجودہ دور کی بدعتوں میں سے ہے، اسلئے کہ اسلام کی 14 سوسالوں پر محیط روشن تاریخ میں کبھی بھی اسلامی اناشید نام کی کوئی چیز جانی نہیں گئی۔۔۔ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ ان اناشید کا بدل ضرور ہے جس کے ذریعہ صوفیہ رقص وسرود کی محافل جماتے رہے۔"[1]

یہ صرف سنائے ہی نہیں جاتے بلکہ ان کے سر وتال پر اسلامی رقص کے نام پر تھرکنا بھی سکھایا جاتا ہے، اللہ المستعان۔

اس کی اصلیت:

شیخ صالح السحیمی حفظہ اللہ نے فرمایا تھا: کہ "آج لوگوں نے گانے کو بھی اسلامی بنادیا ہے، حقیقتاً وہ ان معصوم بچوں کو اسلامی گانوں کے نام پر نفاق وشقاق، اللہ کی کتاب اس کے رسول ﷺ کی سنت اور ذکر الٰہی سے غفلت وسستی کی تعلیم دے رہے ہیں، اللہ کی قسم یہ تو وہی بات ہے جو رسول ﷺ نے آخری زمانے کی علامت کے طور پر شراب کے سلسلے میں فرمائی تھی کہ: وہ شراب کو بھی نام بدل کر حلال کرلیں گے۔۔۔ چنانچہ اے اللہ کے بندے! خبردار جو کسی بھی ایرے غیرے نتھو خیرے سے اللہ کا دین لیا! لینے سے پہلے اس کی شخصیت کو ضرور پرکھ لیا کر اور یاد رکھ کہ جو بھی نظم، گیت، گانا موسیقی کے ساتھ ہو وہ معازف ہے اور سچ فرمایا تھا اللہ کے حبیب ﷺ نے کہ: ضرور میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہونگے جو عورتوں کی شرمگاہوں، ریشم، شراب اور موسیقی کو حیلے بہانے سے حلال کرلیں گے۔"[2]

1۔ سلسلۃ الھدی والنور شریط: 334

2۔ http://www.salafishare.com/Arabic/25...BC/Q7OVO8H.mp3

اس کا نقصان:

اس کے نقصانات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ صالح المنجد حفظہ اللہ ان سے متعلق فرمایا تھا کہ: " بعض بالغ یا کم از کم بلوعنت کی دہلیز پر قدم رکھتی بچیاں نہ صرف اس کی طرف دعوت دیتی بلکہ اشعار پڑھتی اور ترانے بھی گاتی ہیں، جو لوگوں کی عموماً اور نوجوان بچوں کی خصوصاً شہوت کو ابھارنے اور انہیں بچیوں کے فتنے میں مبتلا کرنے کیلئے کافی ہے، اور اس قسم کے اناشید کے بچوں پر برے اثرات کا خود ہم نے مشاہدہ کیا ہے، چنانچہ کتنے بچوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ آگے چل کر ان گانوں کے اس قدر دلدادہ ہوئے کہ ان گانوں کو لکھنا، یاد کرنا، اپنی پرسنل ڈائریوں میں جمع کرنا، انہیں گا گا کر ان کی نقالی اور پریکٹس کرنا، انہیں جیسی حرکات سیکھنا، دائیں بائیں ڈولنا، غرض کہ ناچنا اور گانا ہی ان کی زندگی کا حصہ بن گیا، حالانکہ ہونا تو چاہیئے تھا کہ وہ اللہ کی کتاب یاد کرتے یا ان امور میں دلچسپی لیتے جو دنیا و آخرت میں انہیں فائدہ پہنچاتے۔"[1] بلکہ شیخ محمد بن عبدالعزیز المسند حفظہ اللہ نے تو یہاں تک کہا: "کہ اہداف و مقاصد کی بہتری وسائل کیلئے وجہ جواز نہیں بن سکتی، حقیقتاً بچوں کو ان ڈھولوں کے سننے کا عادی بنانا، میوزک کی سر و تال اور باجوں کی ضربوں پر ناچنا، ٹھمکے لگانا، رقص و سرود، اور ہلنے ڈولنے کی تعلیم دینا دراصل نئی پود کو نہ صرف برباد و بے دین کرنا ہے بلکہ انہیں مستقبل کے فساق و فجار اور فلم اسٹار و پاپ سنگروں کی صف میں لا کھڑا کرنا ہے۔"[2]

نرالہ انداز خارجیت:

یہی نہیں جسطرح خوارج عوام کو مسلم حکمرانوں کے خلاف یہ کہہ کر بھڑکاتے ہیں کہ مسلمانوں پر ہر جگہ ظلم ہو رہا ہے، ہماری ماؤں بہنوں کی عزت لٹ رہی ہے وغیرہ

1۔ الاسلام سوال وجواب فتوی: 135888

2۔ http://islamlight.net/index.php?opti...=1242&id=32294

وغیرہ اور یہ امراء زمام کار ہاتھ میں رکھ کر بھی کچھ نہیں کر رہے ہیں، لہٰذا آؤ ہم ہی کچھ کرتے ہیں، ٹھیک یہ علمی خارجی بھی اسی طرح عوام کو علماء سے یہ کہہ کر برگشتہ کرتے ہیں کہ دیکھو تباہیاں کس قدر پھیل رہی ہے، جہالت بڑھ رہی ہے وغیرہ وغیرہ اور علماء کرام کچھ نہیں کر رہے ہیں، لہٰذا آؤ ہم ہی کچھ کرتے ہیں۔ جی ہاں ! یہ حقیقت ہے، اس طرح انہوں نے اپنے سے زیادہ جاہلوں کے دینی جذبات واحساسات کا دینی زعامت و سرداری کے حصول کے لئے بھرپور یوز کیا اور انہیں اس قدر آزاد خیال بنادیا ہے کہ جاؤ! ہر مسئلے کی جانکاری کے لئے انٹرنیٹ پر مسئلہ کو سرچ کرلو اور منٹوں میں جواب لو یا ہم سے پوچھو اور چٹکیوں میں جواب لو۔ اللہ اللہ پھر تو کیا تباہی مچی ہے، کس قدر برباد ہوئے مسلمان اس راستے سے !اور کس قدر ہر آئے دن شکار ہو رہے ہیں لٹیروں کے! کوئی الحاد وبے دینی کی سائٹ سے استفادہ کرکے ملحد بن رہا ہے، اور اسی کو سچا اسلام سمجھتا ہے، کوئی خوارج کی لنک پا کر خارجی فکر کا حامل بن رہا ہے، کوئی قبوری شریعت کے شبہات سے متاثر ہو رہا ہے، کوئی دعاۃ تنصیر کے جالوں میں پھنستا نظر آرہا ہے، اور کس قدر ایسا ہو رہا ہے کہ ان کی تحریک سے متاثر نوجوان فیس بک، واٹس اپ، میسنجر، ٹیلیگرام وغیرہ کا رخ کرتے ہیں، پھر دعوت کے نام پر ہر جبے قبے، صدری اور شماغ والے کو شیخ، دکتور، علامہ، فہامہ اور نہ جانے کیا کیا سمجھ کر دوست بناتے ہیں، حالانکہ اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے، اس کے گروپ کو جوائن اور لائک کرتے ہیں، چونکہ خود میں کچھ دینی اور علمی صلاحیت نہیں ہوتی اس لئے اس کے ڈالے ہوئے ہر مواد کو کاپی پیسٹ کرکے بغیر تحقیق ومراجعت کے پوری دنیا میں شیئر کرنے لگتے ہیں، اور اسی کو دعوت کا کام سمجھتے ہیں، اس طرح کبھی نصرانیت کی تبلیغ کا آلۂ کار بنتے ہیں تو کبھی صوفیوں، اخوانیوں، خارجیوں، اور دیگر منحرف جماعتوں کے مدد گار !آج آپ کو ہر قریے، بستی اور گلی کوچے میں ان سے متاثر نوجوان مل جائیں گے، جو اپنی تھوڑی بہت دنیوی تعلیمی لیاقت، دینی مزاج اور چرب زبانی کا فائدہ اٹھا کر فتوے بازی کر رہے ہیں، عوام کا دینی مرجع بن رہے ہیں، امام صاحب کی عدم موجودگی میں درس قرآن،

درس حدیث، اور موقع ملے تو جمعہ کے خطبے بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے ہیں، اور خود کو اس قدر تیس مار خاں سمجھتے ہیں کہ مسجد و محلے کے امام کو خاطر میں لانا کسر شان سمجھتے ہیں، موقع بموقع ان کی معمولی معمولی غلطیوں کو اچھال کر عزت بٹورتے ہیں۔ ان میں سے بعض کو مناظر ہونے کا اسقدر زعم ہوتا ہے کہ ہر وقت غیر مسلکیوں سے بحث و مباحثے میں مست رہتے ہیں، کبھی کبھی نوبت اسٹیج مناظرے تک جا پہنچتی ہے، تو اپنے علماء کرام سے مشورہ لئے بغیر خود ہی مناظرے کی تاریخ و دن سب کچھ طئے کر لیتے ہیں، یہی نہیں مجلس مناظرہ میں بیٹھ کر خود بھی ذلیل ہوتے اور پوری جماعت اہل حدیث کا نام بدنام کرتے ہیں، چنانچہ ان کی اس طرح کی حماقتوں سے کس قدر جماعت کا نام خراب ہو رہا ہے اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

اقرباء پروری اور سسٹرس کی دھوم:

جی ہاں ! میدان دعوت کو بھی انہوں نے سیاسی اکھاڑا اور کرکٹ کا میدان سمجھ رکھا ہے، چنانچہ یہاں پر بھی اقرباء پروری شروع کر دی ہے، جسے دیکھئے اپنی ماؤوں، بہنوں، قریبی عورتوں خاص طور پر بیگمات کو سرعام اجتماعی دعوت کے لئے منتخب کر رہا ہے، منصب تدریس و تعلیم پر براجمان اور دراز کر رہا ہے، چنانچہ وہ دور دراز کا سفر کر کے دعوت کے لئے تشریف لے جاتی اور کسی کمیونٹی ہال میں دعوتی پروگرام دیتی ہے، انٹرنیٹ پر تشریف لاتی ہے، کوئز مقابلے کرواتی، جہری اور بلند آواز سے سوالات پوچھتی ہیں، صحیح جوابات پر انعامات دیتی ہیں۔ بھلا کوئی ثابت تو کر کے بتلائے کہ سلف میں کسی خاتون نے ایسا کیا ہے؟ ہاں بہت ہوا تو اس قدر کہ وہ عالمہ، راویہ اور فقیہہ ہوتی تھیں، ان کی طرح جاہلہ نہیں !! اور پڑھاتی بھی تھیں تو اپنے گھر کی چہار دیواری میں، باہر سکھانے پڑھانے اور اجتماعی دعوت کے لئے نہیں جاتی تھیں چنانچہ جنہیں پڑھنا ہوتا وہ خود ان کے پاس تشریف لاتا تھا۔

شیخ البانی رحمہ اللہ کا سنہرا فیصلہ:

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے متعلق کتنی پیاری بات کہی ہے: "کہ آج عالم اسلام پر یہ مصیبت آن کھڑی ہے کہ بعض مسلم باپردہ وبے حجاب عورتیں حتی کہ سلفی اور اہل حدیث عورتیں اپنے گھروں سے اسلامی نشاط اور دعوتی ایکٹیوٹیز کے نام پر ان کاموں کے لئے نکل کھڑی ہورہی ہیں جو ان کے کرنے کے نہیں، اسی پر بس نہیں بلکہ اب تو ان کی "داعیات" کے نام سے جماعت بھی وجود میں آچکی ہے۔

واقعی اگر وہ عورتیں اسلام کی خدمت کرنا چاہتی ہیں تو انہیں اپنے گھروں میں رہ کر اسلام کی خدمت کرنی چاہئے کیونکہ دعوت کے نام پر عورت کا خروج قطعی روا نہیں اور ویسے بھی اس میں علماء وفضلاء کی مشابہت ہے اور جب مسلم عورت کے لئے ایک عام مرد کی مشابہت جائز نہیں تو علماء وفقہاء مردوں کی مشابہت کیونکر جائز ہو سکتی ہے؟!

ایسے ہی کسی عورت کے لئے اس شرط کے ساتھ شادی کرنا جائز نہیں کہ اگر شوہر اسے شادی کے بعد دعوتی سرگرمیوں کے قیام اور اس کے لئے اسفار کی اجازت دے گا تو نکاح منظور ہے ورنہ نہیں! اس لئے کہ وہ شادی کے بعد ایک ذمہ دار عورت بن جاتی ہے جس پر شوہر، اس کے گھر اور بچوں کی ذمہ داری ہوتی ہے، یقیناً صحابیات مسلمان عورتوں کے لئے علمی وادبی، دینی وثقافتی ہر میدان میں بہترین اسوہ ہیں، چنانچہ آپ ان میں سے کسی صحابیہ کو نہیں پائیں گے جو مردوں کے بیچ نکل کر اسلامی نشاط اور دعوت انجام دیتی ہو۔ جہاں تک واقعہ جمل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خروج کا سوال ہے، تو اس سے عورتوں کے خروج پر استدلال قطعی درست نہیں، اس لئے کہ

اولا: تو آپ رضی اللہ عنہا کا نکلنا قطعی خیر کا باعث نہ ہوا جیسا کہ آپ گمان کر رہی تھیں۔

ثانیا: سارے علمائے اسلام نے آپ رضی اللہ عنہا کو اس خروج میں خطاوار ٹھہرایا ہے یہ الگ بات ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا کی حسنات اس خطاء پر محو قلم پھیرنے کے لئے کافی ہیں۔

ثالثا: بعد میں خود عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس خروج پر اظہار ندامت کے ساتھ اس سے توبہ بھی کی تھی۔

رابعا: یہ آپ رضی اللہ عنہا کا اجتہاد تھا جس میں آپ کی غلطی واضح ہے لہٰذا کسی کے لئے آپ کی غلطی کی پیروی درست نہیں۔

خامسا: یہ بھی دیکھیں کہ تاریخ نے آپ رضی اللہ عنہا سے اس واقعہ سے پہلے اور بعد میں کبھی بھی کسی اسلامی نشاط و دعوت کے لئے خروج رقم نہیں کیا ہے۔ پھر بھی آپ پائیں گے کہ عورتیں اس واقعہ سے جواز پیدا کرکے کسی چست پھرت اور توانا جوان کی طرح گھروں سے نکلتی اور لوٹتی ہیں۔ حتی کہ بعض بغیر محرم ہی کے تن تنہا بزعم خویش دعوتی سفر پر نکل کھڑی ہوتی ہیں، حالانکہ شریعت میں بغیر محرم کے عورت کا سفر جائز ہی نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مرد اپنی ذمہ داری میں کوتاہی کے شکار ہیں جس کی وجہ سے میدان خالی دیکھ کر خواتین کو لگتا ہے کہ اس خالی جگہ کر پر کرنا چاہئے ،اسلئے ہم مردوں کو علمی، عملی اور تطبیقی ہر اعتبار سے علمِ دعوت بند کرنا چاہئے، عورتوں کو گھروں کو لازم پکڑنے کی تربیت دینی چاہئے ،انہیں خود کی، اعزاء واقرباء، آل و اولاد اور بھائی بندوں کی تربیت کا فریضہ یاد دلانا چاہئے۔ ہاں اگر وہ پڑوس کی حد تک اپنی دعوت کا دائرہ محدود رکھتی ہیں، اس انداز سے دعوت، تقریر وخطاب اور علمی مذاکرہ کرتی ہیں کہ آواز گھر سے باہر نہ نکلتی اور مردوں تک نہ پہنچتی ہو، تو اس شرط کے ساتھ اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ عورت عالمہ ہو، علوم کتاب وسنت کی ماہرہ ہو، کیوں کہ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ شرعی علوم کی ماہرہ عورتوں کا وجود شرعی ضرورت ہے تاکہ وہ انہیں ان کے خاص مسائل جن کے پوچھنے میں عورتیں شرماتی ہیں بآسانی سکھا سکیں۔ نیز اس شرط کا بھی خیال رہے کہ عورتیں ان سے حصول علم کے لئے آئیں، نہ کہ وہ خود محلّہ محلّہ اور قریہ قریہ دعوت کے لئے پھرتی رہیں، اس لئے کہ

اولا: تو ہمارا اہل علم کے اس قول کے صداقت پر ایمان ہے کہ "کل خیر في اتباع من سلف و کل شر في ابتداع من خلف" کہ سلف کی اتباع میں خیر ہی خیر ہے جبکہ خلف کی ایجادات میں شر ہی شر ہے۔ اور مجھے موجودہ داعیات کی اس "خراجة و ولاجة" جماعت کو موجودہ زمانے کی مصیبت کہنے میں ذرا بھی تامل وتردد نہیں۔

ثانیا: عورت کے عالمہ ہونے کا ہر گز بھی یہ معنی نہیں کہ وہ موجودہ داعیات کی طرح گھروں سے نکلنے میں مردوں سے یوں مسابقت کریں گویا اللہ نے اپنی کتاب میں انہیں "وقرن في بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى" کا حکم ہی نہ دیا ہو ؟! جب کہ عورت کے حق میں اصل یہ ہے کہ وہ گھر میں رہے اور اسی ضرورت کے لئے باہر نکلے جس کا نکلے بغیر پورا کیا جانا ممکن نہ ہو، دوسرے لفظوں میں گھر میں بقا عورت کے واجبات میں سے ہے۔

اسی طرح صحابیات کے رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں حاضر ہونے سے عورت کے خروج پر استدلال بھی درست نہیں اس لئے کہ عورت کے شرعی حدود وقیود کی پاسداری اور اخلاقی ضوابط کی پابندی کے ساتھ حصول علم کیلئے محلّہ کی مسجد جانے اور مردوں کی طرح دعوت کیلئے گلی کوچے اور قریہ و بستی کے سفر پر نکلنے میں فرق ہے صحابیات رسول اللہ ﷺ سے حصول علم کے لئے نکلا کرتی تھیں دعوت کے لئے نہیں !

یہ بھی یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں مسجد جانے کی اجازت کے ساتھ اپنے فرمان "وبیوتهن خیر لهن" کے ذریعہ گھر میں بقا کی افضیلت اور مسجد حاضری کی مفضولیت کو بھی بتا دیا تھا، بہر حال اصل یہ ہے کہ عورت عالمہ ہو اپنے گھر کی چہار دیواری میں رہے جو عورتیں ان سے سیکھنا چاہتی ہیں وہ ان کے پاس آئیں۔ اس اصل کے بر خلاف <u>آج جو عورتیں کام کر رہی ہیں یا بعض اسلامی مراکز، تنظیمیں اور جماعتیں اسلامی دعوت کے نام پر عورتوں سے ایسا کروا رہی ہیں اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، اس سے ہر گز دھوکا نہیں کھانا چاہئے بے شک یہ اسلام میں ایجاد کردہ نئے</u>

کاموں میں سے ہے، اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "کل بدعة ضلالة و کل ضلالة في النار" کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔[1]

عورت کا دعوتی خروج ایجاد کردہ کام ہے:

جی ہاں ! شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر کردہ دلائل کے علاوہ صحابیات کے جو بھی آثار عورت کے دعوتی خروج پر جواز سے متعلق نقل کئے جاتے ہیں ان کی دلالت مستدل مسئلہ پر پوری نہیں اترتی، اس طور پر کہ آپ رضی اللہ عنھن کی برات ساتوں آسمانوں کے اوپر سے نازل شدہ ہے، رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ سے نکاح بھی حرام ہے، آپ مومنوں کی مائیں ہیں اور ویسے بھی ماؤں پر اپنی اولاد کی تربیت فرض ہوتی ہے، ساتھ ہی آپ نے مشکوۃِ نبوت ﷺ سے کسبِ فیض کیا ہے، انبیاء کے سردار ﷺ کے آگے زانوئے تلمذ طئے کرکے سیکھی اور پڑھی ہوئی عالمہ اور فقیہہ تھیں (جاہلہ نہیں)، نیز ان سے پڑھنے والے یا تو اللہ کی طرف سے مبرا و منزہ اصحاب رسول ﷺ ہوتے یا رسول اللہ ﷺ کی زبانی خیریت کا زمانہ پائے ہوئے تابعین ہوتے، جو بڑے صاف و شفاف دل والے تھے، نیز ان کا زمانہ بھی خیر سے پر تھا فتنے کم بلکہ معدوم تھے، اور وہ بھی ان سے پڑھنے کے لئے آتے تھے وہ نہیں جاتی تھیں انہیں پڑھانے کیلئے، نیز پردے کی آڑ سے پڑھاتی تھیں ان کی طرح کیمرے کی آنکھ انہیں دیکھا اور لوگوں کو دکھایا نہیں کرتی تھیں، ان سب فوارق کو دیکھ کر لگتا ہے کہ دلیل دعوے پر پوری نہیں اترتی۔ جی ہاں ! اسی کو شریعت اور فقہ کی زبان میں "الدلیل اخص من الدعویٰ" سے تعبیر کیا جاتا ہے، بلکہ ان آثار کے تئیں صحیح وجہت نظریہ ہے کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین و سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کے زمانہ میں اسلام جدید تھا، نیا پودا تھا، اسے قربانیوں کے ساتھ سینچنے اور آگے بڑھانے کی آج سے زیادہ ضرورت تھی اور حالات بھی سازگار تھے

1۔ سلسلۃ الھدیٰ والنور شریط: 189

،اسلامی سلطنت بھی تھی ،فتنے بھی کم تھے ،عورتیں پڑھی لکھی بھی ہوتی تھیں ،خیر و بھلائی کے وہ ہم سے زیادہ طالب بھی تھے ،ان میں امت کی خیر خواہی بھی ہم سے زیادہ تھی ،پھر بھی سلف کی عورتوں کے ایسا نہ کرنے سے سمجھ میں آتا ہے کہ اس معاملے میں خیر نہیں علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کے فرمان: **"لو کان خیرا ما سبقونا الیه"** کی تفسیر میں کہا تھا کہ اہل السنہ والجماعہ ہر اس قول و فعل کو جو دین میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت نہ ہوں "بدعت" اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ انہوں نے خیر کا کوئی کام، باب اور دروازہ ایسا نہ چھوڑا جس کی طرف مسابقت نہ کی ہو اور اگر اس معاملے میں بھی خیر ہوتا تو وہ ضرور اس کیطرف مبادرت کرتے"۔[1]

اسی وجہ سے شیخ خلیل بن شحادۃ آل عباس نے فرمایا تھا کہ عورت کے داعیہ ہونے کے جواز سے متعلق علماء کے سارے فتاوے اس عورت سے تعلق رکھتے ہیں جو فقیہ اور عالمہ ہو،ساتھ ہی اس کے علم کی حاجت و ضرورت بھی محسوس کی جاتی ہو، لیکن انہیں بنیاد بنا کر آج عورتوں کی سوسائٹی میں داعیہ کے نام پر جاہلات کی بھرمار نظر آرہی ہے،جو مردوں کی طرح بلا تکلف دعوتی دخول و خروج کرتی ہیں۔

جہال عورتوں کی بزعم خویش یہ "داعیانہ جماعت "اور ان کی کاوشیں درحقیت سوائے بدعت کے اور کچھ نہیں ،جس سے آج ہم اور ہمارا پورا معاشرہ جھوجھ رہا ہے۔جو مسلمانوں کی تفریق و تمزیق،دینی رکاکت، علمی زوال ،پرہیز گارانہ اختلاط اور اسٹینڈر و پروفیشنل جہالت کے فروغ وغیرہ فتن عظیم کا سبب بھی بن رہا ہے۔**ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔**"[2]

داعیات میں داعیانہ اوصاف کا فقدان:

اگر کسی کو اب بھی ہماری بات کی صحت سے انکار ہے،تو اسے اس جانب بھی توجہ دینی چاہئے کہ کیا واقعی ان داعیات میں داعیانہ اوصاف و شروط پائے جاتے

1۔ تفسیر القرآن العظیم: 256/7
2۔منتدی کل السلفیین، تحذیر الشیخ البانی من بدعۃ النساء الداعیات

ہیں ؟ کیا واقعی انہوں نے میدان دعوت کی علمی شروط اس طرح پوری کی ہیں کہ شرعی احکامات کو ان کے دلائل و مسائل کے ساتھ جانا ہو، عملی و تطبیقی شروط اس طرح پوری کی ہو کہ اس فیلڈ کے ماہروں سے اس کی ٹریننگ لی ہو ؟ کیونکہ ہر صنعت والا اپنی صنعت و پیشہ کے ابتدائی مراحل میں نو مولود انسانی بچے کی طرح ہوتا ہے جسے کھلانے پلانے، پہنانے اوڑھانے، پیار و محبت ، سکھانے پڑھانے اور اہتمام دینے کی اس وقت تک ضرورت ہوتی ہے جب تک اس کی ہڈیاں مضبوط اور اعضاء قوی نہ ہو جائیں ، اسی لئے آج اطباء ، طیار و پائلٹ ،گاڑی ڈرائیور ، تاجر و بزنس مین، ٹیچر و مدرس سبھی اپنی اپنی فیلڈ کی ٹریننگ لیتے ہیں ،ایسے ہی دعوت بھی دیگر صنعتوں کی طرح اپنے حامل و عامل سے تربیت، تجربہ و مہارت چاہتی ہے، اس اصول کے مطابق اگر انہوں نے ٹریننگ لی ہے تو کہاں اور کتنی لی ہے ؟ یا یہ اس میدان کی رضاعت ہی کے مرحلے میں ٹریننگ سے بے نیاز "معجزاتی انداز"میں ظہور پذیر ہو گئی ہیں؟ !

فرائض و مستحبات کے شرعی توازن کا لحاظ:

اس طرف بھی دیکھیں کہ کیا واقعی یہ اپنے اصلی واجبات اور دعوتی مستحبات میں شرعی توازن کو برقرار رکھ رہی ہیں یا نہیں؟ ، چانچہ انصاف کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اولویات اور مہمات کی ترتیب کا خیال رکھا جائے ،فرض کو نفل پر مقدم نہ کیا جائے ، مستحب کو واجب پر ترجیح نہ دی جائے، کیونکہ فرض سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ سے قریب کرنے والی نہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی وصیت میں کہا تھا کہ اللہ رب العالمین اس وقت نفل کو قبول نہیں کرتا جب تک اس کا فرض ادا نہ کرلیا جائے ، اور مقاصد شریعہ میں بھی یہ بات داخل ہے کہ پہلے ضروریات کا خیال رکھا جائے پھر حاجیات اور پھر تحسینیات کا۔اس لحاظ سے ان داعیات اور ان جیسی دوسری مسلمان عورتوں کا اس پر فتن دور میں خصوصا اور سارے ہی زمانوں میں عموما پہلا فریضہ یہ ہے کہ وہ اپنی ذاتی اصلاح پر توجہ دیں تاکہ اگر وہ کسی کی بیٹی ہے تو بہترین اور مطیع و

فرمانبردار بیٹی، کسی کی ماں ہے تو مشفق و مربی ماں، کسی کی بہن ہے تو لائق فخر بہن اور کسی کی بیوی ہے تو مبارک بیوی بن سکے۔

جی ہاں عورت کو رسول اللہ ﷺ نے ذاتی تربیت کے ساتھ اپنے فرمان ”المراۃ راعیۃ علی بیت زوجہا وھی مسؤلۃ عنہم “کے ذریعہ شوہر کے گھر کی ذمہ داری بھی عطافرمائی ہے، چنانچہ یہ اس کے واجبات میں سے ہے،اور واضح رہے کہ یہ واجب بھی اپنی مختلف ذیلی قسمیں رکھتا ہے چنانچہ ایک واجب شوہر سے متعلق، ایک اس کے گھر سے متعلق ،ایک اس کے بچوں سے متعلق تو ایک اس کے والدین سے متعلق ہے ، واجبات کی اس فہرست میں بعض تو حسی جبکہ بعض معنوی ہیں جیسے شوہر کے شہوانی ضرورت کی تکمیل، اس کے بچوں کے طعام و کسوہ کی دیکھ ریکھ حسی واجب ہے، جبکہ اس کی رضا اور خوشنودی اس کے بچوں کی اصلاح و تربیت، تعلیم و توجیہ وغیرہ معنوی واجب ہے۔پھر ان واجبات کا تنگ دائرہ بھی ادائیگی کے حساب سے بتدریج وسیع ہوتا ہے۔ شوہر سے اٹھ کر اس کے گھر اور بچوں تک ،پھر اس کے والدین سے اعزاء و اقرباء تک دراز ہوتا ہے ،پھر کہیں جاکر معاشرے کی اجتماعی ذمہ داریوں کا نمبر آتا ہے،اور وہ بھی وسعت و طاقت کی شرط، قدرت و استطاعت کے ضابطے، محرمات و محذورات کے انتفاء اور امن و امان کی تحقیق کے ساتھ لاگو ہوتا ہے۔

ان اصولوں سے روگردانی کا نتیجہ:

لیکن ان داعیات کو اللہ ہدایت دے انہوں نے اولویات و مہمات کی ان ساری شرعی ترتیبات کو اونے پونے بیچ کر، واجبات کے ان موازین و پیمانوں کو الٹ کر اجتماعی ذمہ داری سے اپنی دعوت کا آغاز کیا ہے، نتیجتاً آج ہم معاشرے میں نوجوانوں کا جو بھی بگاڑ انحراف بغاوت اور سرکشیاں دیکھ رہے ہیں ، بچیوں کی سرپھری حرکتیں اوچھی ادائیں ،والدین کی نافرمانیاں ،قوم و ملت کی نیلامیٔ عزت واقعات مشاہدہ کررہے ہیں وہ دراصل دعوت و اصلاح کی اسی الٹی بہتی گنگا کا نتیجہ ہے،خانہ اور اہل خانہ کی اصلاح و تربیت میں تقصیر و کوتاہی اور لاپرواہی کا خمیازہ ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان کے

یہاں اپنی اور اہل خانہ کی اصلاح وتربیت کرکے خود کو اور انہیں جہنم کا ایندھن بننے سے بچانے پر دعوت کا اطلاق ہونے کا تصور ہی نہیں، جاہل شوہر کو پڑھا لکھا انسان بنانے، بے نمازی سے نمازی بنانے، شرابی کبابی، جواری و کباڑی سے نیک مسلمان بنانے کو یہ دعوت سمجھتی ہی نہیں، ایک ایسے زمانے میں جب کہ اکثر والدین بچوں کی صحیح اسلامی وسلفی تربیت کی صعوبت و سختی کے رونہ روتے ہیں، اس میں بہترین مربی والدہ وماں کا کردار نبھا کر معاشرے کو صالح افراد میسر کرنے کو یہ دعوتی ذمہ داری ہی نہیں سمجھتی ،ان کے نزدیک مائک ہاتھ میں لیکر، اسٹیج پر چڑھ کر پبلک کو گیان بانٹنا ہی دعوت ہے اور یہی انہوں نے اپنے گرو بردرس سے سیکھا ہے!!

شبہ (عورتوں کے میدانِ دعوت میں کودنے کی وجہ) اور اس کا ازالہ:

اور ان کا یہ بے ڈھنگا تصرف دراصل اس شبہ اور ادھوری حقیقت پر مبنی ہے کہ "شریعت کے معدودے چند مسائل کے علاوہ سارے ہی اوامر میں مرد عورت یکساں شریک ہیں، اور انہی احکامات میں دعوت سے متعلق اللہ کا فرمان "**کنتم خیر امة**" اور "**والمؤمنون والمؤمنات بعضہم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر**" بھی ہے، چنانچہ جسطرح مرد آزادی کے ساتھ دعوت کرتے ہیں اسی طرح عورت کو بھی دعوت کا حق ہے!!" جبکہ حقیقتاً یہ سوچ سکہ کا صرف ایک رخ ہے، دوسرا رخ یہ کہتا ہے کہ احکامات میں اشتراک عمل اور تطبیق کے یکساں مطالبے کو مستلزم نہیں ،مثال کے طور پر اللہ کا فرمان: "**اقیموا الصلاۃ**" اپنے حکم میں عموم رکھتا ہے، چنانچہ مرد عورت، مریض مسافر سب کو شامل ہے، لیکن عمل و تطبیق کے میدان میں آپ دیکھیں گے کہ یہی مطالبہ اس مریض سے جو اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتا اسکی طاقت کے مطابق، جبکہ صحیح مقیم شخص سے مختلف اور مسافر سے مختلف ہوتا ہے، صحیح عورت سے اس کی صحت کے مطابق جبکہ حائضہ ونفساء عورتوں سے مختلف ہوتا ہے، پتہ چلا کہ شریعت مطہرہ نے مشترکہ احکامات میں بھی تناسب کا خیال رکھا ہے۔ اسی تناسب کی

وجہ سے مرد وعورت جس قدر بہت ساری صفات میں مساوی ہیں اسی قدر بہت سارے اوصاف وخصائل میں مختلف بھی ہیں، چنانچہ جیسے اوصاف میں مساوات حکم میں تماثل ویکسانیت کا تقاضا کرتا ہے، ایسے ہی خصائل ووظائف میں افتراق بھی جداگانہ احکامات کا متقاضی ہے،اس مقصد واصول کے حساب سے شریعت نے اللہ کے مشترکہ فرمان: "کنتم خیرامة" اور "والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولياء بعض يامرون بالمعروف وينهون عن المنكر" میں دعوت کا جو میدان عورت کی فطرت، طبیعت، نعومت ولطافت کے عین موافق تھا اسے اس کا مکلّف کیا، جو ذمہ داری اس کے ستر وحجاب، نرم ونازک عنصر، محبت ووفا کے تقاضے کے مطابق تھی وہ اس کے کاندھے پر ڈالی، وہ اشرف میدان اس کا گھر اور مبارک ذمہ داری قوم وملت کے سپوتوں کی تیاری، خاندان وکنبہ اور وطن وامت کے روشن مستقبل کے ایندھن کی فراہمی، اور صالح معاشرے کی بناء ڈالنے کی ذمہ داری ہے، اور یہ ایسے امور ہیں جن کو اس صنف نازک کے علاوہ کوئی انجام دے ہی نہیں سکتا۔اسکے علاوہ میدانِ دعوت کے جو امور مرد کی سخونت وشدت، صبر و تحمل، اورجرات ومردانگی کے متقاضی تھے جیسے صدع بالحق، کفار سے سیف وسنان اور لسان کے ذریعہ مواجہت، بالمشافہ ملاقاتیں، جدال، مناظرہ، پیہم موعظت ونصیحت جسمیں اکثر اوقات داعی کو قولی وفعلی، بدنی وعقلی، مالی وروحانی ایذاء سے دوچار ہونا پڑتا ہے، حتی کی وطن وقبیلہ، گھربار اور بیوی بچوں کو بھی خیرآباد کہنے کی نوبت آتی ہے، انہیں مردوں کی ذمہ داری میں داخل کیا، کیونکہ عموما عورت کی کرامت، ستر وحجاب کی طلب اور ضعف وکمزوریٔ طبع ان امور کی متحمل نہیں۔

حقیقی سلفی عورتوں کی سمجھ داری:

زمانۂ سلف کی عورتیں بڑی سمجھ دار ہوتی تھیں، وہ شریعت کی ان حدود کو سمجھتی بھی تھی، ان طبعی وقدرتی فوارق جو اللہ رب العزت نے مرد وعورت کے بیچ رکھے ہیں ان کے اعتراف کے ساتھ ان سے تجاوز بھی نہیں کرتی تھیں، اسی لئے آپ انہیں دیکھیں گے وہ دعوت بھی کرتی تھیں، عالمہ، شاعرہ، مدرسہ، اورفقیہہ بھی ہوتی تھیں،

جیسا کہ عمر رضا کحالہ نے راویات کی سوانح سے متعلق اپنی ایک کتاب میں 3000 سے زائد عورتوں کے تراجم ذکر کیے ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تقریب التہذیب میں 400 سے زائد ان راویات کے اسماء ذکر کیے ہیں جنہوں نے سنت کی خدمت کی ہے، امام ذہبی نے اپنی مشیخہ میں 60 سے زائد عورتوں سے استفادے کا اعتراف کیا ہے، اور آج تک بھی سلف کے طریقے کی سچی پیروی کرنے والی کتنی معلمات ومدرسات جامعہ عائشہ صدیقہ مالیگاؤں، جامعہ فاطمۃ الزہرا مئو، جامعہ حفصہ دہلی وغیرہ جامعات میں دعوتی وتدریسی فرائض انجام دیتی آئیں ہیں، لیکن کبھی انھوں نے اپنی شخصیت کی تشہیر اور مردانہ مساوات ومشابہت کی یہ شکلیں اختیار نہ کیں کہ ٹی وی، کیمرہ، انٹرنیٹ، آڈیو اور ویڈیو کلیپنگ کے ساتھ دعوت کا اہتمام کرتی ہو، سڑکوں، چوراہوں، نکڑوں اور گلیوں گلیوں ان کے دروس کے پوسٹر اور بینر لگتے ہوں، ان کے نام کی دعوت اور منادیٔ عام لگتی ہو، آج ممبئ تو کل حیدرآباد، پرسوں چینئ تو ترسوں کہیں اور اسٹیج پروگرام اٹینڈ کرتی ہوں، دعوت کے نام پر غیر مردوں سے گہما گہمی، ظاہری ومعنوی اختلاط، بیجا ملاقاتیں، ہنسی مذاق اور بات چیت کرتی ہوں وغیرہ وغیرہ۔

عورتوں کا ویڈیو کلپس کے ذریعہ دعوت کرنے کا حکم:

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا فتوی:

اسی لئے عورتوں کے ویڈیو، آڈیو کلیپنگ اور ٹیلیویژن کے ذریعہ دعوت کرنے کو شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے صراحۃ ممنوع اور ناجائز قرار دیا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ: "اسمیں کوئی شک کی بات نہیں کہ دعوت الی اللہ انتہائی اہم فریضہ اور افضل قربات میں سے ہے، لیکن عورت کا ٹیلیویژن، ویڈیو اور آڈیو کے ذریعہ میدان دعوت میں کودنا ایسا معاملہ ہے جو مشکلات، پریشانیوں اور شرعی محذورات وخطرناکیوں سے گھرا ہوا ہے، جس میں مردانہ اختلاط، بےپردگی، نرم وپست آواز کے ساتھ مردوں سے ہمکلامی، بلاضرورت غیر محرموں سے ملاقات وغیرہ مفاسد پائے جاتے ہیں، جو قوم وملت اور معاشرے کے لئے انتہائی ضرررساں اور فساد انگیز ہیں، چنانچہ شریعت مطہرہ کی روشنی

میں مجھے لگتاہے کہ عورت کو ویڈیو اور آڈیو کلیپنگ کے ذریعہ دعوت کرنا جائز نہیں، البتہ اگروہ بہترین مضامین، علمی رسائل ومقالات کے ذریعہ صحافتی میدان کواپنی دعوت کامرکز بناتی ہے تواسمیں کوئی قباحت کی بات نہیں"[1]۔

جی ہاں ! شیخ رحمہ اللہ کی اسی نصیحت کے مطابق سہیلہ زین العابدین نامی عرب خاتون نے سعودی خواتین کوتنبیہ کرتے ہوئے کہاتھاکہ:" میں عرب عورت کواس بات کی دعوت دیتی ہوں کہ وہ اسلامی دعوت، دینی، ثقافتی، اجتماعی اورادبی تحریک میں اپنے افکارکے ذریعہ مشارکت کرے نہ کہ اپنی آواز واصوات کے ذریعہ۔۔۔!"[2]

عدم جواز پر علماء کا اجماع:

بلکہ اگر یہ کہاجائے کہ عورتوں کی اس قسم کی دعوت کے عدم جواز پر علماء کا اجماع ہے تو قطعی بیجانہ ہوگا، دیکھئے استاد محمد بن احمد ابابطین کہتے ہیں کہ: وسائل اعلام کے ذریعہ عورت کی دعوتی مشارکت کے موضوع کی نزاکت وحساسیت اورخطرناکی کے سبب میں نے متعدد علماء عرب سے اس کے جواز یاعدم جواز سے متعلق فتاوے طلب کیے، جن میں سرفہرست ابن باز رحمہ اللہ ہیں، تومیں نے سبھی علماء کو شرعی نصوص کی بنیاد پراس کی حرمت پراجماع کرتے ہوئے پایا۔[3]

شیخ علی یاسین جاسم المحیمد حفظہ اللہ نے بھی اس مسئلے میں اجماع کی طرف اشارہ کیا ہے،اور شیخ ابو معاذ الحسن حفظہ اللہ نے تویہاں تک کہاکہ :"ٹیلیویژن پر تشریف لانا، ویڈیو اور آڈیو کلیپنگ کرنا جب ایک عام عورت کے لئے جائز نہیں تو مسلمان داعیہ آئیڈیل عورت کے لئے ایسا کیونکر جائز ہوسکتاہے؟!"[4]۔ اسی لئے ایک سعودی خاتون د/ سارۃ بنت ابراہیم المسعود اپنی کتاب "کیف تکونین داعیة" میں داعیہ

1۔ المراۃ المسلمۃ المعاصرۃ: ص:429
2۔ مسیرۃ المراۃ السعودیۃ الی این؟: ص:39
3۔ المراۃ المسلمۃ المعاصرۃ، ص:430
4۔ نقاش حول خروج المراۃ للدعوۃ: ملتقی اہل الحدیث

عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ : "اس بات کی پوری کوشش کروکہ کبھی بھی تمہاری آواز مردوں تک نہ پہنچ سکے، چاہے ریڈیو کے ذریعہ ہو یا ٹیلیویژن کے حوالے سے، واٹس اپ کی شارٹ ویڈیو کی صورت میں ہو یا ٹویٹر کی تغرید کی شکل میں، فیس بوک کی پوسٹ کے وسیلے سے ہو یا اجتماعی تواصل کے کسی بھی پروگرام کے ذریعہ ہو، اسلئے کہ الحمدللہ ابھی مرد علماء دعاۃ ختم نہیں ہوئے ہیں کہ تمہاری حاجت محسوس کیجانے لگے! اور اے میری داعیہ بہن اس بات سے غافل نہ رہناکہ شیطان مذکورہ بالاوسائل کے ذریعہ دعوت کو تمہارے لئے مزین کرکے پیش کرےاور تم اس کے دام تزویر میں جا پھنسو، پھر بعید نہیں کہ اسی دعوت کے بہانے مردوں کے فتنے کا شکار ہو جاؤ، یا مرد تمھارے فتنے میں مبتلا کر دیئے جائیں اسلئے کہ کبھی کان آنکھوں سے قبل عشق کر بیٹھتے ہیں،اسی لئے شیخ عبدالرحمٰن البراک حفظہ اللہ نےانٹرنیٹ اوروسائل اعلام پر بغیر ضرورت عورت کی آواز کے خروج وظہور کو ناجائز قرار دیا ہے۔"(1)

عقل وفطرت کاتقاضا:

اور آپ خود بھی سوچ کر بتایئے کہ بھلا جس اسلام نے فتنہ کے ڈر سے عورتوں کوزمین پر پیر مار کر چلنے سے روک کران کے پوشیدہ گہنوں اور خفیہ زیورات کی جھنجھناہٹ کی حفاظت کااہتمام کیاہو وہ کیسے عورت کی آواز کو انٹرنیٹ کے سرے وبھرے بازار بلند ہونے کی اجازت دے سکتاہے؟! خاص طور پر اس وقت جبکہ صنف نازک کے تئیں نفس انسانی کے ضعف کاحال یہ ہو کہ کبھی اس کے احساس ہی سے لطف اندوزی کرنے لگتا ہو، کبھی اس کے کپڑے، جوتیاں، بالیاں دیکھ کر تو کبھی اس کی چھینکیں، قہقہےاور کھانسیاں سن کر،اس کے چلنے، بولنے ،ہنسنے ، مسکرانے اوراشارے وکنائے کے انداز کو دیکھ کر شہوت انگیز ہو جاتا ہو،مزہ لینے لگتا ہو۔ بھلا بتایئے جس نفس کاصنف نازک سے

1۔ کیف تکونین داعیۃ: ص: 89

متعلقہ ان چھوٹے چھوٹے امور کے ساتھ یہ رویہ ہو کیا بعید ہے کہ وہ گھنٹے آدھے گھنٹے پر مشتمل داعیہ کی تقریری ویڈیو کلپ دیکھ کر دل سے ہی ہاتھ دھو بیٹھے، اس کی محبت میں گرفتار ہو جائے۔ان دقائق کی ہلکی سی معرفت کے بعد احاس ہوتا ہے کہ حقیقتاً نفس انسانی کے خالق ،اسکے ہیجان انگیز امور کے خبیر مولی کا "حفظ ماتقدم" کے اصول پر مبنی مذکورہ بالا فیصلہ کس قدر حکیمانہ ہے،**الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر**۔

نقصانات:

ان برادرس کے نقصانات تو بہت ہیں،البتہ بغیر حصر و احاطہ کے چند قابل ذکر نقصانات درج کیئے جاتے ہیں:

قیادت کی تقسیم:

امت کے اہل حل و عقد کی تقسیم ہو گئی چنانچہ موجودہ حالات میں امت میں دو طرح کی قیادات پائی جاتی ہیں ایک علماء وفقہاء کی طبعی و فطری اور قدیم قیادت ہے، دوسری جدید مخترع تنظیمی قیادت دعاۃ و مبلغین کی ہے، جب کہ موجودہ حالات میں امت کو اتحاد و اتفاق وحدت کلمہ اور عدم انتشار کی حاجت گذشتہ سارے زمانوں سے زیادہ ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ دینی خدمات، جہود،کاوشیں اور کوششیں تفرق کا شکار ہو کر بے اثر ہو رہی ہیں، وسائل کا استہلاک و استغلال ہو رہا ہے، بیک وقت امت میں متعدد جماعتیں وقیادتیں وجود پذیر ہو رہی ہیں ، آئے دن ملی و اجتماعی مسائل میں باہم متعارض قرارات لئے جا رہے ،غلط مواقف اختیار کیئے جا رہے اور پے در پے خسارے اٹھائے جا رہے ہیں۔

مفہوم دعوت کی تبدیلی اور برے اثرات:

بہت سارے دعاۃ کے اسلامی دعوت کے صحیح مفہوم کو نہ سمجھ پانے کی وجہ سے رہنما، ربانی، رحمانی اور اسلامی دعوت "شریف نبوی وراثت" سے "حزبیت، نام نہاد تنظیمی ڈھانچے اور مصنوعی وبناوٹی ملمع سازادارتی اشکال وامور ہو کر رہ گئی ہے، یہ در

اصل دعوت کے حقیقی مفہوم سے عدم آگہی کے ساتھ ساتھ دوسری اقوام کی حقائق سے خالی اور تنظیم و اشکال سے پر دعوتی سرگرمیوں کی ایکٹنگ اور نقل کا نتیجہ ہے، جب کہ دعوت تو مجرد تنظیمی تکلف سے اوپر اٹھ کر اللہ کی طرف اخلاص وللّٰہیت سے بلانے، اس کی مرضیات اور خوشنودی کے لئے کوشاں اور عمل پیہم ہونے کا نام ہے، رسولوں کے وظیفے اور ذمہ داری کو اوہام و خرافات اور خیالات و تکلفات کی تنگنائیوں سے پرے ہٹ کر قائم کرنے کا نام ہے۔ جو کہ تنظیمی اہداف و مقاصد، اختراعی پر تکلف امور اور موجودہ دعوتی طبیعت سے بعید تر ربانی منہج سے مرصع، شرعی اسباب و سائل سے مزین اور مصادر وادلہ میں ممتاز ہوتی ہے، جی ہاں اسی منہجی غلطی نے بہت سارے دعاۃ کو ہادی و رہنما دعاۃ سے وہ دنیا پرست آفیسر، کامگار اور ڈیوٹی لائن آدمی بنا دیا ہے جس کے اپنے مقاصد، غایات واہداف اور مصالح و منافع ہوتے ہیں جس کے لئے وہ ہلچل و حرکت کرتا ہے۔

علم کی بکتی لاج:

موجودہ دعاۃ کی کم علمی کے باوجود میدان دعوت میں ان کی ظاہر کامیابی کو دیکھ کر بہت سوں کو یہ وہم ہوگیا ہے کہ دعوت کے لئے زیادہ پڑھنے اور سیکھنے کی ضرورت نہیں علمِ دعوت اور اس کے اصول و مبادی -جس کی علماء بات کرتے ہیں- کی چنداں ضرورت نہیں، یہ سب ایجاد کردہ کورسس و تخصصات ہیں جو پہلے نہ تھے، موجودہ دعاۃ کے حد و جلن میں علماء نے جسے سیکھنا عوام پر ضروری کردیا ہے، ورنہ دعوت تو محض تقریر و بیان سیکھ کر بھی ممکن ہے، دو چار کتابیں پڑھ کر بھی دی جاسکتی ہیں، جی ہاں! اسی مریض سوچ کی وجہ سے نہ تخصص کی اہمیت بچی ہے نہ متخصص کا احترام و تقدیر ہی محفوظ رہی ہے۔

مہلک بیماریوں کا پھیلاؤ:

جی ہاں انہی کی وجہ سے امت میں بہت سارے اجتماعی نفسانی خطرناک امراض در آئے ہیں، جن میں قابل ذکر شح مطاع، ہوی پرستی، دنیا پرستی، ہر رائے

والے کا اپنی رائے کو عمدہ سمجھنا اور اسی کو ترجیح دینا، کبر و غرور، عجب و خود پسندی و خود پرستی، ریاست و عہدہ پرستی وغیرہ ہیں جنہیں رسول اکرم ﷺ نے مہلکات (ہلاک کر دینے والی بیماریاں) قرار دیا تھا۔ چنانچہ کتنے دعاۃ آج آپ کو ان امراض کے شکار نظر آئیں گے، حتی کہ حالت یہ ہو گئی ہے کہ بعض تو یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے پاس جو کچھ ہے وہی حق مطلق ہے اور ان کے علاوہ کے پاس جو کچھ ہے وہ باطل صریح اور خطا محض ہے، جب کہ سلف زبان حال و مقال سے کہتے تھے کہ جو میرا مسلک ہے وہ صحیح ہے، خطا کا امکان رکھتا ہے اور غیر کا موقف غلط، پر صحت کا احتمال رکھتا ہے۔

قواعد، فنون اور مناہج سے کھلواڑ:

تخصصات، قواعد و اصطلاحاتِ فنون اور اساسیاتِ مناہج کے ساتھ عجیب و غریب کھلواڑ و طوفان بپا ہے، چنانچہ قیاس کے نام پر دنیوی علوم کی اصطلاحات کو شرعی اصطلاحات میں خوب گڈمڈ کیا جا رہا ہے، جس کی وجہ سے نہ ان مصطلحات کی خصوصیت باقی رہی ہے اور نہ فنون و تخصصات کے اساسیات و مبادی کی مسلمیت برقرار رہ گئی ہے۔ اسی وجہ سے مناہج کا قصور، اسالیب کی غلطیاں اور وسائل کا ضعف کسی متعدی بیماری کی طرح ہر طرف پھیلا نظر آتا ہے۔

فکری و عملی افترق کی آندھیاں:

اور ان کی بدولت افتراق و انتشار کی امت میں ہر سو آندھیاں چل رہی ہیں چنانچہ ایک ان کے جماعتوں سے کٹ اور علیحدہ ہو کر کام کرنے کی وجہ سے عملی تعدد کی سوچ بن رہی ہے، جو کہ عملی و تطبیقی اختلاف و انتشار کا سبب ہے، انفرادیت کو عام اور انانیت کو ہوا دینا ہے، متعدد نسبتوں اور سینٹری دعوتوں نے اس پر وہ غضب ڈھایا ہے کہ امت میں عصبیت و حزبیت کی روح پروان چڑھ رہی ہے، دوسری طرف علماء و دعاۃ کی تفریق نے جہاں دونوں فریقوں کے بیچ دراڑیں پیدا کی ہیں، بدظنی، بدگمانی اور ایک دوسرے کے عدم تحمل و برداشت کو عام کیا ہے، قلوب و افکار اور مواقف کو جدا جدا کیا ہے، بعض کو بعض کی تبدیع و تضلیل پہ آمادہ کیا ہے وہیں خود دعاۃ کی صفوں میں ایک

دوسرے سے حد، جلن، کڑھن اور بے جا مسابقت و رسہ کشی کو جنگل کی آگ کی طرح پھیلادیا ہے، تیسری طرف فقہ کی فکر سے جدائی اور انفصال کی سوچ پروان چڑھی ہے ،جو علمی اختلاف و انتشار کا سبب بن رہا ہے، چنانچہ امت میں فقہاء و علماء کا طبقہ الگ اور مفکرین دعاۃ کی جماعت الگ ہو گئی ہے، جس کی وجہ سے ایک طرف صفوف علماء میں دنیوی علوم سے یک گونا نابلدیت کا خلا دیکھنے کو مل رہا ہے، تو دوسری جانب مفکرین کی صفوں میں دینی علم، فقہی معلومات اور شرعی کافی و شافی جانکاری کا فقدان نظر آتا ہے، نتیجتاً دعوتی میدان میں دعوت کے مفاہیم و تصورات سے دوری ،شرعی احکامات کی مخالفت اور صراط مستیم سے انحراف پایا جاتا ہے، جو آئے دن دعاۃ کو عجیب و غریب تناقضات کا شکار بنارہا ہے۔ چوتھی طرف بہت سارے دعاۃ نے علم کو عمل اور فکر کو تطبیق سے جدا کردیا ہے چانچہ آپ انہیں داعی ہوتے ہوئے بھی نماز چھوڑتے، سیلفی لیتے، داڑھی منڈھواتے، پینٹ کو ٹخنوں سے نیچے رکھتے، بول چال، رہن سہن، میل جول اور سلام و کلام میں مغربی طرز ختیار کرتے دیکھ سکتے ہیں، جس کی وجہ سے عوام کے نزدیک دعوت کا کمال و جمال مجروح ہورہا ہے، دعوت اپنی تمام تر علمی جاذبیتوں کے باوجود عملی و تطبیقی مصداقیت کھورہی ہے، چنانچہ سب یہی پوچھتے ہیں کہ آپ جس اسلام کی بات کررہے ہیں وہ ارض واقع پر تو کجا خود آپ کی شخصیت میں نظر نہیں آرہا ہے ۔جب کہ سلف صالحین اور علمائے عاملین دوسروں کو تبلیغ اور ان کی غلطیوں کی اصلاح سے پہلے خود کی اصلاح و تربیت کا اہتمام کرتے تھے، جس کی وجہ سے ان کے لئے اپنی اور دوسروں کی مشکلات کا حل آسان تھا ،آج ہمارے دعاۃ الٹی گنگا بہا رہے ہیں پہلے دوسروں کی فکر کرتے ہیں، جس کا نتیجہ ہے کہ پریشانیاں بڑھتی ہی جارہی ہیں، مشکلات دوچند ہورہی ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ موجودہ دعاۃ سلف کے منہج اصلاح کی طرف لوٹیں۔

شمولیت دعوت کا سمٹاؤ:

ان کے دعوت کے وسیع تر مفہوم کو اس کے متعدد عناصر سے گھٹا کر ایک ہی عنصر میں محصور کرنے ،اسی کی طرف دعوت دینے ،اسی کو دعوت سمجھنے ،جو ایسا نہ کرے اسے داعی نہ سمجھنے اور اس کی نکیر کرنے نے نہ صرف دعوت کو کمزور کیا ہے بلکہ لوگوں کے ذہنوں میں اس کی شمولیت کو مکدر و پراگندہ بھی کر دیا ہے۔

اولویات میں خرد برد:

ان کے اولویات کے عدم اہتمام ،واجبات امکانات کے موازنہ کی کمزوری، مصالح و مفاسد کی رعایت سے بے گانگی، تحسینی و تکمیلی اور حاجی و ضروری امور میں عدمِ تفریق کی وجہ سے نہ صرف بناء واصلاح کے عمل میں مفاسد در آئے ہیں بلکہ بہت ساری کوششیں ضائع بھی ہو رہی ہیں، عقبات و پریشانیاں کم ہونے کے بجائے بڑھتی ہی جا رہی ہیں، اس سے بڑھ کر علمی، دعوتی و شرعی تراتیب زبردست تعطل کا شکار ہو کر رہ گئی ہے۔

فلسفیانہ فکر کو رواج:

ان کے عقدی مسائل میں کلام کرنے، سوالات کے لوجک و منطق، عقل و فلسفہ اور کلامی مباحث کی روشنی میں جواب دینے سے عقیدے جیسے نازک باب میں عقل و فلسفہ منطق و کلام کو رواج مل رہا ہے، اور لوگ ان کے اس اندازِ جواب کو خصوصا عقیدہ کے باب میں پسند بھی کرتے ہیں اور ان کی تقلید کی کوشش بھی ! اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ اسی کو لیکر ان کو علماء پر فضیلت بھی دیتے ہیں کہ اس طرح تو عالم دین بھی جواب نہیں دیتے، حالانکہ علماء جانتے ہیں کہ اس نازک باب میں منہج ربانی کی پیروی دیگر ابواب سے زیادہ ضروری ہے، بہر حال آپ انہیں دیکھیں گے کہ یہ عموما عقدی اشکالات کے جوابات کبھی اسی جیسے اشکالات کھڑے کرکے دیتے ہیں، جو عام طور پر اشکالات دور کرنے کے بجائے دیگر ابواب دین میں انہیں کشمکش کا شکار بنا دیتا ہے، بعید نہیں کہ انہیں تناقضات کی عجیب دنیا میں پہنچا دیتا ہو، اور کبھی تو انسانی اختراعی فن منطق

و فلسفے اور عقلی ٹامک ٹویوں کے ذریعہ جوابات دیتے ہیں، جو گرچہ کسی انگریزی دوا کی طرح وقتی طور پر مسکن اور مسکت ثابت ہوتا ہو لیکن عام طور پر ان سائنسی و فلسفی بشری اصولوں کا توڑ موجود ہونے کی وجہ سے جانکار سائل کو مزید اشکالات میں مبتلا کرتا اور اپنے جوابات چاہتا ہے، ، اور کبھی تو یہ اسلامی مسلمات کے جوابات دیگر مذاہب کی کتابوں سے دیتے نظر آتے ہیں ! !

عقدی امور کی تربیت کا سلفی منہج:

غرض کہ ان کا منہج و مقصد یہی ہوتا ہے کہ کسی بھی انداز سے سائل کے شبہات دور کئے جائیں حالانکہ عقدی امور کے بیان میں سلفی و شرعی منہج یہ ہونا چاہئے کہ پہلے عقدی مسئلے کی تقریر و تغریس ہو، پھر اس کا اثبات احکام تحصین اور حفاظت ہو، پھر اس کے گرد پیدا شدہ شبہات و اشکالات کا ازالہ اور رد ہو، کیونکہ عقدی امور در اصل کسی بیج کی طرح دلوں کی سرزمین پر بوئے جاتے ہیں، جنہیں پہلے زمین میں دبایا، پھر پانی سے سینچ کر اگایا اور پھر کھاد ڈال کر آس پاس اگنے والی جھاڑ جھنکار سے بچایا جاتا ہے، بھلا اگر کوئی شخص بیج کو زمین میں دبانے کی بجائے سطح زمین ہی پر چھوڑ کر اس پر کھاد ڈال دے تو کیا بیچارہ دانہ کھاد کی گرمی سے دم نہیں توڑ دے گا؟ ! یہی حال ان کا بھی ہے کہ کسی بھی عقدی باب میں یہ سچے اسلامی عقیدے کی تغریس و تثبیت سے پہلے ہی شبہات کے ازالے اور کھاد ڈالنے کے مرحلے میں داخل ہو جاتے ہیں، پھر شبہات کا جوابات شبہات سے پاکر سائل کی وقتی حیرانگی کو مسکت جواب، اطمینان بخش خاموشی اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ سامنے والا یک بارگی اپنے سارے مسلمات سے دست بردار ہو چکا ہے، چنانچہ کتنے لوگ بظاہر تو اسلام لے آتے ہیں پر وہ مطمئن نہیں ہوتے، لہٰذا اصل یہ ہے کہ اذعان و تسلیم پر فرد کے عقیدے کی بنیاد رکھی جائے، شبہات کے چکر میں نہ پڑا جائے، نہ ان کا تتبع کیا جائے اور نہ ان کے جوابات میں تکلف سے کام لیا جائے، کیونکہ عقیدہ کے باب میں شبہات سمندر بے کنار ہے۔ یہ مبتدی و منتہی سب کو آتے ہیں، اس کا حل ہی یہ ہے کہ اس پر کان نہ دھرا جائے بلکہ طبیعت و فطرت میں موجود رب کی الوہیت و

ربوبیت کے خفتہ اقرار و تسلیم سے مدد لی جائے ، قرآنی عقلی و نقلی دلیلوں کے ساتھ کائنات میں اللہ کی پھیلی بے شمار نشانیوں کے ذریعہ بندوں کو اللہ کی معرفت تک پہنچانے کی کوشش کی جائے ، یہی دراصل سلف کا طریقہ تھا اور یہی طریقہ علماء اپناتے ہیں اور کیوں نہ ایسا کریں کہ باب مذکور کی خطرناکی، دقت و نازکی سے بعید نہیں کہ شبہات کے ازالہ کرتے کرتے ذراسی لغزش مجیب کے ایمان ہی کو خطرے میں نہ ڈال دے،اور کس قدر ایسا ہوا اور ہو رہا ہے، لہٰذا اس باب میں توسع سے اجتناب ہی بہتر ہے۔

خلاصہ کلام:

یہ کہ ان سفہاء احلام اور علمی بونوں کے تصدر سے جہال کو رؤساء بنالیا گیا، علماء فقہاء، مشائخ اور علمِ شرعی میں گہرائی و گیرائی رکھنے والے کم ہوگئے، اور باقی جو بچے ہیں ان کی قدر و قیمت اور اہمیت بھلادی گئی اس طرح انہیں تقصیر اور کوتاہی کا الزام دینا آسان ہی نہیں ہوا فیشن بن گیا۔ نوجوانوں کو حقیقی دعاۃ اور سچے وارثین انبیاء علماء کرام سے دور کردیا گیا، جوانوں کے دعوتی ذہن کا فائدہ اٹھاکر انہیں مختلف دعوتی مراکز اور سینٹرس سے جوڑ دیا گیا، جن کے اپنے اصول و مناہج اور شارٹ کورسس ہیں، جو کہ علمی سطحیت اور اتھلے پن پر مبنی اور دعوت کے حقیقی نظریات، غایات و مناہج سے بعید تر ہیں ، امت میں اشخاص کے لئے جمعیات اور دعوتی مراکز کے لئے عصبیات میں اضافہ ہوا۔ ان کی جانب نسبتوں اور انہیں کی ترویج و اشاعت کے لئے مختلف شعارات و نعرات کا دور چل پڑا، اللہ اور رسول کی وسیع و عریض دعوت سینٹرس اور شخصیات کی طرف دعوت کے محدود دائرے میں سمٹ آئی، اسلامی کتابوں کی ایک نئی نوع ایجاد ہوئی ، جن کے مطابق ہر سینٹر والا علوم شرعیہ سے اپنی فکر کے مناسب معلومات لینے لگا، اس طرح ایک ہی جماعت کے اندر مختلف افکار و نظریات اور مناہج کو دعوت کے نام پر ترویج ملنے لگی، جس کے پیچھے ھوی پرستی، شخصیات پرستی اور اسلام کی بجائے ، جماعتی ولاء و براء کے جذبات کارفرما تھے، منہج دعوت اور اصولِ دعوت جس پر امت صدیوں سے فائز المرام

چلی آرہی تھی، اس میں بھی خرد برد ہوا، وسائل کی توقیف کو ضرب پہنچائی گئی، شریعت نے جو بے ضرر، مؤثر اور بابرکت وسائل دعوت دیئے تھے، انہیں ضرر رساں اور پرخطر وسائل سے بدلنے کی بھرپور کوشش ہوئی، مسجد کے پیغام میں کمی لائی گئی غرض کہ صدیوں سے علماء نے امت کو علم و عمل، کتاب وسنت، منہج وطریقہ، اخلاق و کردار اور وحدت واجتماع کی جو تعلیم دی تھی اسے چند ہی سالوں میں ان ظالموں نے ریت کے تودے کی طرح ڈھا کر رکھ دیا، امت کو علم سے جہالت کی طرف، علماء سے جہال متثقفین کی طرف، مسجد سے میدان اور کمیونٹی ہال کی طرف، مدرسے سے انٹر نیشنل اسکول اور دعوہ سینٹرس کی طرف، علم شرعی سے علوم دنیا کی طرف، عربی زبان سے انگریزی کی طرف، وحدت واجتماع سے افتراق وانتشار کی طرف بڑی آسانی کے ساتھ دعوت کے نام پر منتقل کردیا، دنیا کے ہر تخصص کا پاس و لحاظ رکھا گیا پر شرعی تخصص کو اونے کونے بیچ کرامت کے سفید کبوتروں کو اڑادیا گیا اور کالے کوؤں نے ان کی جگہ لے لی۔

"اذا کان الغراب دلیل قوم

یدلہم علی جیف الکلاب"

علماء کا سکوت:

اتنا سب کچھ ہوچکا پھر بھی علماء کی جماعت پر گہرا سکوت طاری ہے، سعد بن عبدالرحمٰن الحصین حفظہ اللہ نے اس غفلت کی کیا خوب ترجمانی کی ہے کہ: ایسا لگتا ہے کہ علماء کرام کی جماعت نے گویا ان سے مصالحت کر رکھی ہے، چنانچہ وہ ان جاہل دعاۃ کے خوف سے حق بولتے بھی نہیں اور تو اور عوام میں ان کے غلبے اور مقبولیت سے مرعوب ہو کر چپی سادھنے اور خاموشی اختیار کرنے ہی میں عافیت سمجھتے ہیں، بلکہ بعض تو اس حد تک گر جاتے ہیں کہ ان کی چاپلوسی بھی کرتے ہیں اور باطل کی تائید بھی، آئے دن اس قسم کے واقعات میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ حتی کہ بعض علماء تو ان کے لئے عذر تلاشنے اور ان کے منکر کلمات اور شاذ تصرفات کی بے جا تاویلات ہی کو اپنی ذمہ داری

سمجھنے لگے ہیں ، حقیقتاً یہ بڑی افسوناک بات ہے ، اس لئے کہ زندہ لوگوں کی علمی و روحانی قیادت ان کے علماء و صلحاء و عقلاء کے ہاتھ میں ہوتی ہے ، اور اگر اس سیاست و قیادت کی زمام کار جہلاء ، عوام اور غوغائیوں کے ہاتھ میں چلی جائے تو پھر امت کے لئے اس سے بڑی نہ کوئی مصیبت ہو سکتی ہے نہ اس کی تباہی و بربادی کا اس سے بڑا کوئی ذریعہ ؟؟[1]

سچ پوچھئے تو علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی حقیقت حال یہ ہے کہ : کونسی دینداری اور کونسا خیر ہے ان علماء و دینداروں میں جن کے سامنے اللہ کے محارم چاک کئے جائیں ، حدود ضائع کی جائیں ، اللہ کا دین چھوڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے اعراض کیا جائے مگر ان کے ٹھنڈے دل میں گرمی نہ پیدا ہو ، ان کی خاموش زبان حرکت میں نہ آئے ، جی ہاں وہ لوگ اسی طرح گونگے شیطان ہیں جس طرح باطل کہنے والا بولتا شیطان ہوتا ہے ، جی ہاں ! انہیں قسم کے لوگوں کی وجہ سے دین برباد ہو رہا ہے ، انہیں اپنے کاروبار ، عزت وجاہ ، مناصب و عہدے اور مال و دولت اور رزق سے مطلب ہے ، وہ اگر بچ جائے ، اس کی حفاظت ہو جائے تو پھر دین پر کچھ بھی گذرے ، کتنی بھی بڑی مصیبت ڈھادی جائے ، قیامت گذر جائے انہیں اس سے کچھ سروکار نہیں (ان کے اچھے اچھوں نے بھی امت کے غم کا مزہ نہیں چکھا) دوسری طرف ان کی جاہ و مال ، عزت و آبرو سے متعلق معمولی سی غلطی اور گستاخی بھی برداشت نہیں کرتے ، اپنے دفاع میں ساری علمی صلاحیتیں جھونک دیتے ہیں انکارِ منکر کے تینوں مراتب و درجات استعمال کر گذرتے ہیں ۔ یہ حقیقتاً اللہ کی نگاہوں سے گراوٹ اور غضب کا شکار تو ہے ہی اللہ نے انہیں دنیا کی بھی عظیم ترین مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے ، جبکہ انہیں اس کا شعور بھی نہیں ۔ ، وہ ہے ان کے دلوں کی مردگی ! ، چنانچہ جس قدر دل زندہ ہوگا اسی قدر اللہ اور

1۔ مہذب تحذیر الخواص : ص : 19

اس کے رسول ﷺ کے لئے بندہ غصہ اور ناراض ہوگا اللہ کے دین کے لئے انتقام و بدلہ لے گا۔[1]

علماء کی ذمہ داری:

اسلئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی : علماء کو اور علم کا اہتمام کرنے والوں کو امت کے لئے نہ صرف اپنے علم کی حفاظت کرنی چاہیے بلکہ کما حقہ اس کی تبلیغ اور نشر و اشاعت بھی کرنی چاہیے چنانچہ اگر وہ یہ دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک کام بھی نہ کرسکے تو دراصل انہوں نے مسلمانوں پر بہت بڑا ظلم کیا یقیناً اللہ کے فرمان : ﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡتُمُونَ مَآ أَنزَلۡنَا مِنَ ٱلۡبَيِّنَٰتِ وَٱلۡهُدَىٰ مِنۢ بَعۡدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِي ٱلۡكِتَٰبِ أُوْلَٰٓئِكَ يَلۡعَنُهُمُ ٱللَّهُ وَيَلۡعَنُهُمُ ٱللَّٰعِنُونَ ﴾[2] کے تحت وہ اللہ کی اور لعنت کرنے والوں کی لعنت کے مستحق و حقدار ہیں۔[3]

ایسے میں انہیں عباد بن عباد الخواص الشامی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت گرہ باندھ لینی چاہیے جو آپ نے علماء امت کو ان الفاظ میں کی تھی : "کہ اے علماء کی جماعت ! امت محمدیہ ﷺ کی خیر خواہی کرو اس لئے کہ تم حاملین کتاب و سنت ہو ، جو سیکھا ہے اسے عملی جامہ پہناؤ اس لئے کہ اللہ کی کتاب خود نہیں بولتی حتی کہ اس کے ذریعہ کلام نہ کیا جائے ، سنت رسول ﷺ لوگوں کے سامنے نہیں آتی جب تک کہ اسے عملی جامہ نہ پہنایا جائے ، تم ہی اگر خاموش ہو جاؤ ظاہر ہونے والے منکر کو منکر نہ کہو ، اللہ کے چھوڑے جاتے فرائض کی طرف دعوت نہ دو تو جاہل کب سیکھیں گے ؟ جبکہ اللہ رب

1۔ اعلام الموقعین : 121/2

2۔ بقرۃ: 159

3۔ مجموع الفتاوی: 187/28

کریم نے کتاب دیگر تم سے اس کے بیان اور عدمِ کتمان کا عہد لے رکھا ہے چنانچہ اللہ سے ڈرو! اس لئے کہ تم ایسے زمانے میں جی رہے ہو جس میں ورع، تقویٰ ودین داری کم ہوچکی، اللہ کی خشیت خال خال ہو گئی، جس میں جہلاء اور مفسدین، ،مدعیان علم، بن چکے ہیں۔ انہیں علماء کہلانا اچھا لگتا ہے، جہل کی طرف نسبت بری لگتی ہے سوڈھیر ساری خطاؤں کے ساتھ ہوی پرستی کی بنیاد پر کلام کرتے ہیں، حق کو چھوڑ کو باطل پر عمل کرتے اور یہود و نصاری کی طرح اللہ کے کلام میں تحریف وتبدیلی کا لا علمی میں شکار ہوتے ہیں، چنانچہ نہ ان کے گناہ قابل معافی ہیں اور نہ ان کی تقصیر لائق عذر ہے، اور کیسے جاہل عوام ان سے رہنمائی پا سکتی ہے جبکہ وہ خود علمی میدان کے بچے اور صحراء جہالت کے گم گشتہ راہی ہیں۔"[1]

1۔اخرجہ الدارمی فی سننہ:506/1،ح:675

علاج

اب جہاں تک اس پریشانی کے علاج وتدارک کا سوال ہے تو وہ اسی طرح ممکن ہے کہ

(1) کتاب وسنت اور منہج سلف کا التزام:

اللہ کی کتاب، اس کے رسول کی سنت اور سلفِ صالحین کے منہج کو پوری قوت کے ساتھ زندگی میں نافذ کیا جائے، اللہ کا فرمان ہے﴿خُذِ ٱلۡكِتَٰبَ بِقُوَّةٍ﴾ کہ کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھام لو۔[1]

ایک اور مقام پر فرمان ہے﴿ خُذُواْ مَآ ءَاتَيۡنَٰكُم بِقُوَّةٍ وَٱذۡكُرُواْ مَا فِيهِ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُونَ﴾[2] کہ ہم نے جو کتاب وحکمت تمہیں عطاء کی ہے اس پر عمل پیرا ہو جاؤ اور ان کی نصیحتوں کو یاد کرتے رہو شاید کہ تم ڈرنے والے بن جاؤ، ایک اور مقام پر فرمان ہے﴿فَخُذۡهَا بِقُوَّةٍ وَأۡمُرۡ قَوۡمَكَ يَأۡخُذُواْ بِأَحۡسَنِهَا﴾ کہ آپ اسے مضبوطی سے تھام لیں اور اپنی قوم کو بھی اچھے انداز سے اس کی پیروی کا حکم دیں۔[3] ایک اور مقام پر فرمان ہے کہ ﴿خُذُواْ مَآ ءَاتَيۡنَٰكُم بِقُوَّةٍ وَٱسۡمَعُواْ﴾ کہ ہماری دی ہوئی کتاب وحکمت پر سختی سے کاربند رہو اور مطیع وفرماں بردار ہو جاؤ۔[4]

علامہ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اسی منہج کے اعتصام کا معنی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ”وهو تحكيمه دون آراء الرجال و مقاييسهم و معقولاتهم و أذواقهم و كشوفاتهم و مواجيدهم فمن لم يكن كذلك فهو منسل من هذا الإعتصام فالدين كله في الإعتصام به و بحبله علما و عملا و إخلاصا و استعانة و متابعة و استمرارا

1۔ مریم:12

2۔ الاعراف:171

3۔ الاعراف:145

4۔ البقرۃ:93

علی ذلک إلی یوم القیامۃ"[1] کہ کتاب و سنت کو تھامنے کا معنی یہ ہے کہ انہیں علماء فضلاء اور دین کے ٹھیکداروں کے آراء وقیاس، وجد وخیال، عقل وذوق، کشف و منام کی تنگنائیوں سے پرے ہٹ کر خالص اتباع کی وسعتوں کے ساتھ زندگی میں نافذ کیا جائے، کیونکہ دین ان دونوں کو ہمیشہ کے لئے علم و عمل، اخلاص واستعانت اور متابعت کے ساتھ تھامنے کا نام ہے۔

(2) ظاہر پرستی سے اجتناب:

ہر چمکتی چیز کو سونا نہ سمجھیں، ہر نئے کے اسیر نہ ہوں بلکہ اس امرِ عتیق اور قدیم کو کولازم پکڑیں جس کے لزوم پر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کو کامیابی ملی۔ اور جس کی انہوں نے ہمیں نصیحت کی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ وغیرہ نے کہا تھا کہ "**علیکم بالأمر العتیق**"[2] حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ **سن رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **وولاۃ الأمر بعدہ سننا الأخذ بہا إتباع لکتاب اللہ و استکمال لطاعۃ اللہ و قوۃ علی دین اللہ، لیس لأحد تغییرھا و لا تبدیلہا ولا النظر فی شئی خالفہا من اھتدی بہا فہو مہتد ومن استنصر بہا فہو منصور ومن ترکہا واتبع غیر سبیل المومنین ولاہ اللہ ماتولی واصلاہ جہنم وساءت مصیرا۔**[3] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے بعد خلفاء وولاۃ نے امت کو منہجِ حیاۃ اور منہجِ رضاء ربانی دونوں دے گئے ہیں، جس کا مضبوطی سے تھامنا اللہ کی کتاب کی سچی پیروی، اس کی اطاعت کا کمال اور اس کے دین کی حقیقی قوت وغلبہ ہے اب کسی کے لئے نہ اس میں تبدیلی کا موقع ہے نہ اور اس کے مخالف کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی حاجت وگنجائش ہے، جس نے اس سے ہدایت لی وہی ہدایت یافتہ، جس نے اس کے ذریعہ قوت حاصل کی وہی غالب رہے گا، اور جس نے اسے چھوڑ کر کسی اور راستے کی پیروی

1۔ مدارج السالکین: 303/3

2۔ الحجۃ فی بیان المحجۃ؛ امام اصبہانی 332/1، السنۃ: نصر بن محمد المروزی، ص: 23

3۔ مؤطا مالک، 251/1

کی توجس طرف وہ جانا چاہتا ہے اللہ اسی رخ اسے پھیر دے گا، جس راستے کا راہی بننا چاہتا ہے اسی راستے سے اسے جہنم میں لاوارد کریگا۔

(3) علم کی ترویج:

علم کو رواج دیا جائے، اس لئے کہ اسی میں نجات ہے، حضرت حکیم بن حزام رحمۃ اللہ علیہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "**انکم فی زمان کثیر فقہاؤہ قلیل خطباؤہ قلیل سائلوہ کثیر معطوہ العمل فیہ خیر من العلم وسیاتی علی الناس زمان قلیل فقہاؤہ کثیر خطباؤہ قلیل معطوہ کثیر سائلوہ العلم فیہ خیر من العمل**"[1] کہ تمہارے زمانے میں فقہاء زیادہ اور خطباء کم ہیں، دینے والے زیادہ جبکہ مانگنے والے کم ہیں، اس میں عمل علم سے بہتر ہے، اور عنقریب امت پر ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں فقہاء کم اور خطباء زیادہ ہونگے، مانگنے والے زیادہ پر دینے والے کم ہونگے، اس میں علم حاصل کرنا عمل سے بہتر ہوگا۔

(4) علماء کی قدردانی:

علماء ربانیین کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے، ان کے گرد حلقہ لگایا جائے، ان کے وجود سے فائدہ اٹھایا جائے، ان سے علم حاصل کیا جائے، لوگوں کو ان کے قریب لایا جائے ۔اور بتایا جائے کہ ان کا وجود لوگوں کیلئے اللہ کے عذاب سے امان ہے، اللہ کا فرمان ہے:

﴿ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِن قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّنْ أَنجَيْنَا مِنْهُمْ ۗ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿١١٦﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ﴾ [2] اوران کی رحلت یا ان سے حصولِ علم کا ترک ہلاکت وبربادی کا اعلان ہے، حضرت سلمان فارسی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے کہ: "اس وقت تک

1۔المعجم الکبیر للطبرانی، ح:3111، شیخ البانی رحمہ اللہ نے سلسلۃ الصحیحۃ میں شواہد کی بنیاد پر اسے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے سلسلۃ الصحیحۃ:573/7، ح:3189۔

2۔ھود:116،117

لوگ خیر و بھلائی پر رہیں گے جب تک سابق سیکھتا اور اپنے لاحقین کو سکھاتا رہے گا، لیکن جب سابقین علم حاصل کرنا یا لاحقین کو سکھانا یا لاحقین اپنے سابقین سے خود سیکھنا بند کردیں گے تب ہلاک ہو جائیں گے۔"[1]

(5)اجتماعی دعوت ایک دینی منصب:

لوگوں کو یہ بات بتائی جائے کہ فتویٰ، درس وتدریس، تقریر، وعظ وخطاب اور اجتماعی دعوت و تبلیغ علماء کرام کا حق ہے، دینی منصب ہے، جس کے لئے اذنِ امام یا علماء کرام کی ضرورت ہے۔

(6)دعاۃ کا اختبار اور تیاری:

اس کے لئے متصدرینِ افتاء، مسند نشینِ درس و تدریس اور اجتماعی دعوت کے حاملین کا اختبار و امتحان لیا جائے، ان کی علمی صلاحیت کا پتہ لگایا جائے، اسی بات کی اہمیت بیان کرتے ہوئے شیخ محمد الانصاری اپنی "**کتاب ولایۃ العلم و العلماء**"میں فرماتے ہیں کہ: "وعظ و نصیحت، تدریس و دعوت وغیرہ دینی مناصب کے لئے تصدر کرنے والوں کو ضبط اور کنڑول میں کیا جانا انتہائی ضروری ہے۔ اور یہ کام ان کے احوال کی جانکاری، ان کے علمی مراتب کی معرفت اور اس فریضے کی ادائیگی میں ان کی سچائی، خلوص وللّٰہیت کی جانچ کئے بغیر ممکن نہیں، دراصل اسی کے ذریعہ ان متصدریں کی تعلیم، وعظ و نصیحت اور فتاوے و دعوت کا حقیقی فائدہ ہوسکتا ہے ورنہ علمی ریاست، زعامت، قیادت اور صلاحیت کا اتنا عظیم اور بڑا نقصان ہوگا جس کا انداز نہیں لگایا جاسکتا۔"[2]

ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کہ خلیفہ پر یہ بات واجب ہے کہ وہ دعوت، علم وتدریس جیسے علمی مناصب کے لئے اربابِ علم ودانش کی علمی لیاقت واہلیت کا پتہ لگائے، جہت فتوی کو منضبط کرے۔ چنانچہ اہل اور باصلاحیت مفتیان کرام ہی کو فتوے کی

1۔ سنن الدارمی: 78/1

2۔ ولایۃ العلم والعلماء: محمد الانصاری، ص: 494

اجازت دے۔ نااہلوں اور چوراہے و گلی کوچے و نکڑ کے مفتیوں کی گرفت کرے۔ اس لئے کہ یہ مسلمانوں کے دین کی حفاظت کا تقاضا ہے، تاکہ نا اہل علماء سوء اور جاہل گمراہوں کے غلط سلط فتاووں کی وجہ سے لوگ حق سے برگشتہ نہ ہوں۔[1] شیخ ابویزید سلیمان العربی کہتے ہیں کہ "وعظ و خطابت، ارشاد و توجیہ ان خطیر اور حساس امور میں سے ہیں جن کے لئے صرف اسی شخص کو آگے آنا چاہئے جس میں اس ذمہ داری کو نبھانے کی پوری علمی و عملی صلاحیت ہو۔ ورنہ یقینی بات ہے کہ نقصان، حاصل ہونے والے فائدہ سے بہت بڑھ کر ہوگا، اسی لئے امیر یا علماء کرام پر لازم ہے کہ وہ دیکھیں کہ کون اس ذمہ داری کا اہل ہے اور کون نہیں؟"[2]

(7) جہت فتویٰ کا انضباط:

جہتِ فتوی منضبط کی جائے، اس کیلئے ملکی سطح پر علماء کی لجنۂ دائمہ، ہیئۃ کبارِ علماء، افتاء کمیٹی، دارالقضاء، وغیرہ علمی کمیٹیوں کا قیام عمل میں لایا جائے، علماء کی سرپرستی میں مختلف ریاستوں میں وہاں کی علاقائی زبان کے دعوتی جالیات کا اہتمام کیا جائے۔ ایسے علماء و فقہاء کی ٹیم کو توجیہِ امت کے لئے مختص کیا جائے، جو قابلِ بھروسہ، اصحاب علم و فن اور اہلِ دین و عمل ہوں، اصحاب تجارب و خبرات بھی ہوں، جنہیں معاشرے کی نبض شناشی کا ہنر بھی آتا ہو اور عوام کو اعتماد میں لینے کا گر بھی جانتے ہوں، تاکہ امت کے افراد ان کی علمی قیادت تلے جمع ہو سکیں، جن کی رائے و مشورے اور توصیات و توجیہات سے مسائل حل کئے جائیں، امت کی ترقی کی پلاننگ، پروگرامنگ اور تخطیط و تنفیذ ہو، ورنہ حقیقتاً دینی، سماجی، اداری تجربات رکھنے والی کتنی علمی قیادتیں شخصی امور کی دیکھ ریکھ میں مشغول یا معمولی کاموں میں ضائع ہو رہی ہیں، تعصب عرقیت، قومیت اور حزبیت وغیرہ کی نذر ہو رہی ہیں، جانتے بوجھتے اہمال و استغناء کی بھینٹ چڑھائی جا رہی ہیں۔

1۔ المقدمۃ: 233/1

2۔ منہج السلف فی الوعظ: ص: 561

(8) جھوٹے وارثینِ نبوت کی ناطقہ بندی:

ان دینی مناصب کے ہر جھوٹے مدعی کا ناطقہ بند کیا جائے، اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کی عظمت و حرمت کی حفاظت اور اس پر جرات کی سزا میں انہیں ہر گلی کوچے میں ذلیل و رسواء کیا جائے، مساجد و مدارس اور اپنے اسٹیج پر انہیں تقریر و خطاب اور کسی طرح کی چلت پھرت کا موقع نہ دیا جائے۔

(9) علماء دعوت کا کام کریں:

علماء کرام یہ سوچ کر بیٹھے نہ رہیں کہ کوئی ان کے پاس آئیگا تو سکھادیں گے، کہیں ذمہ داری ملی توپڑھادیں گے، عہدہ ملاتو دکھادیں گے، کوئی مسئلہ پوچھے گا تو بتا دیں گے، بلکہ اللہ کی طرف سے بیان وعدمِ کتمان کی ڈالی گئی ذمہ داری کا احساس کریں، اورلوگوں کو شیطان کا لقمہ تر بننے سے بچانے کی حتی الامکان کوشش کریں، یاد کریں کس طرح رسول اللہ ﷺ بنفسِ نفیس قریش کی مجلسوں، قبائل کے رہنے بسنے کی جگہوں، حج اور دیگر مناسبتوں میں بازاروں اور اجتماعی مقامات پر تشریف لے جا کر دعوت فرماتے تھے۔اسی ضمن میں علامہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی پیاری بات کہی ہے کہ: ”ہر مسجد و محلّہ اور گاؤں و شہر میں کم از کم ایک فقیہ اور عالمِ دین توضرور ہونا چاہیئے جولوگوں کوان کا دین سکھائے، پھر ہر گاؤں کے فقیہ اور عالم دین پر اپنے علاقے والوں کی دینی ضرورت کی پرتی کے ساتھ یہ بھی واجب ہے کہ وہ آس پاس کی بستیوں کی دینی حاجت کا خیال رکھے، وقتاً فوقتاً ان کے پاس جاتا اور انہیں دین وشریعت سکھاتا رہے، اگرگاؤں میں کئی علماء ہیں اورمذکورہ دعوتی کام کوان میں سے کوئی ایک انجام دیدیتاہے توبقیہ علماء گنہگارنہ ہوں گے، لیکن کوئی ایک بھی اسے سرانجام نہ دے توسب اللہ کے غضب کاشکارہوں گے،اوراس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے علماء وفقہاء اس فریضہ سے غفلت پر زبردست گنہگار ہونگے، کیونکہ نہ صرف وہ اس فریضے کی کماحقہ ادائیگی پر قدرت رکھتے ہیں بلکہ یہی ان کا فن، حرفت، صناعت اور پیشہ ہے، کیاوہ بھول گئے کہ دین سیکھ کراس بار گراں کوانھوں نے اپنے دوش ناتواں پہ اٹھایا

ہے جس کے بغیر خلق کی ابدی صلاح وفلاح ممکن نہیں، بھلا کسی ایسی حرفت وپیشے والے جس کا انسانی زندگی سے اٹوٹ رشتہ ہو اپنی حرفت کو خیر آباد کہہ دیں تو کیا لوگوں کی زندگی دشوار نہ ہو جائیگی؟! پھر اس صنعت کے چھوڑے جانے پر جس پر لوگوں کی دنیوی واخروی فلاح کا مدار ہے ہونے والے نقصان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"[1]

(10) طلبۃ العلم کی کفالت:

طلبۃ العلم کی کفالت و رعایت کی جائے، ان کی علمی و عملی زبردست تربیت کا اہتمام کیا جائے، انہیں ہر طرح سے بے نیاز کرکے اللہ کے دین کی حفاظت کے لئے مختص کیا جائے۔

(11) حفاظت دین، جذبہ اور احتیاطی تدابیر:

اللہ کے دین کے لئے بچوں کو وقف کرنے کی سنت کو زندہ کیا جائے، جیسا کہ حضرت عمران کی بیوی، حضرت مریم علیہا السلام کی ماں نے کیا تھا، جسطرح کہ حضرت ام سلیم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لئے وقف کردیا تھا۔

(12) عوام کی فقہی اور علمی تربیت:

برصغیر میں عوام کی تربیت کیلئے عموماً تقریر وخطاب کا طریقہ استعمال کیا جاتا ہے، جو علمیت سے زیادہ جذباتیت، گہرائی ودقت سے زیادہ سطحیت وظاہریت، علمی لغت، اسلوب اور ٹھہراؤ سے زیادہ بازاری زبان، طرز اور جوش و عجلت پر مبنی ہوتا ہے، ظاہر بات ہے کہ ایسی خطابت کے راستے خطباء ہی تیار ہو سکتے ہیں نہ کہ علماء و مدرسین! (الا ماشاء اللہ) اور جہال خطباء کا وجود و کثرت ہی دراصل موجودہ علمی ودینی تباہی وبربادی کا سبب ہے، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے علماء بننے سے قبل ہی خطباء بن جانے

1۔ احیاء علوم الدین: 370/2 (معمولی تصرف کے ساتھ)

والوں سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ "**اذا کثر الملاحون غرقت السفینة**"[1] لہٰذا امت کی تربیت کیلئے صرف اسٹیج پروگراموں اور خطابتی سمیناروں ہی پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ مختلف طرز و انداز کے تدریسی مناہج و طرق کو استعمال میں لا کر علماء پیدا کئے جائیں، کہ علماء حق کا بکثرت وجود ہی دراصل اس کا علاج ہے، اسی ضمن میں مولانا ابو الکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے علماء و مرشدین حق کے وجود کو زوال کے علاج سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ: "اگر کوئی شخص مسلمانوں کی تمام موجودہ تباہ حالیوں اور بدبختیوں کی علت حقیقی دریافت کرنا چاہے اور ساتھ ہی یہ شرط بھی لگادے کہ صرف ایک ہی علت اصلی ایسی بیان کی جائے جو تمام علل و اسباب پر حاوی اور جامع ہو تو اسکو بتایا جاسکتا ہے کہ علماء حق و مرشدین صادقین کا فقدان اور علماء سوء اور مفسدین و جاہلین کی کثرت ﴿وَقَالُواْ رَبَّنَآ إِنَّآ أَطَعۡنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَأَضَلُّونَا ٱلسَّبِيلَا۠﴾[2] اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی بات مانی جنہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا " اور پھر وہ پوچھے کہ ایک ہی جملے میں اس کا علاج کیا ہے تو اس کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں جواب ملنا چاہئے کہ "**لن یصلح آخر هذه الأمة الا ما أصلح أولها**" یعنی امتِ مرحومہ کے آخری عہد کی اصلاح کبھی نہ ہوسکے گی تاوقتیکہ وہی واقعہ اختیار نہ کیا جائے جس سے اس کے ابتدائی عہد نے اصلاح پائی تھی"[3] اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ قرآن اور سنت کے اصلی و حقیقی معارف تبلیغ کرنے والے مرشدِ صادقین پیدا کیئے جائیں"۔

(13) علماء پر طعن سے پرہیز:

علماء کرام کو مطعون نہ کیا جائے، کیونکہ علماء پر قدح نہ صرف ان سے انتفاع کے راستے کا روڑا ہے بلکہ ان کو میدانِ دعوت سے دور کرنے کا سبب بھی ہے۔ ذرا سوچئے

1۔ التعالم: بکر بن عبد اللہ ابو زید، ص: 6

2۔ احزاب: 67

3۔ مسند الموطا للجوھری 584/1، ح: 783

جب اللہ کے نبی ﷺ نے نماز کی طرف بلانے کی وجہ سے مرغے کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا[1] تو اس شخص کو برا بھلا کہنے کی ممانعت کے بارے آپ کیا کہیں گے جو اللہ کے دین وشریعت کی طرف بلاتا ہو؟!۔

(14) احساس زیاں:

غلطیوں اور تقصیر وکوتاہی کا اعتراف ہو، یہ یقین ہو کہ مذکورہ بالا امور جن کی نشان دہی کی گئی ہے وہ واقعی موثر عقبات، مشکلات اور پریشانیاں ہیں جن کے سچے حلول کی ضرورت ہے۔

واللہ أعلم بالصواب

﴿قُلْ إِنَّ رَبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿٤٨﴾ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ﴿٤٩﴾
قُلْ إِن ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي ۖ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ
﴿٥٠﴾﴾ [2]

وصلی اللہ وسلم علی عبدہ ورسولہ نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔

1۔ سنن ابی داؤد: 748/2، شیخ البانی نے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: صحیح الترغیب، ح: 2797
2۔ سبأ: 48-50

فہرست

شکر و امتنان 5
تقریظ 8
مقدمہ 14
سنت تمییز! 14
حالاتِ حاضرہ میں تمییز کی حاجت و ضرورت 19
تخصصات کا دور 25
شبہ : اللہ کا دین سب کیلئے۔۔۔ 28
مقامِ امتیاز 30
شبہ اور اس کا ازالہ 34
غلط فہمی اور اس کا ازالہ 35
حقیقت حال: 38
شبہ اور اس کا ازالہ 38
وجہِ امتیاز 40
اپیل 42
قراءتِ کتاب سے پہلے۔۔۔ 44
وراثتِ نبوت 49
وارثین نبوت 51
علماء ہی دعاۃ ہیں 54
علماء ہی دعوت کے حقدار کیوں؟ 55
اقسامِ دعوت اور ان کے حاملین 58
انفرادی دعوت اور اس کے حاملین: 58
اجتماعی دعوت اور اس کے حاملین: 58
دین کی علمی و عملی حفاظت کو اس کی اشاعت پر فوقیت: 60
اجتماعی دعوت دینی منصب ہے 61

پہلا قول: 61
دلیلیں: 61
دلیل (1): 62
وجہ استدلال: 62
دلیل (2): 64
دلیل (3): 64
دوسرا قول: 66
دلیلیں: 66
تیسرا قول: 66
دلیل: 66
دوسرے قول کا مناقشہ: 67
تیسرے قول کا مناقشہ: 70
ترجیح: 71
وجوہِ ترجیح: 71
حاملینِ اجتماعی دعوت کے اوصاف 73
علمی کمال: 73
علمی استناد و توثیق: 75
اقسام علوم جن کا داعی کو حامل ہونا چاہیے 77
علمی رسوخ کے شرط کی وجہ: 78
اس فریضے کے حامل کا امتحان 82
امتحان کی وجہ: 85
جاہل دعاۃ سے تحذیر: 85
مجہولین کے تصدر کی ممانعت: 86
صحفیین سے تحذیر: 86
ظن سے بات کرنے والوں سے حصول علم کی ممانعت: 87

مشائخ ومدارس سے ناپڑھے دعاۃ سے تحذیر: 87
کتابی دعاۃ سے تحذیر: 88
غیر متخصصین سے تحذیر: 88
علمی بونوں سے تحذیر: 88
سفہاء احلام اور ہوی پرستوں سے تحذیر: 89
اہل بدعت سے علم لینے کی ممانعت: 89
جاہلوں کی سرداری سے تحذیر: 90
مجرد وسائلِ علم پر اکتفاء کرنے سے تحذیر: 90
علماء سے حصولِ علم کی ترغیب: 91
ان اصولوں سے روگردانی کا نقصان: 91
امرِ عظیم یعنی جاہل دعاۃ کا ظہور 94
دعوۂ اسکالری کی حقیقت: 98
رویبضہ ہونے کی دلیل: 99
جاہل ہونے کی دلیل: 100
جنونیت: 100
تکلف: 100
علمی غرہ اور تکبر: 101
قصاص کی مشابہت: 102
جہالت اور سطحیت وغیرہ: 103
ان کا حکم: 104
علمی تباہی کا سبب: 105
بچکانہ پن: 106
زرپرستی: 106
بے عملی اور خود پسندی وغیرہ: 108
حیلہ سازی اور دست درازی وغیرہ: 108

دعوتی رنگینیت: 109
دعوتی رنگینیت کا مقصد: 110
مصحف اٹھانا: 110
رٹ کر تقریر: 110
دوران تقریر ہنسانا: 111
شہرت طلبی اور ریاکاری: 111
ایسے دعاۃ کے حق میں سلف کی گواہی: 112
بناوٹی خشوع و خضوع کی بدعت: 113
ایکٹنگ اور اداکاری: 113
فضول خرچی و فضول گوئی: 114
علمی دھونس جمانا: 115
کثرتِ سوال پر ابھارنے کی بدعت: 115
چودھراہٹ کی طلب: 117
کفار ومشرکین کی مشابہت 118
کفار ومشرکین سے مرعوبیت کے اثرات: 119
متعالم ہونے کی علامتیں 120
علم سے دوری اور علماء کی ناقدری: 120
سفاہت وبے وقوفی اور ہر قائل کی پیروی: 121
مدح وستائش کی طلب: 123
گھنونی علمی خیانت: 123
ان سے فتوے پوچھے جانے کی وجہ: 125
ان سے ہونے والا نقصان: 125
ان کا حکم: 125
علمی فریب دہی اور دھوکہ: 126
چھوٹا منہ بڑی بات: 127

انواع واقسام کی جہالت: 128
عربی زبان سے جہالت: 128
عربی زبان کی معرفت ضروری کیوں؟ 129
عربی سے نابلد شخص کو دین میں کلام کی ممانعت: 130
اس زبان سے ناواقفیت کا نتیجہ: 131
اس کا نقصان: 131
عربی سے واقفیت سلفیت کا شعار: 132
مادری زبان اردو سے جہالت: 133
داعی کیلئے فصاحت کی ضرورت: 133
قرآن میں لحن: 134
سلف کے نزدیک لحن کی قباحت: 135
قرآن میں لحن: 135
حدیث میں لحن: 135
عربی زبان میں لحن: 136
خارش زدہ اونٹ: 137
تفسیر وعلوم قرآن سے جہالت: 137
ان کا حکم: 138
ان کی خطرناکی: 139
ان کا نقصان: 139
انہیں نصیحت اوران کے تئیں ہماری ذمہ داری: 140
حدیث رسول ﷺ سے جہالت: 142
ان کا حکم: 143
علوم حدیث سے جہالت: 143
ان کا حکم: 144
عقیدے میں کھوٹ: 145

عجیب وغریب عقدی اصطلاحات کارواج: 146
ان سے ہونے والا نقصان: 147
فقہ واصولِ فقہ سے عدم واقفیت: 148
فقیہ کے اوصاف: 151
موجودہ دعاۃ میں شروط فقاہت کی تلاش ۔۔: 152
فقہ سے کھلواڑ کی وجہ: 154
اس کا نقصان: 154
منہج دعوت سے جہالت: 155
منہج کو چھپانا: 155
ہوی پرستی اور اس کے مظاہر: 157
علماء ودعاۃ میں تفریق: 158
شعارات ونعرات: 159
علماء سے بغض اور ان پر طعن: 159
عقلانیت: 160
بغیر علم کے اللہ پر کلام: 161
اس کا نقصان وحکم: 163
ان کو معذور سمجھنے کا حکم: 166
اکبریت یا اصغریت ؟!: 168
عدم توازن: 170
ہویٰ پرستی کے مطابق دعوت 171
فلمی انداز دعوت: 171
شارٹ سیریل انداز دعوت: 175
شخصیت پرستی کا رواج: 176
تمثیل ومصنوعی حکایات کے ذریعہ دعوت کا حکم: 178
اناشید کے ذریعہ دعوت کا حکم: 179

شبہ اور اس کا ازالہ : 180
غیر مشروع وسائل اور ان کے استعمال کرنے والوں سے مرعوبیت کی وجہ : .. 181
غیر مشروع وسائل سے لگاؤ کے نقصانات : 183
آفاقی رسالۂ وپیغامِ مسجد کی محدودیت : 183
خطبۂ جمعہ اور اس کی مقصدیت سے بے اعتنائی : 184
یومیہ دروس کا دیوالیہ : 184
مدارس کی افادیت کو ٹھیس : 185
کتب کی بے وقعتی : 185
علماء کی ناقدری : 185
افادیتِ اذان سے غفلت : 185
انفرادی دعوت کا فقدان : 186
اہلِ خانہ کی تربیت سے بے پرواہی : 187
اسٹریٹ دعوت کی حقیقت : 188
مخلوط معاشرے میں نومسلم کے تشہیرِ اسلام کا مرجو نقصان : 189
عدمِ تشہیر کا ممکنہ فائدہ : 190
داعی کا فائدہ : 190
مدعو کا فائدہ : 190
دعوت کا فائدہ : 191
دعوۂ دعوت (دعوت غیر مسلموں جبکہ اصلاح مسلمانوں میں ہوتی ہے) کی حقیقت
192 ....
دعوہ سینٹرس کی حقیقت : 195
آخر اس کا راز کیا ہے؟ 196
دعوتی کیمپ : 197
امت کی تفریق : 197
شبہ اور اس کا ازالہ : 198

عملی تفرق کا خطرناک اثر: 199
فریضۂ زکوۃ سے کھلواڑ:.. 200
سیاسی پارٹیاں: 201
انٹر نیشنل اسکولس کی حقیقت: 202
ڈانسنگ اسکولس: 203
اس کی اصلیت:.. 204
اس کا نقصان: 205
نرالہ انداز خارجیت: 205
اقرباء پروری اور سسٹرس کی دھوم: 207
شیخ البانی رحمہ اللہ کا سنہرا فیصلہ 207
عورت کا دعوتی خروج ایجاد کردہ کام ہے:.. 211
داعیات میں داعیانہ اوصاف کا فقدان: 212
فرائض و مستحبات کے شرعی توازن کا لحاظ: 213
ان اصولوں سے روگردانی کا نتیجہ: 214
شبہ (عورتوں کے میدانِ دعوت میں کودنے کی وجہ) اور اس کا ازالہ: 215
حقیقی سلفی عورتوں کی سمجھ داری: 216
عورتوں کا ویڈیو کلپس کے ذریعہ دعوت کرنے کا حکم: 217
شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا فتوی: 217
عدم جواز پر علماء کا اجماع: 218
عقل و فطرت کا تقاضا: 219
نقصانات: 220
قیادت کی تقسیم: 220
مفہوم دعوت کی تبدیلی اور برے اثرات: 220
علم کی بکتی لاج: 221
مہلک بیماریوں کا پھیلاؤ: 221

قواعد، فنون اور مناہج سے کھلواڑ: 222
فکری و عملی افتراق کی آندھیاں: 222
شمولیت دعوت کا سمٹاؤ: 224
اولویات میں خرد برد: 224
فلسفیانہ فکر کو رواج: 224
عقدی امور کی تربیت کا سلفی منہج: 225
خلاصہ کلام: 226
علماء کا سکوت: 227
علماء کی ذمہ داری: 229
علاج 231
(1) کتاب و سنت اور منہج سلف کا التزام: 231
(2) ظاہر پرستی سے اجتناب: 232
(3) علم کی ترویج: 233
(4) علماء کی قدردانی: 233
(5) اجتماعی دعوت ایک دینی منصب: 234
(6) دعاۃ کا اختبار اور تیاری: 234
(7) جہت فتویٰ کا انضباط: 235
(8) جھوٹے وارثینِ نبوت کی ناطقہ بندی: 236
(9) علماء دعوت کا کام کریں: 236
(10) طلبۃ العلم کی کفالت: 237
(11) حفاظت دین، جذبہ اور احتیاطی تدابیر: 237
(12) عوام کی فقہی اور علمی تربیت: 237
(13) علماء پر طعن سے پرہیز: 238
(14) احساس زیاں: 239

افسوس اس بات پر ہے کہ جلسہ جلوس منعقد کرنے والے ذمہ داروں کا مطمح نظر عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ جلسوں اور اجتماعات میں ایسے افراد کو لایا جائے جن کو سننے کے عوام مشتاق ہوں، اور سامعین کی قلت یا کثرت کو پروگراموں کی کامیابی یا ناکامی کا معیار سمجھ لیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے عوام الناس کا دینی مزاج بگڑ جاتا ہے، خاص قسم کے مقررین کو سننے کے عادی ہو جاتے ہیں، اور انکی نظر میں علماء کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی، اور نوجوان ان نام نہاد داعیانِ اسلام، مدعیانِ علم کی شہرت اور ناموری کو دیکھا دیکھی خود بھی انکے نقش قدم پر چلنے لگتے ہیں، عوام الناس انہی کو علماء سمجھ بیٹھتے ہیں، انہیں سے فتوی پوچھنے لگتے ہیں، اور اپنا امام مان کر انکی اندھی تقلید کرنے لگتے ہیں۔

﴿فضیلۃ الدکتور آر کے نور محمد عمری مدنی حفظہ اللہ﴾